جہانِ انبیاء
علیہم السلام
قادری رضوی کتب خانہ

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک
انبیاء علیہ السلام اور ان کے حالات و واقعات

جہانِ انبیاء علیہم السلام

از افادات
شبیر حسن چشتی نظامی

ترتیب و تدوین
علامہ مولانا محمد صادق علوی نقشبندی

اشاعت نمبر 3

نام کتاب .... "جہان انبیاء علیہم السلام"

از افادات شبیر حسن چشتی نظامی

ترتیب و تدوین .... علامہ مولانا محمد صادق علوی نقشبندی' آزاد کشمیر

سال طباعت .... ۱۴۲۱ھ ..... مطابق ۲۰۰۰ء

تعداد .... گیارہ سو (۱۱۰۰)

کمپوزنگ .... ایم یو' کمپوزنگ سنٹر' سمن آباد' لاہور۔

ناشر .... چوہدری عبدالمجید۔

قیمت مجلد .... ۱۵۰ روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۴ انفال پلازہ اُردو بازار کراچی

☆ شبیر برادرز اُردو بازار لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆

تخلیق نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

تخلیق اول

"مدارج النبوت" میں ہے کہ چار حدیثیں محدثین میں بہت مشہور ہیں اس لحاظ سے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا فرمائی وہ ان چار چیزوں میں سے ایک تھی۔ حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اول ماخلق اللہ نوری یہ بھی ارشاد ہے۔ اول ماخلق اللہ روحی یہ بھی ارشاد اقدس ہے۔ اول ماخلق اللہ العقل یہ بھی فرمایا ہے۔ اول ماخلق اللہ القلم ان چار احادیث سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے پہلی مخلوق ان چاروں میں سے ایک تھی۔ مگر سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ اولیت حقیقی ان چاروں میں سے کس کو حاصل ہے ؟ چاروں احادیث کو صحیح تسلیم کرنے میں چونکہ اولیت حقیقی باقی نہیں رہتی اس لئے محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ان چاروں روایتوں کو صحیح تسلیم کر کے رفع تناقص کے لئے یہ تاویل بیان کی ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے نور مبارک حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا۔ اولیت حقیقی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کو

حاصل ہے اور روح و قلم و عقل کی اولیت اضافی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ عالم ارواح کی تخلیق میں سب سے پہلے حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک مخلوق ہے اور عالم مجردات میں سب سے پہلی مخلوق عقل اور عالم اجسام میں سب سے پہلی مخلوق قلم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سب بر سبب منتہائے طلب
علت جملہ علت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ابوموسیٰ مدنی کی روایت ہے کہ مخلوقات عالم کی پیدائش سے ۹ لاکھ سال پہلے نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو چکا تھا۔ ایک عرصہ دراز کے بعد جب نور مبارک کو حق تعالیٰ نے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو نور محمدی ﷺ ۱۰۰ سال تک بارگاہ عبودیت میں سجدہ ریز رہا۔ (جس عالم کا یہ تذکرہ ہے اس عالم کا ایک سال دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہے) نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں تسبیح خداوندی میں مصروف رہا۔ اس کے بعد حق تبارک وتعالیٰ نے نور مبارک سے ایک جوہر پیدا فرما کر اس پر نظر ہیبت ڈالی تو وہ پانی ہو گیا۔ اس پانی پر ایک ہزار سال تک اضطراری کیفیت طاری رہی کسی جگہ اسے قرار نہ آتا تھا۔ پھر حق تعالیٰ نے اس جوہر سے دس حصے کئے۔

تخلیق عالم کا باعث نور محمدی ﷺ

ایک حصے سے عرش پیدا کیا۔ عرش الٰہی کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ چار ہزار ستونوں پر قائم ہے۔ ایک ستون سے دوسرے ستون

کا فاصلہ ۴ ہزار سال کا ہے۔ "تفسیر کشاف" میں ہے کہ حق تعالیٰ نے عرش کو سبز جوہر سے پیدا فرمایا جس کے دو ستون کا درمیانی فاصلہ ۸۰ ہزار سال کا ہے۔ "معالم التنزیل" میں لکھا ہے کہ حاملین عرش ۸ فرشتے ہیں' ان میں سے چار فرشتے سبحانک اللھم و بحمدک ولک الحمد علیٰ حملک بعد علمک پڑھتے ہیں اور چار فرشتوں کی تسبیح یہ ہے۔ سبحانک اللھم وبحمدک علیٰ عفوک بعدد قدرتک تفسیر مذکورہ میں یہ قول بھی مذکور ہے کہ اس وقت حاملین عرش کی تعداد ۴ ہے اور قیامت کے دن ۸ ہو گی۔ یہ فرشتے پہاڑی بکری کی صورت شکل کے ہیں۔ ان کی جسامت اور موٹاپے کا یہ عالم ہے کہ سر گھٹنے تک کا فاصلہ اتنا ہے جتنا ایک آسمان کا دوسرے آسمان سے ہے اور ان میں سے ہر فرشتے کے چار منہ ہیں۔ ایک منہ انسان جیسا' دوسرا شیر جیسا' تیسرا گائے جیسا اور چوتھا گرگس کا سا۔ ایک قول حاملین عرش کے بارے میں یہ بھی ہے کہ حاملین عرش کی ۸ صفیں ہیں یہ تمام فرشتے اپنے کاندھوں پر عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور ان فرشتوں کے پاؤں ساتویں زمین میں ہیں۔ (معالم التنزیل)

حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ تمام فرشتے صبح و شام ازروئے اجلال و اکرام حاملین عرش کو سلام کرنے آیا کریں۔ ان فرشتوں کی ۷۰ ہزار صفیں ہیں جنھوں نے عرش کو درمیان میں لے رکھا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عرش کے گرد ۷۰ ہزار صفیں فرشتوں کی طواف کرتی ہیں اور لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھتے ہیں۔ اور ان فرشتوں کے پیچھے ۷۰ ہزار صفیں فرشتوں کی اور ہیں اور وہ بھی تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے پیچھے ایک لاکھ صفیں فرشتوں کی اور ہیں جو اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ میں رکھ کر

تسبیح میں مصروف ہیں۔ یہ سب فرشتے الگ الگ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔ (تفسیر کشاف)

تفسیر "قرطبی" میں حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مذکور ہے کہ جب حق تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا تو عرش اپنی عظمت کو پیش نظر رکھ کر کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے زیادہ بزرگ اور صاحب عظمت کوئی چیز نہیں پیدا کی۔ حق تعالیٰ نے عرش کے گلے میں ایک سانپ کا طوق ڈال دیا۔ اس سانپ کے ۷۰ ہزار بازو ہیں اور ہر بازو میں ۷۰ ہزار پر ہیں اور ہر پر میں ۷۰ ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ۷۰ ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان سے بارش کے قطروں اور ریت کے ذروں اور درختوں کے پتوں کے برابر تسبیح نکلتی ہیں۔

کتاب "بستان العارفین" فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے ایک مرغ پیدا کیا ہے جس کے دو بازو ہیں جس وقت یہ مرغ اپنے بازو کھولتا ہے تو وہ مشرق اور مغرب سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ یہ مرغ آخر شب میں صبح صادق کے وقت دونوں بازو پھڑپھڑا کر سبحان الملک القدوس پڑھتا ہے۔ تو تمام روئے زمین کے مرغ اپنے بازو پھڑپھڑا کر تسبیح مذکور پڑھنے لگ جاتے ہیں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سفید مرغ کو گالی نہ دیا کرو وہ لوگوں کو نماز کے لئے بیدار کرتا ہے۔

۲ ... دوسرے حصہ سے حق تعالیٰ نے قلم پیدا فرمایا۔ اس قلم کا طول پانچ سو سال کی مسافت اور ۴۰ سال کی مسافت طولاً" و عرضاً" ہے۔

۳ ... تیسرے حصے سے لوح پیدا کی۔ لوح محفوظ کا طول زمین سے

آسمان تک اور عرض مشرق سے مغرب تک ہے۔ لوح محفوظ کا قلم نور سے پیدا ہوا ہے۔ لوح محفوظ کے تمام حالات مرقوم ہیں۔

۴ ... چوتھے سے چاند پیدا فرمایا۔

۲ ... پانچویں حصہ سے آفتاب کو پیدا فرمایا۔ "ریاض المذکرین" میں ہے کہ آفتاب کی وسعت ۱۴ لاکھ فرسخ ہے اور اس کو ہر روز عرش کے انوار میں سے نور اور حرارت عطا کی جاتی ہے۔ دوسرے روز حرارت سلب کر کے جہنم میں ڈال دی جاتی ہے۔ قیامت کے دن آفتاب کا نور واپس لے لیا جائے گا۔ صرف حرارت باقی رہے گی۔ اس لئے قیامت کے دن آفتاب نزدیک ہو جائے گا اور اس کی حرارت حد سے زیادہ بڑھ جائے گی۔

۶ ... چھٹے حصہ سے حق تعالیٰ نے آٹھ بہشتیں پیدا کیں' یہ آٹھوں بہشتیں چوتھے یا ساتویں آسمان پر ہیں۔

۷ ... ساتویں حصہ سے دن کو پیدا کیا۔

۸ ... آٹھویں حصہ سے فرشتے پیدا کئے اور ان کو صورت و شکل عطا فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض فرشتے گائے کی شکل کے ہیں بعض بھیڑوں کی صورت کے۔ بعض کرگسوں جیسے اور بعض سانپ کی صورت شکل کے۔

" بستان العارفین " فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ بعض فرشتوں کا نصف جسم بالا برف کا اور نصف زیریں آگ کا ہے۔ یہ فرشتے ہمیشہ سبحان من الف بین الثلج والنار پڑھتے رہتے ہیں۔

آسمان اور فرشتے

" قصص الانبیاء " میں ہے کہ پہلا آسمان زمرد سبز کا ہے اور اس آسمان کے فرشتے گائے کی صورت شکل کے ہیں اور دوسرا آسمان سرخ یاقوت کا ہے اور اس آسمان کے فرشتے باز کی صورت کے ہیں۔ تیسرا آسمان یاقوت زرد کا ہے اور اس آسمان کے فرشتے کرگس کی شکل کے ہیں اور چوتھا آسمان چاندی کا ہے اور اس آسمان کے رہنے والے فرشتے گھوڑوں کی شکل کے ہیں۔ پانچواں آسمان سونے کا ہے اور اس آسمان کے رہنے والے فرشتے حور عین سے مشابہ ہیں۔ چھٹا آسمان سفید موتی کا ہے اور اس آسمان کے فرشتوں کی شکل چھوٹے بچوں کی سی ہے۔ ساتواں آسمان نور تاباں کا ہے اور اس آسمان کے فرشتے آدمیوں کی شکل کے ہیں۔ ان فرشتوں میں کچھ حالت قیام میں ہیں' کچھ رکوع میں' کچھ سجدے میں' کچھ قعدے میں اور قیامت تک اسی حالت میں رہیں گے۔

فرشتوں کی تعداد

تفسیر " بحر المواج " میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر فرشتے' شیاطین اور انسان پیدا کئے ہیں اگر ان سب کے مجموعہ کے دس حصہ کر دیئے جائیں تو ان میں سے ۹ حصے فرشتے ہیں اور ایک حصہ میں تمام جنات شیاطین اور انسان ہیں۔

۹ ... نویں حصے سے کرسی پیدا فرمائی۔ یہ کرسی موتی کے ایک دانہ سے پیدا کی گئی ہے۔ یہ کرسی ساتویں آسمان کو احاطہ کیئے ہوئے ہے۔

ساتوں آسمان اور زمین کے اردگرد اس کرسی کا احاطہ مثل حلقہ کے ہے اس کرسی کے داہنی طرف دس ہزار کرسیاں ہیں اور بائیں طرف بھی اور ہر کرسی پر فرشتہ بیٹھا ہوا آیت الکرسی پڑھ رہا ہے اور اس کا ثواب امت محمدی ﷺ کے ہر قاری آیت الکرسی کے نامہ اعمال میں لکھتا جارہا ہے۔

۱۰ ... اور دسویں حصہ سے حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک پیدا فرمائی اور اس کا مقام عرش کا داہنا حصہ تھا۔ یہ روح مبارک کئی ہزار سال خدا تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہی۔ سیرت شیخ سعید گازرونی رحمتہ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک سفید مرغ کی صورت میں پیدا کیا تھا' یہ مرغ بحر رحمت سے باہر نکلتا تو اس کے ہر بازو سے ایک قطرہ ٹپکتا تھا۔ ان قطروں سے اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء السلام کی ارواح پیدا فرمائی۔ انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے صدیقین اور صدیقین کی ارواح سے زاہد اور زاہدین کی ارواح سے مطیعین اور مطیعین کی ارواح سے گنہگار مخلوق کی ارواح پیدا ہوئیں۔ یہی سبب ہے کہ مطیع اور عاصی سب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں۔

انوار انبیاء کا ظہور

شیخ نجم الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے "مرصاد العباد" میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ نظر محبت و رحمت

فرمائی تو نور محمدی ﷺ حیا کے مارے پسینہ پسینہ ہو گیا اور غلبہ حیا کی وجہ سے پانی کے قطرے ٹپکے۔ ان قطرات سے انبیاء علیہم السلام کی ارواح پیدا ہوئیں اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے اولیائے کرام کی ارواح پیدا ہوئیں اور اولیاء کی ارواح سے اطاعت شعار بندوں اور گنہگار بندوں کی ارواح پیدا ہوئیں اور گنہگار لوگوں کی ارواح سے منافق اور کافروں کی ارواح ہوئیں اور ارواح انسانی سے ارواح ملائکہ ظہور میں آئیں اور ارواح ملائکہ سے ارواح جن اور ارواح جن سے ارواح شیاطین پیدا ہوئیں۔ اور ارواح انسانی سے ارواح حیوانات پیدا ہوئیں اور اسی سے نباتات اور عناصر اربعہ ظہور میں آئے۔ غرض یہ کہ تمام کائنات علوی سفلی اور ملکوتی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرشمہ سازی ہے۔

حاصل یہ کہ تمام جنات' انسانی اجسام' ارواح اور وحوش و سباع تمام عالم میں بلکہ تمام مخلوقات از قسم مورمار' نورنار' لیل و نہار' زمین و آسمان' مکین و مکان' پہاڑ' گھاس' مچھلی' چاند' سورج' بہ طفیل وجود حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجود میں آئے۔

زمین و آسمان کی تخلیق

روایت ہے کہ اللہ تعالٰی نے نور محمدی سے ایک دانہ مروارید کا پیدا کیا اور اس پر نظر ہیبت ڈالی تو وہ دانہ پانی ہو گیا۔ اس کے بعد چاروں قسم کی ہوائیں پیدا ہوئیں۔ پھر حق تعالٰی نے ان چاروں ہواؤں کو حکم دیا کہ چاروں کونوں سے پانی جمع کرو۔ پانی جمع ہو کر موجیں مارنے لگا۔ اس کے بعد حق تعالٰی نے پانی کے اوپر آگ پیدا فرمائی آگ سے دھواں برآمد ہو کر ہوا میں معلق ہو

گیا۔

پھر خدا کے حکم سے اس دھوئیں کے حصے کئے گئے۔ ایک حصہ پانی بن گیا' دوسرا پیتل' تیسرا لوہا' چوتھا چاندی' پانچواں سونا' چھٹا موتی اور ساتواں یاقوت سرخ۔ اس کے بعد پانی سے پہلا آسمان' پیتل سے دوسرا آسمان' لوہے سے تیسرا آسمان' چاندی سے چوتھا آسمان' سونے سے پانچواں آسمان' مروارید سے چھٹا آسمان اور یاقوت سرخ سے ساتواں آسمان پیدا ہوا۔ تفسیر "معالم التنزیل" اور تفسیر مولانا یعقوب چرخی میں اس ترتیب میں اختلاف ہے۔

پانی کہاں سے آتا ہے

روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے آسمان کے نیچے ہوا میں معلق ایک دریا پیدا کیا جس کی گہرائی تین فرسخ ہے۔ آسمان پر جب بادل چھاتے ہیں تو ان بادلوں میں پانی اسی دریا سے آتا ہے اور خدا کے حکم سے برستا ہے۔

"معارج النبوت" میں ہے کہ تفسیر "بحرالعلوم" میں نجم الدین حنفی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک تمام مخلوقات کی پیدائش سے ۱۱ لاکھ ۱۲ ہزار سال پہلے موجود تھا۔ اور حجابات قدرت' عظمت' منت' راحت' سعادت' کرامت' منزلت' ہدایت' نبوت' رفعت' ہیبت و شفاعت کے اندر کئی ہزار سال تک رہا۔ یہ نور مبارک ہر حجاب میں تسبیح میں مصروف رہا۔ اس کے بعد کئی ہزار سال تک اس نور مبارک کو دریائے نصیحت' شکر' صبر و سخاوت' امانت' یقین' علم' قناعت' محبت میں غوطہ دیا گیا۔ اس کے بعد کئی ہزار سال تک یہ نور مقامات توحید' معرفت' ایمان' خوف و رجا' خشوع و خضوع' امانت اور خشیت میں رہا۔ اس کے بعد یہ نور مبارک

سالہاسال تک نماز یعنی سجدہ، رکوع، قیام اور تشہد میں مشغول رہا۔ نماز سے فراغت کے بعد حق تعالیٰ نے خطاب فرمایا۔ اے میرے حبیب کے نور تو نے حق عبودیت خوب ادا کیا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ نور مبارک حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا الٰہ العالمین مجھے معلوم ہے کہ تو مجھے امت کا مقتداء بنائے گا۔ بہ تقاضائے بشریت امت سے خطا و تقصیر سرزد ہو گی۔ میں ان کی مغفرت کا خواستگار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے منظور فرما لیا۔ جب نور محمدی ﷺ نے اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کی نوازش بے پایاں دیکھی تو اس سے چند قطرے نور کے ٹپکے، حق تعالیٰ نے ان قطرات میں سے ایک لاکھ چوبیس ہزار حصہ کر کے ہر حصے سے ایک نبی کی روح پیدا فرمائی۔ اس کے بعد دوسرے حصے سے میکائیل، تیسرے حصے سے اسرافیل، چوتھے حصے سے عزرائیل اور ایک حصے سے داروغہ جنت رضوان کو پیدا کیا۔ اس کے بعد ایک قطرے کے دس حصہ کر کے ایک حصہ سے عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے لوح، چوتھے سے قلم، پانچویں سے چاند، چھٹے سے سورج، ساتویں سے ستارے، آٹھویں سے آٹھوں بہشت اور ایک حصے سے رضوان کے ۸ خلیفہ اور ہر خلیفہ کے ساتھ ۸۰ ہزار فرشتے پیدا کیے۔

نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دسویں حصہ سے حق تعالیٰ نے ایک جوہر پیدا کیا جس کا طول ۴۰ ہزار سالہ مسافت اور عرض ۴ ہزار سالہ مسافت تھی۔ جب حق نے اس جوہر پر نظر فرمائی تو اس میں ایک اضطراب پیدا ہوا اور اس حصہ کا نصف پانی اور نصف آگ بن گیا۔ پانی سے دریا جاری ہوئے اور امواج کی حرکت سے ہوا چلنی شروع ہوئی اور اس پانی پر آگ کو غلبہ عطا فرمایا یہاں تک کہ پانی کے جوش کھانے سے پانی کی سطح پر جھاگ اور بلبلے نمودار

ہوئے اور اس جوش سے بخارات اوپر کی طرف چڑھے تو اس سے آسمان پیدا ہوئے اور جھاگ سے زمین پیدا ہوئی اور ان موجوں سے پہاڑ اور لوہے اور مقناطیس کی کانیں بنی اور اسی سے دوزخ کا مادہ بنا اور آگ کے شعلوں سے جنات پیدا ہوئے۔

تفسیر "مدارک" میں سورۃ سجدہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار اور پیر کے دن زمین پیدا کی تھی۔ اور امام ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار کے دن زمین پیدا کر کے پیر کے دن اس کو پانی کی سطح پر پھیلائی تھی۔ تفسیر "مدارک" میں ہے کہ منگل کے دن پہاڑ اور بدھ کے دن درخت' پانی' آباد اور غیرآباد مقامات اور جمعرات کے دن آسمان اور جمعہ کے دن ستارے' سورج' چاند اور فرشتے پیدا کیے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش جمعہ کے دن آخری ساعت میں ہوئی تھی۔ قیامت بھی جمعہ کے دن آخری ساعت میں قائم ہو گی۔ بعض احادیث کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت جمعہ کے دن صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیانی وقت میں ہو گی۔ مشکوٰۃ مصابیح اور مفاتیح کی روایت اس قول کی موید ہے۔

تفسیر "مواہب علیہ" میں ہے کہ جب حق تعالیٰ نے زمین پیدا کی تو وہ متحرک اور بے قرار ہونے لگی۔ حق تعالیٰ نے اس پر پہاڑ پیدا کیے کہ اس سے سکون پیدا ہو گیا۔ اسی تفسیر میں سورۃ لقمان کے ذیل میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ۱۹ پہاڑوں کی میخیں ٹھوک دی ہیں۔ ان پہاڑوں کے نام یہ ہیں۔ کوہ قاف' کوہ ابوقبیس' کوہ جودی' کوہ لبنان' کوہ شیسین اور طورسینا وغیرہ۔

تفسیر " مدارک " میں اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن کی تفسیر میں مذکور ہے کہ زمین سے آسمان تک کا فاصلہ ۵۰۰ سال کی مسافت ہے اور پہلے آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ بھی اسی قدر ہے۔ اسی قدر ایک زمین سے دوسری زمین تک کا فاصلہ ہے۔

روایت ہے کہ حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمین کوہ قاف کی وجہ سے ساکن اور برقرار ہے۔ کوہ قاف اتنا بڑا پہاڑ ہے کہ وہ تمام روئے زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ پہاڑ زمرد یا زبرجد کا ہے۔ آسمان کی سبزی اسی پہاڑ کے عکس کی وجہ سے ہے۔ اس پہاڑ کی بلندی ۵۰۰ سالہ مسافت ہے اور اس پہاڑ کے اردگرد ایک ہزار سالہ مسافت زمین ہے۔

ایک روایت ہے کہ زمین پانی پر ٹھہری ہوئی ہے اور پانی مچھلی پر ساکن ہے اور وہ مچھلی ایک پتھر پر رکھی ہوئی ہے اور وہ پتھر ایک گائے کے دونوں سینگوں پر ہے اور وہ گائے نمناک مٹی پر ہے جو فرشتے کے سر پر رکھی ہوئی ہے اور اس فرشتے کے پیر مچھر کے بازوؤں پر ہیں اور وہ مچھر دریا پر ہے اور وہ دریا ہوا پر ہے اور ہوا تاریکی پر ہے۔ واللہ اعلم۔

" منتخب حیوۃ الحیوان " میں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ نے زمین پیدا کی تو وہ کشتی کی طرح ڈولنے لگی اس کو سکون و قرار نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک زبردست فرشتہ کو حکم دیا کہ زمین کے نیچے جا کر زمین کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لے چنانچہ فرشتہ مذکور نے ایک ہاتھ مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف پھیلا کر زمین کو سنبھال لیا۔ مگر چونکہ فرشتے کے پاؤں ساکن نہ تھے، اس لئے حق تعالیٰ نے ایک بہت بڑا پتھر یاقوت

سرخ کا پیدا فرمایا۔ اس پتھر میں ۷ ہزار سوراخ ہیں اور ہر سوراخ سے ایک دریا جاری ہے۔ لیکن اس پتھر کو بھی قرار حاصل نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا بیل پیدا فرمایا' اس بیل کی چار ہزار آنکھیں ناک کان منہ اور زبان ہیں۔ اور اس کو حکم دیا کہ اس پتھر کو اپنے سینگوں پر سنبھال لے۔ پھر اس بیل کے پاؤں کو قرار نہ تھا تو قدرت نے ایک عظیم الشان مچھلی پیدا کی اور اس کو حکم دیا کہ بیل کے پاؤں کو تھام لے۔ بیل کا نام کیسوتا اور مچھلی کا نام بھموت ہے۔ پھر حق تعالیٰ نے اس مچھلی کے قرار کے لئے پانی پیدا کیا اور اس پانی کے نیچے ہوا۔ اور اس ہوا کے نیچے آب ظلمات پیدا کیا اس کے آگے حال سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں۔

تفسیر "زاہدی" میں عالمین کی تفسیر میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل ہے کہ حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۸ ہزار عالم پیدا کئے ہیں۔

۱ ... تمام فرشتے خواہ وہ زمین پر رہتے ہوں یا آسماں پر کروبیاں' روحانیاں اور حاملین عرش یہ سب ایک عالم ہے۔

۲ ... آدمی اختلاف اجناس کے ساتھ خواہ وہ ہندی ہوں یا ترکی رومی ہوں یا حبشی۔ زنگی ہوں یا یونانی۔ عربی ہوں یا عجمی یہ سب ایک عالم ہیں۔

۳ ... پیریاں ایک عالم ہیں ۔

۴ ... دیو ایک عالم ہیں۔

جنات کی پیدائش

"معارج النبوت" میں ہے کہ حق تعالیٰ نے زمین کی پیدائش سے

پہلے پانی پر جو آگ پیدا کی تھی اس آگ میں نور بھی تھا اور ظلمت بھی۔ نور سے فرشتوں کو پیدا کیا اور ظلمت سے دیووں کو پیدا کیا اور خالص آگ سے جنات پیدا کئے۔ چونکہ فرشتوں کا مادہ تخلیق نور خالص تھا اس لئے وہ اطاعت خداوندی میں لگ گئے' گناہوں سے دور رہے اور چونکہ شیاطین دھوئیں سے پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ بالطبع' معاصی' کفر اور ناشکری میں مبتلا ہو گئے۔ جنات چونکہ آگ سے پیدا ہوئے تھے۔ آگ میں دونوں چیزیں تھیں نور بھی اور ظلمت بھی' اس لئے جنات میں سے بعض مسلمان (ہدایت یافتہ) رہے اور بعض کافر (گمراہ) بن گئے۔

بہرحال جنات کی تخلیق کے بعد جب ان کی نسل بڑھی تو حق تعالیٰ نے ان کو اوامر و نواہی کا مکلف بنایا۔ جنات ایک عرصہ تک اطاعت الٰہی میں مصروف رہے بعد میں کفر و ناسپاسی میں پھنس گئے۔ حق تعالیٰ ان کی ہدایت کے لئے بشیر و نذیر بھیجتا رہا مگر وہ اپنی فطرت سے مجبور تھے۔ آخر حق تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک بھاری جمعیت ان کی سرکوبی کے لئے آسماں سے بھیجی۔ فرشتوں کی فوج نے بحکم الٰہی قتل عام شروع کر دیا۔ بقیہ ایسنت' پہاڑوں' جزیروں اور غیر آباد مقامات میں متفرق ہو کر جان بچا سکے۔ ناسمجھ اور کمسن جنات قید کر لئے گئے۔

شیطان کا حال

فرشتے ان ناسمجھ قیدیوں کو اپنے ہمراہ آسمان پر لے گئے۔ ان اسیران بلا میں عزازیل بھی تھا جو فرشتوں کی زیر تربیت روز بروز ترقی کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ فرشتوں کی صحبت سے عزازیل کو اس قدر عبادت کا ذوق و شوق پیدا ہوا

کہ فرشتوں کو بارگاہ رب العزت میں ازراہ شفقت و مکرمت عزازیل کے بارے میں سفارش کرنی پڑی۔ عزازیل نے بھی عبادت کرنے میں حد کر دی۔ شب و روز عبادت میں مشغول رہتا۔ ترقی کرتے کرتے دوسرے آسمان پر اور وہاں سے تیسرے آسمان پر، اسی طرح ساتویں آسمان تک جا پہنچا۔ اس کے بعد رضوان علیہ السلام کی سفارش پر عزازیل کو جنت میں رہنے کی اجازت مل گئی۔ عزازیل مسند تعلیم و موعظت پر بیٹھ کر معلم الملکوت بن گیا۔ پھر تو یہ عالم ہوا کہ عرش مجید کے پایہ کے نیچے اس کے لئے یاقوت کا منبر بچھایا جانے لگا۔ سر پر نور کا پھریرا فضا میں لہراتا تھا۔

جنات کے قتل عام کے ایک عرصہ بعد جب جنات زمین پر دوبارہ آباد ہوئے اور اطاعت الٰہی اور خداشناسی کے طریقہ کو چھوڑ کر کفر و عصیاں میں مبتلا ہوئے تو عزازیل نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ جنات کی ہدایت کے لئے زمین پر بھیج دیا جائے۔ حق تعالیٰ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ عزازیل نے جنات کی ہدایت کے لئے قاصد بھیجے۔ جنات اس کو ٹھکانے لگاتے رہے۔ ایک قاصد بہ مشکل جان بچانے میں کامیاب ہو سکا۔ جس نے عزازیل کو سارا قصہ سنایا۔

اس پر عزازیل نے حق تعالیٰ سے فرشتوں کی ایک بھاری جمعیت کی امداد کا مطالبہ کیا۔ فرشتوں کا ایک بڑا بھاری لشکر عزازیل کی سرکردگی میں جنات کی سرکوبی کے لئے آ گیا۔ اس مرتبہ فرشتوں نے تمام جنات کو ٹھکانے لگا دیا۔ بہت ہی تھوڑے افراد بہ مشکل جان بچانے میں کامیاب ہو سکے۔

جنات کے ناپاک وجود سے زمین کی پاکی کے بعد حق تعالیٰ نے ابلیس کو زمین کی خلافت عطا فرمائی۔ عزازیل اس عظیم الشان کارنامہ پر مغرور ہو کر دل

میں کہنے لگا کہ اگر خدا تعالیٰ نے زمین کے انتظام وانصرام کے لئے کسی اور شخص کو نامزد کیا تو میں اس کو ہرگز قبول نہ کروں گا۔

اسی دوران میں ایک روز فرشتوں کی نظر لوح محفوظ کی ایک تحریر پر پڑی۔ جس کا مفہوم یہ تھا کہ میرا ایک مقرب بندہ عنقریب خسران اور لعنت ابدی میں گرفتار ہونے والا ہے۔ فرشتوں کو یہ تحریر پڑھ کر فکر ہوا۔ خدا جانے یہ تحریر کس کے متعلق ہے۔ ابلیس سے ذکر کیا تو اس نے کہا یہ تحریر ہمارے تمہارے متعلق نہیں ہے۔ میں تم سے بہت عرصہ پہلے یہ تحریر پڑھ چکا ہوں۔ عزازیل نے فرشتوں کے متعلق دعا کی اللھم امنھم اے اللہ ان فرشتوں کو اس لعنت و خسران ابدی سے بچائیو۔ اپنے کو بھول گیا' شیطان کے دماغ میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ جو مرتبہ و اعزاز اس وقت مجھے حاصل ہے وہ مجھ سے واپس نہ لیا جائے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام

مفسرین اور مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب حق تعالیٰ کا ارادہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ہوا تو زمین کے نام حکم نامہ بھیجا کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کروں گا جس میں مطیع و فرمانبردار بھی ہوں گے اور معصیت شعار بھی۔ اپنے فرمانبردار بندوں کو جنت کی نعمتوں سے سرفراز کروں گا۔ اور خطا و عصیاں کار افراد کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔ زمین یہ حکم نامہ سنتے ہی بصد تضرع و زاری بارگاہ رب العزت میں عرض گزار ہوئی۔ اے پروردگار ! اس بات کا مجھے ڈر ہے کہ تو ان لوگوں کا جو معصیت کے مرتکب ہو کر جہنم میں ڈال

دیئے جائیں گے۔ اے پروردگار! تیری دوزخ کا عذاب بہت سخت ہے' مجھ میں اتنی طاقت کہاں ہے کہ تیرا عذاب برداشت کر سکوں' یہ کہہ کر رونے لگی۔ اس کے بعد حضرت مسبب الاسباب نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا جاؤ ہر قسم کی زمین کی ایک مشت خاک لاؤ۔ جبرئیل علیہ السلام آئے' زمین نے آہ وزاری شروع کی' جبرئیل علیہ السلام زمین کی دردناک آہ و زاری سن کر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد میکائیل علیہ السلام کو بھیجا ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا۔ پھر اسرافیل علیہ السلام آئے وہ بھی ناکام واپس آگئے۔ آخر میں حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم دے کر بھیجا کہ اپنا کام کر کے آؤ۔ زمین کی آہ و زاری کا خیال نہ کرو۔ چنانچہ عزرائیل علیہ السلام ایک مشت خاک لے کر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوئے۔ زمین نے ہر چند خدا سے پناہ مانگی' آہ و زاری کی مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ بلکہ یہ کہا کہ تو بنی آدم کی بدقسمتی کا کیا رونا رو رہی ہے' تو خود گنہگار ہے' تجھے تین بار حکم ہوا اور تو نے تینوں بار حکم الہٰی کی تعمیل نہ کی۔ جس اولاد کی ماں اس درجہ نافرمان ہو اگر اس کی اولاد نافرمان ہو کر سزا کی مستحق قرار پائے تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ ساری خطا تو ماں کی ہی ہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مٹھی خاک اٹھاتے وقت زمین نے مجھ سے پناہ مانگی تھی تو نے اس پر رحم کیوں نہیں کیا۔ عزرائیل علیہ السلام نے جواب دیا یااللہ العالمین تیرے حکم کی تعمیل مجھ پر اس سے زیادہ ضروری تھی۔ اچھا اب میں تمہیں لوگوں کی ارواح قبض کرنے پر مامور کروں گا۔ عزرائیل علیہ السلام نے کہا اگر ایسا ہوا تو لوگ مجھے اپنا دشمن سمجھنے لگیں گے۔ حکم ہوا کہ میں ان کی موت کا کوئی نہ کوئی سبب بیماری یا اور کوئی بات مقرر کروں گا۔

غموں کی بارش

الغرض حق تعالیٰ نے ایک بادل کو بارش برسانے پر متعین کیا جو ۴۰ دن یا ایک روایت کے مطابق ۴۰ برس تک بارش برساتا رہا۔ اس مشت خاک پر ۳۹ دن یا ۳۹ سال دریائے غم برساتا رہا اور ایک سال جوئے شادی کے پانی کی بارش ہوتی رہی۔ یہی سبب ہے کہ آدمی کو رنج و غم بہت ہیں اور خوشی و شادمانی بہت کم حاصل ہے۔ بحرالاحزان ایک دریا کا نام ہے جو عرش کے نیچے بہہ رہا ہے۔

پانی پڑتے پڑتے جب اس مٹی کا خمیر تیار ہو گیا تو حق تعالیٰ نے اس کو اپنی قدرت سے خشک کر دیا۔ روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کا پتلا ۴۰ سال تک مکہ اور طائف کے درمیان زمین پر پڑا رہا۔ اس عرصے میں جو فرشتے ادھر سے گزرتے تھے وہ اس عجیب و غریب صورت کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔

اس کے بعد حق تعالیٰ نے اس پتلے کو گوشت پوست کا جامہ پہنا کر روح کو حکم دیا کہ آدم کے قالب میں داخل ہو جا تو اسے تامل ہوا۔ بارگاہ الوہیت میں عذر خواہ ہوئی مگر جب حکم ہوا کہ کرامت کے ساتھ داخل ہو جا تو وہ داخل ہو گئی۔ روایت ہے کہ جب روح آنکھوں میں داخل ہوئی اور آدم علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہوئیں اور ان کی نظر عرش مجید پر پڑی تو لکھا ہوا نظر آیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ھی امۃ مذنبۃ و اقارب غفور حضرت آدم علیہ السلام سوچ میں پڑ گئے۔ خدا تعالیٰ سے پوچھا اے پروردگار! تیرے نام کے ساتھ کس کا نام لکھا ہوا ہے۔ حکم ہوا یہ ایک پیغمبر آخرالزماں کا نام ہے جو تیری اولاد میں سب سے آخر میں ظاہر ہوگا۔ تجھ سے جب کبھی کوئی

لغزش صادر ہو گی اسی کے توسل سے تجھے معافی عطا کروں گا۔

یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں خیال گزرا یہ بات تو نامناسب معلوم ہوتی ہے کہ باپ کے حق میں بیٹا سفارشی ہو۔ اس کا خیال دل میں آنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ آدم کے دل میں سے یہ خیال نکال دو ورنہ ان کے حق میں یہ خیال مضر ثابت ہو گا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فوراً آدم علیہ السلام کا سینہ شق کر کے اس خیال کا نصف حصہ بہشت کی زمین میں دفن کر دیا۔ اسی سے وہ درخت پیدا ہوا تھا جو آدم علیہ اسلام کو جنت سے نکالنے کا سبب بنا اور دوسرے نصف حصہ سے نفس امارہ کی تخلیق ہوئی۔

جسم آدم علیہ السلام میں روح داخل ہونے کے بعد بے چین اور مضطرب تھی کہ کسی طرح اس کالبد خاکی سے اصلی وطن کی طرف لوٹ جائے۔ مگر حکم الٰہی سے مجبور تھی۔ قدرت نے دل بہلانے کے لئے کبھی مسجود ملائکہ بنایا کبھی جنت کے باغات کی سیر میں مشغول رکھا تاآنکہ کچھ عرصہ بعد روح کو قرار حاصل ہو گیا۔

تعلیم اسماء ' فرشتوں کا سجدہ

اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ نے فرشتوں کو خطاب فرمایا تھا۔ انی جاعل فی الارض خلیفۃ تو اس وقت ان کا یہ خیال تھا کہ مخلوقات عالم میں ہم سے زیادہ بزرگ و برتر کوئی مخلوق نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ خودبینی پسند نہ آئی۔ علماء فن تاریخ نے لکھا ہے کہ خطاب مذکور اس وقت ہوا تھا جب ابلیس نے پہلی بار جنات کا قتل عام کیا تھا اور

ابلیس مع اپنے لشکر کے زمین پر آباد تھا۔ اگر مورخین کا یہ قول صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ملائکہ سے مراد ابلیس اور اس کے اعوان و مددگار ہوں گے۔ ممکن ہے کہ ابلیس اور اس کے اعوان و مددگار کو اس بات کا علم ہو گیا ہو کہ حق تعالیٰ جس شخص کو زمین کی خلافت عطا کرنا چاہتا ہے اس کی ذریت باہمی خونریزی کرے گی یا انہوں نے جنات پر آدمیوں کو قیاس کیا ہو۔

بہرحال خلیفہ ارض کے تقرر سے اگر جنات کا اظہار معصیت مراد ہے تو اب جنات کا قصہ پاک ہو گیا۔ ان کی شکایت کیا اور اگر مراد اظہار طاعت ہے تو نحن نسبح بحمدک و نقدس لک لیکن فرشتوں یا عزازیل کو اسرار ربوبیت کی حقیقت کا کیا علم تھا۔ اسی وقت جواب ملا۔ انی اعلم مالا تعلمون ○

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اور اکثر علماء کی رائے ہے کہ فرشتوں کی اس بات سے ان کا مقصد دریافت حکمت تھا یا یہ جواب بنابر اظہار تعجب تھا لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کا یہ سوال غلط فہمی تھا اور انہیں معلوم ہوا کہ ان کا یہ سوال ایک قسم کا گناہ تھا تو وہ اظہار معذرت ۷۰ سال تک کرسی کے گرد لبیک اللھم لبیک اعتذارا الیک لبیک نستغفرک و نتوب الیک پڑھتے ہوئے طواف کرتے رہے۔

اس کے بعد حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اسماء کی تعلیم کی۔ اسماء کے معنی میں بزرگوں کے مختلف اقوال ہیں۔ اسماء سے مراد یا تو اسماء ملائکہ ہیں یا ذریت آدم کے اسماء مراد ہیں۔ بعدازاں حق تعالیٰ نے تمام چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے دریافت کیا۔ انبؤنی باسماء ھؤلاء ان

کنتم صادقین فرشتوں کو ان چیزوں کے ناموں کا علم نہ تھا۔ اپنی عاجزی کا اقرار کرتے ہوئے انہوں نے فوراً کہا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا اس کے بعد جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے ان چیزوں کے نام دریافت کئے تو انہوں نے فرفر بتا دیئے۔

اس کے بعد حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لئے ایک عظیم الشان تخت پیدا کیا۔ اس تخت کے ۸۰۰ پائے تھے اور ایک پائے سے دوسرے پائے کا فاصلہ کئی سال کی مسافت کا تھا۔ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس تخت پر بٹھا کر جنت کے زیورات پہنا کر سر مبارک پر تاج کرامت رکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے حسن و جمال کا یہ عالم تھا کہ آپ جس وقت تبسم فرماتے دانتوں سے نور مبارک چمکتا تھا اور آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر فرشتے انگشت بدنداں تھے۔ اس کے بعد فرشتوں کو حکم دیا کہ اپنے کاندھوں پر اس تخت کو اٹھا کر عرش کے پاس رکھو۔ فرشتوں نے تعمیل حکم کی اس وقت تمام فرشتوں کو حکم ہوا۔ اسجدو الآدم " آدم کو سجدہ کرو " فرشتوں نے فوراً تعمیل حکم کی۔ سب سے پہلے جبرئیل علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ پھر میکائیل علیہ السلام نے پھر اسرافیل علیہ السلام نے پھر عزرائیل علیہ السلام نے اس کے بعد تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اس پر حق تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحی پر مامور کیا۔ میکائیل علیہ السلام کو رزق کی کنجیاں عطا کیں۔ اسرافیل علیہ السلام کو نفخ صور پر مقرر کیا اور عزرائیل کو حبیب سے ملاقات یعنی موت پر متعین کیا۔ اور باقی فرشتوں کو عصمت ابدی عطا فرمائی گئی۔

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود و ملائکہ بنایا۔ یہ سجدہ عبادت کا نہ تھا بلکہ سجدۂ تحیت تھا۔ شریعت محمدی صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پہلے سجدۂ تحیت جائز تھا۔ سجدہ عبادت غیراللہ کے لئے کسی شریعت میں بھی جائز نہ تھا۔

سجدہ سے شیطان کا انکار

فرشتے ۱۰۰ سال تک اور ایک روایت کے مطابق ۵۰۰ سال تک سجدے میں پڑے رہے۔ جب فرشتوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو انہوں نے عزازیل کو کھڑا دیکھا۔ اس کی صورت مسخ ہو چکی تھی۔ فرشتوں نے عزازیل کی یہ حالت دیکھ کر شکرگزاری کے لئے دوسرا سجدہ کیا۔ (نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے اسی وجہ سے شریعت اسلامی میں مقرر ہیں)

فرشتوں کے سجدہ کرنے کے بعد حق تعالیٰ نے ابلیس مردود سے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو اس نے جواب دیا انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین " میں آدم سے برتر و افضل ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے، آگ کا جوہر نورانی ہے اور مٹی کا جوہر ظلماتی ہے۔ نور بہرحال ظلمت پر فوقیت رکھتا ہے۔"

القصہ آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے سے ابلیس کے جسم سے لباس کرامت و پیشوائی اتر گیا۔ لعنت اور رسوائی کا لباس پہنا دیا گیا۔ اور مقام قرب سے اور بہشت بریں سے زمین پر پھینک دیا گیا۔ وہ ابلیس جو سجدہ نہ کرنے سے پہلے تمام فرشتوں سے زیادہ حسین و جمیل تھا اور ہر آسمان پر خصوصی القاب کے ساتھ موسوم تھا۔ صورت مسخ کر کے نہایت بدشکل بنا دیا گیا۔

روایت ہے کہ سب سے پہلے جبرئیل علیہ السلام نے ابلیس پر لعنت کی، پھر میکائیل علیہ السلام نے، پھر اسرافیل علیہ السلام نے، پھر عزرائیل علیہ

السلام نے پھر ساتویں آسمان کے فرشتوں نے، پھر چھٹے آسمان کے فرشتوں نے، اسی طرح درجہ بدرجہ پہلے آسمان تک کے فرشتوں نے لعنت کی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابلیس کو ملعون قرار دینے کے بعد اس کو ایک دریا میں ڈال دیا گیا۔ ۱۰۰ سال تک اس دریا میں غرق رہا۔ ۱۰۰ سال بعد جب اس نے دریا سے اپنا منہ نکالا تو اس کا چہرہ سیاہ اور آنکھیں نیلی تھیں اور اس کی صورت اس قدر ہیبت ناک تھی کہ اگر کوئی شخص اس کو اس شکل میں دیکھ لے تو فوراً مر جائے۔

ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کی تاک میں

القصہ سعادت دینی سے محروم ہونے کے بعد ابلیس دنیاوی کاموں میں مشغول ہو گیا اور حق تعالیٰ سے عرض گزار ہوا۔

رب انظرنی الٰی یوم یبعثون O "یااللہ میری عمر قیامت تک کے لئے بڑھا دے۔" حق تعالیٰ نے اس کو نفخہ صور اول تک کی مہلت عطا فرما دی۔

درازی عمر حاصل کرنے کے بعد ابلیس نے کہا کہ آدم کی وجہ سے ہی یہ تباہی و بربادی مجھ پر آئی ہے۔ فبعزتک لاغوینھم اجمعین تیری عزت کی قسم تمام اولاد آدم کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ حکم ہوا تو عوام کو گمراہ کرے تو کرے لیکن میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی داؤ نہ چل سکے گا۔

تفسیر "کبیر" میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام بصد اعزاز و اکرام ہزار فرشتوں کی جلو میں بہشت بریں میں تشریف لے گئے اس وقت آپ کو ۷۰ بہشتی حلے ملے جو زیب تن کئے ہوئے تھے۔ سر پر زر و جواہر نگار مرصع تاج

تھا۔ موتی اور یاقوت سے مرصع کمر سے بندھا ہوا تھا۔ پھر جس وقت آدم علیہ السلام جنت میں تخت پر جلوہ افروز ہوئے ۷ لاکھ فرشتے دائیں ہاتھ' ۷ لاکھ بائیں ہاتھ اور ۷ لاکھ فرشتے صلوٰۃ اور تحیات آپ کے سر اقدس پر نچھاور کرتے تھے۔ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی سواری جنت میں داخل ہوئی بہشت کے تمام دروازے کھلے ہوئے' تمام چشمے اور ندیاں جاری تھیں۔ بلبل اور طیور خوش نوا چہچہا کر خوش آمدید کے نعرے لگا رہے تھے۔

بہشت میں پہنچنے کے بعد حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خطاب کیا کہ میں نے تجھے اپنی قدرت کے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح خاص تیرے جسم میں ڈالی۔ اب تم بہشت میں آگئے ہو۔ اب تم پر لازم ہے کہ ایک بات کا مجھ سے عہد کرو۔ آدم نے عرض کیا۔ اے پروردگار ضرور ارشاد ہو تاکہ میں اس کا خاص طور پر خیال رکھوں۔ حکم ہوا کہ شیطان کے بہکائے میں نہ آنا اور اس درخت کے قریب نہ جانا۔

وہ گیہوں کا درخت تھا جس کے کھانے کی ممانعت کی گئی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کے سامنے عہد کیا کہ میں حکم الٰہی کی تعمیل کروں گا۔ خلاف ورزی کا مرتکب نہ بنوں گا۔

حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش

بہشت میں آنے کے بعد آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے انگور یا انجیر کھائے۔ بہشتی کھانے اور پھل شوق فرمائے۔ جنت کے باغات اور پھولوں کی سیر کی۔ جنت میں راحت کے سب سامان موجود تھے البتہ کوئی رفیق حیات موجود نہ تھا۔ آدم علیہ السلام اس کی کو محسوس کرتے تھے۔ لیکن ایک روز آدم علیہ

السلام محو خواب تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا۔ حضرت حوا نہایت نازک بدن اور نہایت حسین و جمیل تھیں۔ آدم علیہ السلام خواب سے بیدار ہوئے تو حضرت حوا کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پوچھا تم کون ہو اور یہاں کس لئے آئی ہو؟ عرض کیا حق تعالیٰ نے مجھے تمہارے جسم سے تمہارے ہی لئے پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے فرشتوں کی جماعت کے سامنے حضرت حوا کا نکاح آدم علیہ السلام سے کیا اور گیارہ بار حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا مہر مقرر فرمایا۔

ابلیس کی کامیابی

آدم علیہ السلام جنت میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ابلیس کا داخلہ جنت میں بند تھا۔ آدم علیہ السلام کی عداوت اس کے دل میں مستحکم تھی۔ وہ اس فکر میں تھا کہ کس طرح آدم علیہ السلام کے معاملات میں دخل انداز ہو کر آدم و حوا کے درمیان جدائی پیدا کر دے۔ ابلیس کو معلوم تھا کہ آدم کو جنت کے تمام پھل اور میوے کھانے کی اجازت ہے صرف دانہ گندم کھانے کی ممانعت ہے۔ وہ اس بات سے بہت خوش تھا کہ میں اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو کر رہوں گا۔ چنانچہ زمین سے پرواز کر کے دروازہ جنت پر جا بیٹھا اور اس انتظار میں رہا کہ اندر سے کوئی باہر آئے تو اس سے بات چیت کرے۔ بڑے عرصہ تک انتظار میں بیٹھا رہا۔ اتفاقاً طاؤس جو اس وقت جنت کا ایک افسر تھا باہر آیا۔ ابلیس نے اس سے خوب چکنی چپڑی باتیں کیں۔ طاؤس نے اس کی باتیں سن کر کہا کہ میں تو تمہیں جنت میں پہنچانے سے معذور ہوں البتہ سانپ میرا دوست ہے میں اس سے ذکر کروں گا' شاید تیرا

کام ہو جائے۔ کچھ دیر بعد سانپ جنت سے باہر آیا تو ابلیس نے اپنی فسوں کاری سے اسے رام کر لیا۔ مگر سانپ نے کہا کہ جنت کے دروازے پر پہرے دار بیٹھے ہیں ان کی موجودگی میں تجھے اندر لے جانے کی کیا تدبیر کروں۔ ابلیس نے سانپ کو مشورہ دیا کہ تو مجھے اپنے منہ میں بٹھا لے۔ میں اس صورت میں جنت میں پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ سانپ نے ایسا ہی کیا۔

سانپ جونہی اندر داخل ہوا پہرہ داروں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ اس کو باہر نکالو مگر خدا کا حکم ہوا کہ اس کو آنے دو اس سے کئی کام لینے ہیں۔

اب ابلیس دلجمعی کے ساتھ جنت کی راہ سے آدم علیہ السلام اور حوا کے پاس گریہ و زاری کرتا ہوا گیا۔ آدم علیہ السلام اس کو شناخت نہ کر سکے۔ پوچھا تو کون ہے تجھ پر کیا افتاد پڑی ہے۔ گریہ و زاری کا کیا سبب ہے؟ ابلیس نے کہا کہ میں اس غم کی وجہ سے رو رہا ہوں کہ تم اس وقت جنت میں بڑی عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہو مگر تمہیں جنت میں ہمیشہ رہنا نصیب نہ ہو گا۔ انجام کار جنت سے نکال دیئے جاؤ گے اور زندگی کی نعمت سے موت کی مکروہ ترین تکلیف میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔ یہ بات کہہ کر ابلیس آدم علیہ السلام کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔ آدم علیہ السلام یہ بات سن کر فکر میں پڑ گئے۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ کر کہنے لگا کہ اگر تم میری بات پر اعتماد کرو تو میں تمہیں ایک ایسا درخت بتادوں جس کا پھل کھانے سے ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہنا نصیب ہو اور ہمیشہ زندگی بھی قائم رہے۔ ابلیس نے طاؤس سے کہا کہ ذرا مجھے شجرۃ الخلد بتا دے۔ ابلیس نے اس درخت کے پاس جا کر پھر رونا پیٹنا اور کہنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے اسی لئے منع کیا ہے کہ اسے یہ بات منظور نہیں کہ تم ہمیشہ جنت میں رہو۔ یا تمہیں

موت کا ذائقہ چکھنا نہ پڑے۔ حضرت حوا اس درخت کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ شیطان کے نوحہ و زاری کی آواز سن کر اس کے قریب آئیں۔ ابلیس نے قسمیں کھا کر حضرت حوا کو اپنی باتوں پر یقین دلا دیا۔ حضرت حوا نے اس درخت کے دو خوشے توڑے۔ ایک تو اسی وقت کھا لیا اور دوسرا آدم علیہ السلام کے پاس لے کر آئیں اور ان سے کہا دیکھو یہ کتنا مزیدار پھل ہے' میں نے بھی کھایا ہے تم بھی کھا لو۔ آدم علیہ السلام نے کہا تمہیں خدا کا عہد یاد نہیں رہا۔ تمہیں خدا کے عذاب سے ڈر نہیں لگتا۔ حوا نے کہا اے آدم اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں ہے اللہ تعالیٰ ہماری لغزش معاف کر دے گا۔

حضرت آدم و حضرت حوا کا جنت سے نکلنا

الغرض بڑی دیر کے بحث و مباحثہ کے بعد حضرت حوا نے خوشہ گندم حضرت آدم علیہ السلام کو بھی کھلا دیا۔ فرط لذت سے کھاتے وقت حضرت آدم علیہ السلام بھی اپنا عہد بھول گئے۔ جونہی یہ دانہ گندم آدم علیہ السلام کے معدہ میں پہنچا ان کے جسم سے خود بخود بہشت کا لباس اتر گیا۔ سر سے تاج کرامت بھی اتر کر پرندہ کی طرح اڑ گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کی کمر سے وضع پٹکا کھول دیا۔ اب حضرت آدم و حضرت حوا دونوں جنت میں ننگے کھڑے رہ گئے۔ حضرت آدم و حضرت حوا نے شرم کے مارے جس درخت سے پناہ مانگی وہ ان کو دیکھ کر بھاگنے لگا۔ عناب کے درخت کی ایک شاخ آپ کے بالوں میں الجھ گئی۔ اس نے آپ کے سر کے بال پکڑ لئے' آدم علیہ السلام نے کہا میرے سر کے بال چھوڑ دے۔ عناب کے درخت نے کہا مجھے خدا کا حکم ایسا ہی ہے۔ میں اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا' ورنہ میں بھی

تمہارے جیسا خطاکار قرار پاؤں گا۔ آدم علیہ السلام یہ بات سن کر رونے لگے۔

اسی دوران میں حق تعالیٰ کی ندا آئی این انت یا آدم " اے آدم تم کہاں ہو ؟ " آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار اس درخت میں ننگا بندھا ہوا کھڑا ہوں۔ ندا آئی کہ یہ سب کچھ نتیجہ اور ثمرہ گناہ کے ارتکاب کا ہے۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آدم و حوا اور ان کے دشمنوں کو جنت سے نکال دو۔ آدم علیہ السلام نے ہر درخت سے کہا کہ ستر پوشی کے لئے مجھے پتے دیدو' سب درختوں نے انکار کر دیا مگر انجیر کے درخت نے انکار نہ کیا۔ آدم و حوا نے انجیر کے پتوں سے اپنی ستر پوشی کی۔

" عرائس ثعلبی " میں ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی سے آدم علیہ السلام ان دس عقوبتوں میں مبتلا ہوئے۔

۱ ... اول عتاب الٰہی کہ میں نے تمہیں اس درخت کو کھانے سے منع کیا تھا تم نے خلاف ورزی کیوں کی۔

۲ ... جنت کا لباس اتار لیا گیا اور وہ جنت میں ننگے کھڑے رہ گئے۔

۳ ... خوشہ گندم کھانے سے پہلے آدم علیہ السلام کا جسم چاندی کی طرح روشن اور چمک دار تھا۔ مگر خوشہ گندم کھانے کے بعد ست اور تاریک ہو گیا۔

۴ ... یہ کہ آدم علیہ السلام قرب خداوندی سے محروم ہو گئے۔

۵ ... یہ کہ آدم و حوا ۱۰۰ سال تک ایک دوسرے سے جدا رہے اور ایک دوسرے کی فرقت سے پیچ و خم کھاتے رہے۔

۶ ... یہ کہ آدم' اولاد آدم اور شیطان کے درمیان عداوت روز قیامت تک کے لئے مستحکم ہو گئی۔

۷ ... یہ کہ آدم علیہ السلام خطا کار کہلائے۔
۸ ... یہ کہ شیطان کو ان پر اور ان کی اولاد پر تسلط عطا کیا گیا۔
۹ ... یہ کہ دنیا کو اولاد آدم علیہ السلام کے لئے قید خانہ بنا دیا گیا۔
۱۰ ... یہ کہ اولاد آدم کو قسم قسم کی مشقتوں میں لگا دیا گیا بغیر مشقت کے ان کو روٹی ملنی دشوار ہو گئی۔

اس کے بعد حضرت حوا کو ندا آئی کہ تو کہاں ہے؟ حضرت حوا نے درد و غم ناک آواز میں جواب دیا کہ میں یہاں ننگی کھڑی ہوں۔ ندا آئی یہ سب اس گناہ کی نحوست ہے جو تجھ سے سرزد ہوا ہے۔ تو نے آدم کو دانہ گندم کھلا کر اس مصیبت میں مبتلا کیا۔ حضرت حوا نے عرض کیا پروردگار میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ تیرا بندہ تیری جھوٹی قسم کھائے گا۔ ندا آئی، تو بھی جنت سے نکل۔ اس گناہ کی پاداش میں تو اور تیری اولاد ان پندرہ مصیبتوں میں مبتلا رہے گی۔

۱ ... یہ کہ تمہارے پیٹ اور شرم گاہ سے نجاست یعنی حیض و نفاس کا خون نکلا کرے گا۔
۲ ... کہ ۹ مہینے حمل کا بار اٹھانا پڑے گا۔
۳ ... بچہ کی پیدائش کے وقت سخت تکلیف ہوا کرے گی اور ہر مرتبہ بچہ جننے کے وقت اس کا سامنا کرنا پڑے گا۔
۴ ... شوہر کی وفات کے بعد عدت کرنی پڑے گی۔
۵ ... شوہر کا حکم ماننا پڑے گا۔
۶ ... طلاق دینے کا حق صرف مردوں کو ہو گا عورتوں کو نہیں۔
۷ ... مال میراث میں بہت کم حصہ ملا کرے گا۔

۸ ... ایک عورت کی گواہی شرعاً ناقص ہو گی ۔

۹ ... عورتوں کی عقل بہت کم ہوا کرے گی ۔

۱۰ ... مردوں کو ممانعت ہو گی کہ وہ عورتوں کو سلام نہ کیا کریں۔

۱۱ ... عورتیں جمعہ اور جماعت سے محروم رہیں گی۔ (عورتوں پر جمعہ کی نماز اور جماعت سے پڑھنا واجب نہیں)

۱۲ ... کوئی عورت نبی نہ بنائی جائے گی ۔

۱۳ ... عورتوں کا دین بہ نسبت مردوں کے ناقص ہو گا۔

۱۴ ... عورتیں حکومت اور سلطنت کے حق سے محروم رہیں گی۔ عورتوں کا حکم نافذ نہ ہو گا۔

۱۵ ... کسی عورت کو بغیر محرم کی سفر کرنا جائز نہ ہو گا۔

شیطان مبتلائے عقوبت

۱ ... یہ کہ زمین سے آسمان تک کی خلافت اور بہشت کے خزانچی کے عہدہ سے معزول کر دیا گیا۔

۲ ... حق تعالیٰ کے قرب سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا گیا۔

۳ ... یہ کہ اس کی صورت مسخ کر دی گئی ۔

۴ ... یہ کہ اس کا نام عزازیل سے ابلیس مقرر کر دیا گیا۔

۵ ... تمام گناہ گار اور بداعمال لوگوں کا اس کو مشیر اور مقتدا بنا دیا گیا۔

۶ ... یہ کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا۔

۷ ... معرفت الٰہی کی دولت اس سے سلب کر لی گئی۔

۸ ... یہ کہ ابلیس کے لئے توبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

۹ ... یہ کہ ابلیس سے نیک کام کا وقوع غیر ممکن بنا دیا گیا۔

۱۰ ... یہ کہ اس کو دوزخیوں کا خطیب بنا دیا گیا اور دوزخ میں دوزخیوں کے سامنے رحمت الٰہی سے دوری کے بارے میں تقریر کیا کرے گا۔

اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے طاؤس کا سر پکڑ کر جنت سے باہر پھینک دیا۔ اس وقت طاؤس کے ۶۰۰ بازو رنگارنگ کے تھے۔ اس کے بعد سانپ کو بھی جو ایک خوبصورت جانور تھا مسخ کر کے اور اس کے منہ میں زہر ہلاہل کی پوٹلی پیدا کر کے زمین پر پھینک دیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کے سر کے بال اس درخت سے چھڑا کر بہشت سے باہر نکال دو۔ آدم علیہ السلام روتے ہوئے عرض کرنے لگے۔ پروردگار تو نے مجھے اپنی قدرت کے ہاتھ سے پیدا کیا' مجھ میں اپنی روح ڈالی' مجھے مسجود ملائکہ بنایا۔ بہشت میں رہنے کے لئے مقام عطا فرمایا۔ ایک ذرا سی لغزش میں یہ سب اعزاز مجھ سے چھین لئے گئے۔ حکم ہوا آدم کو جنت سے باہر لے جاؤ۔ آدم علیہ السلام نے ہر چند منت سماجت کی' تمام انبیاء کے واسطے دیئے' مگر بارگاہ رب العزت سے یہی حکم ہوا کہ آدم کو جنت سے نکال دو۔

آخر میں جب آدم علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیا تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ میرے بندے کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ اور آدم کو شفقت و عنایت کے لہجہ میں خطاب ہوا۔ آدم زمین پر جاؤ۔ تمہاری خلافت اور آبادکاری کے لئے ہی میں نے زمین پیدا کی ہے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر میں توبہ کروں تو آپ میری توبہ قبول فرما کر مجھے پھر بہشت میں مقام عطا فرمائیں گے۔ حکم ہوا ہاں تمہاری توبہ بھی قبول کروں گا اور

بہشت بھی عطا کروں گا۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتار دیا۔ آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی حضرت حوا' سانپ اور طاؤس بھی زمین پر اتار دیئے گئے۔ آدم علیہ السلام کوہ سراندیپ' حضرت حوا جدہ اور طاؤس اصفہان میں اتارا گیا۔

آدم علیہ السلام کا سراندیپ میں نزول

آدم علیہ السلام کو سراندیپ پہاڑ پر چھوڑ کر جبرئیل علیہ السلام واپس گئے تو آدم علیہ السلام نے شدت غم و الم سے رونا شروع کر دیا۔ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام ۳۰۰ برس تک اس قدر روئے کہ سراندیپ پہاڑ پر آپ کے آنسوؤں سے دریا رواں ہو گئے۔ اضطراب اور بے چینی کے باعث سر' ہاتھ اور گھٹنوں کا گوشت باقی نہ رہا۔ آخر سانپ' طاؤس اور زمین کے تمام وحوش اور طیور کو حکم ہوا کہ جاؤ آدم کی مزاج پرسی کرو۔ تمام پرندے' چرندے اور درندے آدم علیہ السلام کی مزاج پرسی کے لئے آئے۔ مگر وہ اپنے غم میں اس درجہ مبتلا تھے کہ انہوں نے سر بھی نہ اٹھایا۔ آخر مایوس ہو کر تمام وحوش و طیور یہ کہتے ہوئے واپس ہو گئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آدم علیہ السلام کی نحوست سے ہم بیماری میں مبتلا ہو جائیں۔ آدم علیہ السلام نے جب یہ کلمات حیوانات کی زبان سے سنے تو ان کے رنج و الم کی کوئی انتہا نہ رہی' روتے ہوئے کہنے لگے۔ اے پروردگار! کیا آسمان والوں کی سرزنش میرے لئے کافی نہ تھی کہ اب اہل زمین بھی مجھے برا بھلا کہنے لگے ہیں۔ یہ بات سن کر حق تعالیٰ نے ازراہ کرم ان کی توبہ قبول فرمائی۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام سرزمین سراندیپ پر اترے تو آپ نے جنت کے پتوں سے ستر پوشی کر رکھی تھی۔ کچھ دنوں بعد جب وہ پتے خشک ہو گئے اور ہوا کے زور سے وہ اطراف زمین پر پھیل گئے، گرم مصالحے اور تمام خوشبودار چیزیں انہیں جنت کے پتوں کی پیداوار ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو نماز کا حکم

"کشف الاسرار" میں حافظوا علی الصلوۃ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آدم دن کے آخری حصے میں غروب آفتاب سے پہلے زمین پر اترے تھے۔ جب تک دن کی روشنی رہی آدم نے آرام کیا۔ مگر غروب ہوتے ہی تاریکی شب سے ان کو بڑی تکلیف محسوس ہوئی۔ اس سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے نہ رات دیکھی تھی، نہ تاریکی، سخت گھبرائے۔ بیوی بھی پاس نہ تھی کہ اس سے باتیں کرتے۔ آہ آہ کر کے مناجات باری سبحانہ میں مصروف ہو گئے اور ساری رات گریہ و زاری کرتے رہے۔ صبح ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو تاریکی دفع ہونے اور نور پھیلنے کی بشارت دی اور حکم دیا کہ دو رکعت نماز پڑھو۔ ایک تو یہ کہ ہجر و فراق کی رات بسر ہو گئی، دوسرے یہ کہ دن کا نور ظاہر ہونے لگا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی۔ امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت آدم علیہ السلام کی اتباع میں دو رکعت نماز فجر فرض ہے۔

اسی تفسیر میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا

میں سب سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی اور یہ واقعہ اس روز کا ہے جس روز ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا چاہا تھا' وہ وقت آفتاب کے زوال کا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعت نماز اس طریقہ سے پڑھی تھی کہ پہلی رکعت اللہ تعالیٰ کی توفیق کا اظہار تشکر تھا اور دوسری رکعت تصدیق کا شکرانہ تھا اور تیسری رکعت خدا کا شکریہ تھا اور چوتھی رکعت خدا کا اظہار تشکر تھا۔ حق تبارک وتعالیٰ نے ذبح اسماعیل کے سلسلہ میں ابراہیم علیہ السلام کی ان چار نعمتوں کو نوازا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر نعمت کے شکرانہ میں ایک رکعت نماز پڑھی۔ امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ظہر کی چار رکعت نماز فرض ہے۔

دنیا میں سب سے پہلے عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی تھی۔ یہ واقعہ اس روز کا ہے جس روز آپ مچھلی کے پیٹ سے آیت کریمہ کی برکت سے باہر آئے تھے۔ جس وقت مچھلی نے آپ کو اپنے پیٹ سے باہر نکال کر زمین پر ڈالا تھا وہ وقت عصر کا تھا چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو چار تاریکیوں سے نجات عطا فرمائی تھی اس لئے آپ نے چاروں تاریکیوں کے دور ہونے کے شکرانہ میں چار رکعت نماز ادا کی۔

سب سے پہلے مغرب کی نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پڑھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ شکم مادر میں ہی توریت و انجیل پڑھ چکے تھے۔ گہوارہ میں باتیں کیا کرتے تھے مگر آپ کی قوم اتنی سرکش تھی کہ ان معجزات کو دیکھ کر بھی راہ راست پر نہیں آتی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حسب و نسب کے بارے میں تو وہ معترض تھے ہی انہوں نے بجائے ایک خدا کے تین خدا ماننے شروع کر دیئے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان حالات کی خبر دی وہ وقت مغرب کا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فوراً اٹھ کر بارگاہ خداوندی میں عفو و رحمت کی درخواست کی اور تین رکعت نماز پڑھی۔ پہلی رکعت سے اپنی ربوبیت کے دعویٰ کو رد کیا۔ کہ تو ہی خدا بزرگوار ہے' میں تیرا بندہ گنہگار ہوں اور دوسری رکعت سے اپنی والدہ کی ربوبیت کی نفی کی کہ تو ہی خدا برحق ہے۔ میری والدہ تیری ایک ادنیٰ پرستار ہے۔ اور تیسری رکعت سے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کیا کہ خدا برحق ہے۔ تیری ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں۔

عشاء کی نماز سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت پڑھی تھی جب وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی ملازمت کے دن پورے کر کے ارض مدین سے نکل کر راہی وطن ہوئے۔ ایک منزل ہی چلے تھے کہ رات ہو گئی' آندھی چلنے لگی اور بارش ہونے لگی۔ بیوی کو درد زہ ہونے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پریشانی کے عالم میں کبھی اٹھتے تھے تو کبھی بیٹھتے تھے۔ کبھی لیٹ جاتے تھے' کبھی سر گھٹنوں پر رکھ کر بیٹھ جاتے تھے' کبھی سر زمین پر رکھ کر بارگاہ ربوبیت سے مدد کی درخواست کرتے تھے۔ اسی دوران میں کوہ طور کی جانب ان کی نظر اٹھی تو روشنی نظر آئی۔

اس روشنی میں سے اللہ تعالیٰ کی آواز آئی انی انا اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت چار غموں میں مبتلا تھے۔ بیوی کا غم' بچوں کا غم' بھائی کا غم' روشنی کا غم۔ حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ موسیٰ تو کسی بات کا غم نہ کر۔ میں ہوں غم سے نجات دینے والا۔ موسیٰ علیہ السلام اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان چاروں نعمتوں کے شکر میں چار رکعت نماز ادا کی۔

حضرت آدم و حضرت حوا کی ۲۰۰ سالہ جدائی

معارج النبوت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام جنت اور اس کی نعمتوں کے چھن جانے کے غم میں ۲۰۰ سال تک روتے رہے اور ۱۰۰ سال تک قربت نہ کی اور ۴۰ سال تک دانہ پانی کے پاس نہ گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو کپڑا تیار کرنے کی تعلیم

حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کی اس حالت کو جب ۳۰۰ سال گزر گئے تو ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئے' مزاج پرسی کی اور بارگاہ رب العزت میں واپس جاکر حال عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت سے دو جوڑے بھیڑ کے' دو بکری کے' دو اونٹ کے اور دو جوڑے گائے کے لے جاؤ۔ ان چاروں جوڑوں سے جب بچے پیدا ہوئے تو حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ بھیڑ کا ایک جوڑا ذبح کر لو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بھیڑوں کو ذبح کر ڈالا اور حضرت حوا نے ان کی اون بانٹی۔ اسی اون سے حضرت آدم علیہ السلام کا ایک جبہ تیار ہوا اور ایک ہی حضرت حوا کا تیار ہوا۔ اس طرح ایک مدت دراز کے بعد حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو گرمی اور سردی کی تکلیف سے نجات ملی۔

کھیتی باڑی کی تعلیم

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے شکایت کی کہ میرے تمام بدن میں چیونٹیاں سی رینگتی ہوئی معلوم ہوتی

ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا بھوک کی وجہ سے ایسا معلوم ہو رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا پھر اس بھوک کا کیا علاج ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا میں ابھی اس کا انتظام کرتا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ کہہ کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں جبرئیل علیہ السلام دو بیل اور کاشتکاری کے آلات لے کر آئے۔ ایک تھیلی میں تین دانے گندم کے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ان میں دو دانے تمہارے ہیں اور ایک حوا کا ہے۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے زمین میں ہل چلایا اور تینوں دانے بو دیئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے حصے کے جو دانے تھے ان سے گیہوں پیدا ہوئے اور حضرت حوا کے حصے سے جو پیدا ہوئے۔ کھیتی تیار ہو گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام بھوک سے بیتاب تھے' چاہتے تھے کہ کیوں نہ گیہوں کے سبز دانے ہی کھا لئے جائیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا ابھی دانے خشک نہیں ہوئے ذرا انہیں خشک ہو جانے دو اس کے بعد ابھی کچھ اور کام باقی ہے۔ القصہ جب دانے خشک ہو گئے تو ان کو بیلوں نے گاہا اور دو پتھروں کے درمیان پیس کر آٹا تیار کیا اور پانی سے خمیر کر کے اور ایک گڑھے میں آگ روشن کر کے روٹی بنا کر آگ پر رکھ دی۔ حضرت آدم علیہ السلام بھوک کی وجہ سے بیتاب ہو رہے تھے۔ روٹی پک کر تیار ہو گئی تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا ذرا دیر اور صبر کرو۔ ابھی سورج غروب ہونے میں تین گھنٹے باقی ہیں۔ سورج غروب ہونے کے بعد کھانا۔ روزہ افطار کرنے کا وقت بعد غروب آفتاب کے ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اس عمل کا کیا ثواب ملے گا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کے عوض تین دولتیں کرامت فرمائے گا۔

۱... حق تعالیٰ خطا معاف کر دے گا۔ عذاب نہ دے گا۔

۲... خدا تم سے خوش ہو جائے گا اور خدا تم پر غصہ نہ کرے گا۔

۳... اللہ تعالیٰ تم کو بہشت میں داخل کر کے پھر باہر نہ نکالے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے سوال کیا کہ کیا یہ نعتیں صرف میرے لئے مخصوص ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا نہیں۔ تمہاری جو اولاد یہ عمل کرے گی اس کو بھی حق تعالیٰ یہ نعتیں عطا فرمائے گا۔ الغرض غروب آفتاب کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ ان روٹیوں میں سے پہلے حوا کا حصہ نکال کر ان کو دے آؤں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا' اس کے بعد روٹی کھائی۔ پیاس لگی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا۔ جبرئیل اسی وقت کدال لے کر آئے اور آدم علیہ السلام سے کہا کہ اس سے زمین میں گڑھا کھودو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق گڑھا کھودا' پانی نکل آیا۔ پانی پی کر حضرت آدم علیہ السلام کے دل کو سکون و قرار نصیب ہوا۔

توبہ قبول

" معارج النبوت " میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو تین سو سال روتے روتے گزر گئے تو حضرت آدم علیہ السلام کہتے تھے۔ یاالٰہی تو اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ یہ گناہ میں نے عموماً نہیں کیا۔ بھول سے سرزد ہو گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے چند کلمات القا فرمائے جس کے سبب ان کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حق

تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی۔

"اے پروردگار! بحرمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گناہ بخش دے۔"

حق تعالیٰ نے فرمایا۔ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیونکر جانا۔ عرض کیا اے پروردگار جس روز تو نے مجھے پیدا کیا تھا اور میرے بدن میں روح ڈالی تھی۔ میری آنکھ کھلتے ہی عرش پر نظر پڑی تھی۔

عرش پر لکھا ہوا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ دیکھتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل مخلوقات میں سے ہیں۔ اسی سبب سے تو ان کا نام تیرے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ قسم ہے میری عزت و جلال کی محمد رسول اللہ پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری اولاد میں سے ہیں اگر محمد ﷺ نہ ہوتا تو میں تمہیں بھی کبھی پیدا نہ کرتا چونکہ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اپنی خطا کی معافی چاہی ہے۔ میں نے تمہارا گناہ معاف کر دیا۔

دعائے حضرت آدم علیہ السلام

مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی۔ لا الٰہ الا انت سبحانک و بحمدک رب عملت سوء وظلمت نفسی فاغفرلی فانت خیر الغافرین لا الٰہ الا انت سبحانک و بحمدک رب عملت سوء و ظلمت نفسی فتب علی انک انت التواب الرحیم ○

حضرت خواجہ حسن بصری، مجاہد، عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں

کہ جو کلمات حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو القا فرمائے تھے وہ یہ تھے۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین ○ قرآن مجید میں بھی انہی کلمات کا ذکر موجود ہے۔

بیت اللہ شریف زمانہ آدم علیہ السلام میں

تفسیر " بحرالمواج " میں ہے کہ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اترے ان کا قد اتنا لمبا تھا کہ جب وہ کھڑے ہوتے تھے تو ان کا سر آسمان سے لگ جاتا تھا۔ فرشتوں کی تسبیح سنتے تھے۔ عجائبات آسمانی کا مشاہدہ کرتے تھے۔ پھر گھٹتے گھٹتے آپ کا قد ٦٠ گز رہ گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے وحشت کی شکایت کی تو حق تعالیٰ نے جنت کا ایک مکان جو بہشتی یاقوت سے بنا ہوا تھا جس کے دو دروازے زمرد کے تھے اس جگہ پر اتارا جہاں اس وقت بیت اللہ شریف واقع ہے۔ اس مکان کے دو دروازے ایک شرقی اور دوسرا غربی تھے۔ اس مکان میں نور کے قندیل آویزاں تھے۔ یہ مکان اتنا صاف اور شفاف تھا کہ اندر سے باہر کی چیز اور باہر سے اندر کے چیز بالکل صاف دکھائی دیتی تھی۔ اور اس مکان پر زبرجد سبز کا ایک خیمہ لگا ہوا تھا جس کی طنابیں خالص سونے کی تھیں۔

اس مکان کے نازل ہونے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ زمین پر میرا ایک گھر ہے وہاں شب و روز فرشتے طواف کرتے ہیں۔ تم بھی اس مکان کے طواف کے لئے جاؤ۔ تمہاری دعا قبول ہو جائے گی۔ حج کا ثواب ملے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام فوراً بیت اللہ شریف کے قصد سے تیار ہو گئے۔ ایک فرشتہ نے رہنمائی کی۔ حضرت آدم علیہ السلام راستے میں جس

جگہ قیام فرماتے یا جس جگہ آپ کا قدم زمین پر پڑتا وہ جگہ سرسبز ہو جاتی تھی۔
روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ایک قدم کا دوسرے قدم سے فاصلہ
تین دن رات کی مسافت تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا حج اور حضرت حوا سے ملاقات

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے مطابق افعال حج ادا کرنے کے بعد
حضرت آدم علیہ السلام کوہ عرفات پر تشریف لائے۔ حضرت حوا بھی آدم علیہ
السلام کی تلاش میں جدہ سے چل پڑی تھیں۔ میدان عرفات میں دونوں کی
ملاقات ہوئی۔ ایک دوسرے کو پہچانا' اللہ تعالیٰ نے اس دن کا نام عرفہ رکھ دیا۔
عرفات سے چلے ہی تھے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے دریافت کیا
کہو اب تمہاری کیا آرزو ہے ؟

حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ خدا کی مغفرت اور رحمت کا
خواستگار ہوں۔ جس مقام پر فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے گفتگو کی
تھی اس مقام کا نام منیٰ تجویز کیا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہو گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام
ہنسی خوشی حضرت حوا علیہا السلام کے ساتھ عرفات سے ہندوستان سرانديپ پہاڑ
پر واپسی کے لئے روانہ ہو گئے۔

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ
السلام سرانديپ سے بہ قصد زیارت بیت اللہ شریف چار مرتبہ پاپیادہ تشریف
لے گئے اور چالیس حج ادا کئے۔ لوگوں نے حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ سے
سوال کیا کہ پیادہ جانے کی کیا وجہ تھی ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کونسی سواری

آپ کے وزن کو برداشت کر سکتی تھی۔ اس زمانہ میں دنیا میں نہ کوئی آبادی تھی، نہ کوئی شہر، نہ قصبہ، بیت المعمور کے سوا دنیا میں کوئی مکان بنا ہوا موجود نہ تھا۔

تفسیر "مدارک" میں ہے کہ بیت المعمور طوفان نوح کے زمانہ میں تیسرے آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا اور وہ خانہ کعبہ کی عین محاذات میں آسمان پر موجود ہے۔ ہر روز ۷۰ ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں۔

بیت اللہ شریف کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرو مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے فرشتوں نے زمین پر بیت اللہ تعمیر کیا تھا اور ہر روز اس کا طواف کرتے تھے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں سب سے پہلے بیت اللہ تعمیر کیا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ وہی بیت اللہ شریف تھا جس کو حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی مدد سے تعمیر کیا تھا۔ جب اس کی عمارت منہدم ہو گئی تو اسی بنیاد پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نئے بیت اللہ کی تعمیر کی۔ یہ تعمیر جب ویران ہو گئی تو قبیلہ جرہم نے اس مکان کو از سر نو بنایا۔ اس کے بعد عمالقہ نے تعمیر کیا۔ پھر قریش نے از سر نو تعمیر کیا۔ آخر میں حجاج بن یوسف نے۔

علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ بیت اللہ شریف کی شرافت اور بزرگی روشن اور اظہر من الشمس ہے۔ بیت اللہ شریف مسلمانوں کا قبلہ ہے اور بالخصوص حجاج کا شوق زیارت ناقابل بیان ہے۔ اس خدا کے گھر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جس کسی خانہ خراب نے اس گھر کو تباہ اور خراب کرنے کا ارادہ کیا وہ خود ہی تباہ و برباد ہو گیا۔ قصہ اصحاب فیل اس امر پر شاہد

ہے۔ اس کے علاوہ ایک خصوصیت بیت اللہ شریف کی یہ بھی ہے کہ اس کی چھت کے اوپر سے کوئی پرندہ پرواز نہیں کر سکتا۔ بیت اللہ شریف کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ دن اور رات کے ۲۴ گھنٹوں میں ایک گھنٹہ ایسا نہیں ہوتا جس میں کوئی نہ کوئی بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرتا ہو۔ ایک خصوصیت بیت اللہ شریف کی یہ بھی ہے کہ ہر جمعہ کی رات کو تمام اولیاء اللہ بیت اللہ شریف میں حاضر ہوتے ہیں۔ انسانوں کے علاوہ جنات بھی طواف کرتے ہیں۔ "انوار التنزیل" میں ایک خصوصیت یہ بھی مذکور ہے کہ ارض حرم کے درندے و دیگر وحوش کے ساتھ ملے جلے رہتے ہیں کسی کو ستاتے نہیں۔

افزائش نسل

" معارج النبوت " میں ہے کہ طویل عرصہ کی مفارقت کے بعد حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا راحت و آسائش سے رہنے لگے۔ روایت ہے کہ حضرت حوا چالیس بار حاملہ ہوئیں۔ ہر حمل سے دو بچے یعنی ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی۔ حضرت حوا کے شکم سے پہلے حمل سے قابیل اور اس کی بہن اقلیمیا پیدا ہوئی۔ اور سب سے آخر حمل میں عبدالمغیث اور اس کی بہن امتہ الغیث پیدا ہوئی تھی۔ تفسیر" زاہدی اور بحرالموارج میں لکھا ہے کہ حضرت حوا پانچ سو بار حاملہ ہوئی تھیں۔ ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی۔ مگر حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے تھے۔ بہرحال دوسرے حمل سے ہابیل اور اس کی بہن لیوذا پیدا ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن بھائی کا نکاح جائز تھا۔ بشرطیکہ وہ دونوں بہن بھائی ایک ساتھ پیدا نہ ہوئے ہوں۔ قابیل اور ہابیل اور ان کی بہنیں جب جوان ہو گئیں

تو حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کی بہن کو ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کی بہن کو قابیل کے ساتھ منسوب کیا۔ قابیل کی بہن بہت حسین و جمیل تھی' ہابیل کی بہن اس درجہ حسین نہ تھی۔ قابیل نے باپ کے فیصلہ کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔

ہابیل کا قتل

قابیل نے کہا کہ میری بہن نہایت حسین و جمیل ہے۔ ہابیل کی بہن اس کے مقابلے میں بدصورت ہے۔ اس کے علاوہ میرا حمل جنت میں رہا تھا اور ہابیل اور اس کی بہن زمین کی پیدائش ہیں۔ اس لئے اپنا نکاح اپنی بہن اقلیما سے کروں گا' لہٰذا مجھے پسند نہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا مجھے خدا نے اسی طرح حکم دیا ہے میں اس میں تصرف نہیں کر سکتا۔ قابیل نے حضرت آدم علیہ السلام کی بات نہ مانی۔ مجبور ہو کر حضرت آدم علیہ السلام نے کہا تم دونوں یعنی قابیل و ہابیل خدا کے نام پر قربانی پیش کرو۔ تم دونوں میں سے جس کی قربانی خدا کے یہاں قبول ہو جائے گی اسی کے ساتھ اقلیما کا نکاح کر دیا جائے گا۔ قابیل اور ہابیل دونوں نے قربانیاں دیں۔ ہابیل کی قربانی کو آگ کھا گئی۔ ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی۔ قابیل کی قربانی رد ہو گئی۔ قابیل اس واقعہ سے بڑا دل افروختہ ہوا۔ آخر ایک روز موقع پا کر قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔

تفسیر " معالم التنزیل " میں ہے کہ قابیل کو قتل کرنے کا طریقہ معلوم نہ تھا۔ ابلیس نے انسانی صورت میں قابیل کو قتل کرنے کا طریقہ اس طرح بتلایا کہ اس نے ایک مرغ کو پکڑ کر اس کا سر پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر

سے اس کا سر کچل دیا۔ قابیل نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت ہابیل کی عمر ۲۰ سال تھی۔ قتل کرنے کے بعد قابیل حیران تھا کہ اس مردہ جسم کو کیا کروں۔ چار روز تک کندھے پر اٹھائے پھرتا رہا۔ نعش میں تعفن پیدا ہونے لگا۔ سباع و طیور قابیل پر حملہ کرنے لگے۔ آخر تنگ ہو کر قابیل نے فریاد کی کہ ہابیل کی نعش کو کیا کروں۔ اللہ نے اسی وقت دو کوے بھیجے۔ ان دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ ایک کوا مارا گیا۔ دوسرے کوے نے چونچ سے زمین کھود کر مردہ کوے کو دفن کر کے خاک سے چھپا دیا۔ کوؤں کا یہ واقعہ درحقیقت قابیل کی تعلیم کے لئے تھا کہ تو بھی گڑھا کھود کر اس میت کو دفن کر کے خاک میں چھپا دے' چنانچہ قابیل نے ایسا ہی کیا اور اس نعش کو اٹھائے اٹھائے پھرنے کی مصیبت سے نجات ملی۔

تفسیر " زاہدی " میں ہے کہ جس روز قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام حج کو تشریف لے گئے تھے۔ اس گناہ کی نحوست سے درختوں کے پھل خشک ہو گئے اور بعض درختوں پر کوئی پھل باقی نہ رہا۔ درختوں پر کانٹے پیدا ہو گئے۔ وحوش وطیور جو آج تک آدمیوں سے الفت و محبت رکھتے تھے وہ بھی انسانوں سے دور بھاگنے لگے۔ دنیا میں ایسی آندھی آئی کہ تمام زمین تاریک ہو گئی۔ آدم علیہ السلام نے اس انقلاب کو دیکھ کر جبرئیل امین سے پوچھا کیا بات ہے آج یہ کیسا انقلاب ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ تمہارے لڑکے قابیل کے عمل بد کی نحوست ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو یہ سن کر رنج ہوا۔ حج سے واپس آکر قابیل سے دریافت کیا کہ ہابیل کہاں ہے ؟ تو اس نے جواب دیا تم مجھے سپرد کر کے گئے تھے' میں کیا جانوں ؟ اس واقعہ کا حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر اس درجہ صدمہ ہوا کہ

ان کو ۱۰۰ سال تک ہنسی نہیں آئی۔ آخر الامر قابیل نے حضرت آدم علیہ السلام کا مذہب ترک کر کے آتش پرستی اختیار کر لی۔ قابیل کا تمام جسم سیاہ ہو گیا۔ پھر تو اس کی حالت یہ تھی کہ آدمی کے نام سے بھی دور بھاگتا تھا۔ پھر بھی اگر کسی آدمی کو قابیل نظر آجاتا تو وہ پتھر اٹھا کر قابیل کو ضرور مارتا تھا۔ ایک روز کسی شخص نے قابیل کے سر میں اتنی زور سے پتھر مارا کہ وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔

امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ دوزخ میں تمام دوزخیوں کو جس قدر عذاب ہو گا اس کا نصف قابیل کو دیا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا میں جتنے قتل ہوں گے قابیل ان سب میں برابر کا شریک مانا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے یاجوج ماجوج قابیل کی نسل ہی سے ہیں۔

نور محمدی ﷺ کا منتقل ہونا

" معارج النبوت " میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہا السلام کسی پر فضا مقام پر بیٹھے ہوئے تھے۔ یکایک غیب سے آب شیریں کی ایک ندی جاری ہو گئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس ندی کے پیچھے فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں بہشتی پھلوں سے بھرا ہوا ایک طباق تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کیا السلام علیک یا ابا محمد (جنت میں حضرت آدم علیہ السلام ابا محمد کے نام سے موسوم تھے۔) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ ان میووں کو پہچانتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں ؟ یہ بہشت کے میوے ہیں۔ میں نے خدا سے

درخواست کی تھی کہ مرنے سے پہلے ایک مرتبہ جنت کے پھل ضرور کھلانا۔ فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہاری آرزو پوری کر دی۔ اب خوب شکم سیر ہو کر کھاؤ اور اس ندی میں غسل کر کے پاک صاف ہو جاؤ اور حضرت حوا سے ہم بستری کرو' آج نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منتقل ہونے کی آخری تاریخ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا نے غسل کیا۔ حضرت حوا حاملہ ہو گئیں۔ مدت حمل میں نور محمدی حضرت حوا کے دونوں پستانوں کے درمیان آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۳۰۰ سال تھی۔ اس حمل سے صرف حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے اور نور محمدی پشت آدم سے حضرت شیث علیہ السلام میں منتقل ہو گیا۔ جب آپ جوان ہوئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ تم شیث کو ہمراہ لے کر فلاں مقام پر پہنچ جانا میں فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ آؤں گا۔ شیث سے نور محمدی کے متعلق عہد و میثاق لوں گا۔ دوسرے دن حضرت آدم علیہ السلام حضرت شیث علیہ السلام کو لے کر مقام مقررہ پر تشریف لے گئے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام ۷۰ ہزار فرشتوں کی جمعیت کے ساتھ آئے اور یاقوت کے قلم سے بہشتی حریر پر عہد نامہ لکھ کر فرشتوں کی گواہی کرائی گئی اور اس کو لپیٹ کر جبرئیل علیہ السلام نے اپنی مہر لگائی۔ اس عہد نامہ کا مضمون یہ تھا کہ۔

"نور محمدی کی نگہداشت میں کمال احتیاط برتوں گا
اور پاکیزہ عورت کو منتقل کرنے کی کوشش کروں
گا۔"

تابوت سکینہ جنت سے لا کر حضرت آدم علیہ السلام کو دیا گیا۔ تابوت سکینہ شمشاد کے درخت کا ایک صندوق تھا جس پر خالص سونے کی طلا کاری تھی۔ اس صندوق کا طول تین گز اور عرض دو گز تھا۔ اس صندوق میں تمام انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں۔ حضور پیغمبر آخرالزمان کی تصویر حالت قیام نماز کی تھی۔ حضور کے داہنے ہاتھ ایک مرد سن رسیدہ کھڑے تھے۔ ان کی پیشانی پر لکھا ہوا تھا۔ هذا امن اول من یتبعر من امته ابوبکر اور بائیں ہاتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایستادہ ہیں لا تاخذہ فی اللہ لومتہ لائم اور ان کے پیچھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں ان کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے یار من البراۃ اور حضور آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایستادہ ہیں ان کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے هذا اخوہ و ابن عمه اور آپ کے اردگرد حضور کے ائمام' مہاجرین و انصار ایستادہ ہیں۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس عہدنامہ کو تابوت میں بند کر کے حضرت آدم علیہ السلام کو ہدایت کی کہ اس عہدنامہ کی تابوت میں حفاظت کی جائے اور اولاد کو وصیت کیجئے کہ وہ اسی طرح عہدنامہ لکھ کر تابوت میں رکھ کر حفاظت کیا کرے۔

القصہ یہ عہدنامہ حضرت آدم علیہ السلام سے آباؤاجداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک منتقل ہوتا رہا۔ اس تابوت میں ایک جانور بلی جتنا تھا جس کی ایک دم اور دو بازو یاقوت اور زبرجد کے تھے۔ اس جانور کا چہرہ آدمیوں کا سا تھا اور اس کی دونوں آنکھیں مشعل کی طرح روشن رہتی تھیں۔ آواز شیر کی سی تھی۔ کفار سے لڑائی کے وقت اس تابوت کو لشکر کے آگے آگے لے کر چلا کرتے تھے۔ میدان جنگ میں وہ جانور باہر نکل کر دشمنوں پر نظر ڈالتا تو ان

کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں اور اس کی آواز سن کر دشمن کے گھوڑے پیچھے بھاگ پڑتے تھے۔ کفار کو شکست ہو جاتی تھی۔ بعض علماء نے سکینہ کے متعلق اور باتیں بھی بیان کی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ذریت کا نکالنا اور ان سے عہد میثاق لینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو خطاب ہوا۔

اے آدم! تجھے کس نے پیدا کیا ہے؟

آدم! مجھے تو نے پیدا کیا ہے۔

تیرا رب کون ہے؟

آدم! توہی میرا رب ہے۔

اچھا مجھے سجدہ کرو۔

آدم علیہ السلام نے فوراً حق تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ اس کے بعد خطاب ہوا۔

اے آدم! تجھ سے اور تیری ذریت سے عہد و پیمان لوں گا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے جنت سے حجراسود اتارا۔ حجراسود جنت کا ایک سفید یاقوت تھا۔ دودھ جیسا رنگ تھا' اس میں سے روشنی کی شعاعیں آفتاب کی طرح نکلتی تھیں۔ (مشرکین اور بدکار لوگوں کے مس کرنے سے اس کی رنگت تبدیل ہو گئی اگر مشرکین حجراسود کو ہاتھ نہ لگاتے تو جو بیمار اس کو ہاتھ لگاتا اسی وقت شفا پاتا۔)

القصہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام ذریت کو نکال کر ان سے سوال کیا۔ الست بربکم "کیا تمہارا خدا نہیں ہوں" تمام ذریت بنی آدم نے جواب دیا۔ بلٰی "کیوں نہیں آپ بے شک ہمارے رب ہیں۔" اس کے بعد عہدنامہ لکھ کر حجراسود کو سپرد کر دیا گیا۔

تفسیر "مدارک" میں ہے کہ یہ واقعہ آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد جنت میں جانے سے پیشتر کا ہے۔ اس بارے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں کہ میثاق الست حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کس مقام پر لیا تھا۔ امام کلبی کے قول کے مطابق یہ واقعہ مکہ اور طائف کے درمیان کا تھا۔ "معارج النبوت" میں ہے کہ آدم علیہ السلام ہر سال ادائیگی حج کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت آدم علیہ السلام عرفات پہاڑ پر محو استراحت تھے، حق تعالیٰ نے اپنے قدرت کے ہاتھ سے آدم علیہ السلام کی پشت سے آدم کی تمام ذریت نکالی۔ اس وقت ذریت آدم چیونٹیوں کے انڈوں جیسی تھی۔ پلک جھپکتے ہی ذریت آدم عہد طفلی پورا کر کے جوان ہو گئی۔ اس وقت حق تعالیٰ نے ان کو امور شرعیہ کا مکلف بنا کر عہد لیا۔

دنیا میں آ کر لوگ اس عہد و میثاق کو بھول گئے لیکن خدا کے مقبول بندے نہیں بھول سکتے۔ "نفحات الانس" میں حضرت علی بن سہل اصفہانی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ تمہیں میثاق الست میں بلٰی کہنا یاد ہے یا نہیں۔ فرمایا کیوں نہیں۔

روایت ہے کہ اس موقع پر سب سے پہلے پشت آدم سے انبیاء علیہم السلام نے ربوبیت کا اقرار کیا تھا اور جماعت انبیاء میں سب سے پہلے حضور احمد

مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پشت آدم سے باہر تشریف لائے۔ خطاب الٰہی ہوا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے کس نے پیدا کیا؟ فرمایا! تو نے۔ پھر پوچھا گیا تیرا پروردگار کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا' میرا پروردگار تو ہے۔ اس کے بعد حکم ہوا مجھے سجدہ کرو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا۔ حکم ہوا' اے محمد تجھ سے عہد میثاق لیا جارہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا درست ہے۔ حکم ہوا! اچھا حجراسود پر ہاتھ رکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کی تعمیل کی۔

حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد و پیمان لینے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے عہد لیا گیا۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو خطاب فرمایا گیا کہ یہ محمد بن عبداللہ میرا رسول ہے' آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ تم اپنی اپنی کتابوں میں ان کا ذکر پڑھو گے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ پر ایمان لائے۔

اس کے بعد تمام ذریت بنی آدم کا نمبر آیا اور ان سے اپنی خالقیت و ربوبیت کا اقرار لیا گیا۔ حکم ہوا مجھے سجدہ کرو' منافق اور کافروں کے سوا تمام ذریت نے سجدہ کیا۔ منافق اور کافروں کی پشت سیدھی رہ گئی سجدہ کے لئے خم نہ ہو سکی۔

روایت ہے کہ اس موقع پر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی ذریت پر نظر ڈالی تو ان میں سے بعض مثل چراغ کے روشن نظر آئے بعض ستاروں کی طرح روشن تھے۔ بعض سفید نظر آرہے تھے اور بعض سیاہ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں دریافت کیا۔ حکم ہوا جو لوگ تمہیں روشن چراغ کی طرح نظر آرہے ہیں یہ تمہاری اولاد میں پیغمبر ہوں گے اور جو

ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں' یہ انبیاء علیہم السلام کے وارث علمائے حقانی و ربانی ہیں اور جو لوگ سفید اور نورانی نظر آرہے ہیں وہ اصحاب ہیں اور نیک بخت لوگ ہیں۔ اور جو لوگ سیاہ نظر آئے وہ اصحاب شمال اور بدبخت لوگ ہیں۔

اس کے بعد حق تعالیٰ نے اہل سعادت کے متعلق فرمایا۔ ھؤلاء فی الجنة ولا ابالی " یہ لوگ جنتی ہیں مگر مجھے کوئی پرواہ نہیں " اور اہل شقاوت کے متعلق فرمایا ھؤلاء فی النار ولا ابالی " یہ لوگ دوزخی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں "

اسی دوران حضرت آدم علیہ السلام کی اصحاب یمین میں سے ایک فرزند سعادت مند پر نظر پڑی جو نورانی صورت بے نظیر سیرت کے باوجود گریہ و زاری میں مصروف تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام ان کو روتا دیکھ کر گھبرا گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے رونے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ یہ داؤد پیغمبر ہے ان سے لغزش صادر ہو گی۔ اس لغزش کی وجہ سے وہ رو رہے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا۔ ان کی عمر کتنی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا ۶۰ سال۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا میری عمر کتنی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا ہزار سال۔ حضرت آدم علیہ السلام نے خدا سے دعا کی کہ میری عمر کے ۴۰ سال داؤد کو عطا کر دیئے جائیں۔ حق تعالیٰ نے منظور کر لیا۔

القصہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۹۶۰ سال ہوئی تو حق تعالیٰ کی طرف سے پیغام موت آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے کہ وہ اپنی عمر کے ۴۰ سال داؤد کو عطا کر چکے ہیں۔ فرمانے لگے ابھی میری عمر کے ۴۰ سال

باقی ہیں۔ اتنی جلدی کیوں ہے ؟ ملک الموت نے حضرت آدم علیہ السلام کو داؤد کی عمر میں اضافہ کا واقعہ یاد دلایا۔ حضرت آدم علیہ السلام چاہتے تھے کہ داؤد کو جو ۴۰ سال عمر کے عطا فرمائے تھے واپس مل جائیں۔ ملک الموت نے بارگاہ ربوبیت میں پوری تفصیل عرض کی۔ حکم ہوا آدم کی عمر میں ۴۰ سال اضافہ کر دیا جائے۔ اب کوئی شخص اپنی عمر کا کوئی حصہ دوسرے کو بخشا نہ کرے۔

روایت ہے کہ میثاق الست کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام ذریت حضرت آدم علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ تمہیں جو جو پیشہ اور جو جو کام پسند ہو اختیار کر لو۔ ہر شخص نے اپنی اپنی پسند کا پیشہ اختیار کر لیا۔ صرف ایک جماعت باز رہی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا بات ہے تم نے کوئی دنیاوی کاروبار کیوں پسند نہیں کیا ؟ انہوں نے کہا ہمیں دنیا اور دنیا والوں سے کوئی سروکار نہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تمہارے رزق کا ضامن میں ہوں تمہیں بغیر کسب کے رزق عطا کروں گا۔

موت کی پیدائش

فرشتے ذریت حضرت آدم علیہ السلام کی کثرت دیکھ کر حیرانی کے عالم میں کہنے لگے کہ زمین پر اتنی گنجائش کہاں ہے کہ یہ سب لوگ آباد ہو سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ لوگ دنیا میں ہمیشہ باقی نہ رہیں گے۔ پیدائش اور موت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اس پر فرشتوں نے عرض کیا کہ یہ لوگ جب اپنے ماں باپ' عزیز و اقربا اور اولاد کو مرتا دیکھیں گے تو ان کو زندگی کا کوئی لطف حاصل نہ ہوگا۔ تو حکم ہوا کہ میں ان کے دلوں کے اندر درازی عمر کی تمنا اور غفلت پیدا کروں گا۔

آدم علیہ السلام کی بعثت اور عمر

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۵۰۰ سال گزر گئی اور ان کی اولاد کی کثیر تعداد ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب رسالت عطا فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ اپنی اولاد کو ہدایت کے فرائض انجام دو۔ اولاد آدم پر حق تعالیٰ نے ۵۰ وقت کی نمازیں فرض قرار دیں۔ روزہ کا حکم ہوا اور غسل جنابت ضروری قرار دیا گیا اور مردار جانور کا گوشت' خنزیر' خون اور شراب پینے کی ممانعت کر دی گئی۔

"قصص الانبیاء" میں ہے کہ ایام بیض یعنی چاند کی تیرھویں' چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد پر فرض تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں پر بھی یہ روزے فرض رہے۔

"کشف الاسرار" میں ہے کہ امم سابقہ پر ایام بیض اور عاشورہ کے روزے فرض تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ زمین پر آنے کے بعد سورج کی تمازت سے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم سیاہ ہو گیا تھا۔ ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم سے آپ کا جسم سفید ہو جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا ہاں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ چاند کی تیرھویں' چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو روزے رکھو۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے تیرھویں تاریخ کو روزہ رکھا تو ان کا تہائی جسم سفید ہو گیا۔ چودھویں کو رکھا تو دو تہائی سفید ہو گیا۔ پندرھویں کا رکھا تو تمام جس سفید ہو گیا۔ اسی سبب سے یہ ایام بیض کے

روزے کہلاتے ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں ۱۷ ماہ تک ایام بیض کے روزے رکھتے رہے۔ جب آیت مبارکہ کتب علیکم الصیام نازل ہوئی تو آپ پر آپ کی امت پر رمضان کے روزے فرض کئے گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو منصب رسالت عطا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دس صحیفے نازل فرمائے۔ جن کا مضمون اسرار حکمت طبعی، معرفت، فوائد و نقصانات، کیفیت، تسخیر جن و شاطین، ہندسہ اور حساب وغیرہ تھا۔

کفر کا آغاز

روایت ہے کہ قابیل ہابیل کو قتل کر کے بارگاہ الٰہی سے مردود ہو گیا تھا۔ شیطان کی شرارت سے قابیل نے مع اپنی اولاد کے آتش پرستی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ جاؤ قابیل اور اس کی اولاد کو ہدایت کرو۔

"تمہید ابوالشکور سالمی" میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام و شیث علیہ السلام کے زمانہ میں شرک نہ تھا بلکہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ سے جاری ہوا۔ کفر حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی تھا۔ قابیل کافر تھا اور اس کی اولاد بھی کیونکہ لوگوں نے خدا کا حکم ماننے سے اور اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

القصہ حضرت آدم علیہ السلام تبلیغ دعوت میں مشغول ہوئے۔ اولاد آدم نے معجزہ طلب کیا۔ چنانچہ ایک پتھر کی چٹان سے آب شیریں کا ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ جس درخت کو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پاس بلایا تو وہ

فوراً چل کر آیا۔ سنگریزوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت اور صداقت پر گواہی دی۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے معجزے حضرت آدم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں پر ظاہر ہوئے جن کی تفصیل کتب تاریخ میں مذکور ہے۔

سید میر علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب " ذخیرہ الملوک " کے پانچویں باب میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ان کو فرمان الٰہی کی تبلیغ کرتے تھے اور ان میں مساوات و برابری قائم رکھنے کی کوشش فرماتے تھے۔ کھانا پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے۔ سلا ہوا کپڑا نہ پہنتے تھے اور بالکل نہ ہنستے تھے۔ نہ کسی سے بجز خاص ضرورت کے بات کرتے تھے۔ قلت خوراک کے باعث ضعف کی وجہ سے اکثر مراقب میں بیٹھے رہتے تھے۔ آپ کی اولاد کوئی کندھے پر چڑھ بیٹھتی تھی، کوئی سر پر، تو کوئی گھٹنوں پر۔ بعض اولاد آپ کی یہ حالت دیکھ کر آپ کو ملامت کرتی تھی۔ تو آپ فرماتے تھے۔ بچو! میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ تم نے نہیں دیکھا۔ میں نے جتنا بار برداشت کیا ہے تم سے اتنا برداشت نہیں ہو سکتا۔ میں صرف ایک حرکت کی بنا پر جنات النعیم سے نکال دیا گیا۔ مجھے ہر وقت یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو جائے۔

القصہ حضرت آدم علیہ السلام معرفت اور توحید خداوندی کا درس دیا کرتے تھے اور ان کے باہمی خصومات کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو ایک ہزار زبانیں سکھا رکھی تھیں اور زبانوں کے اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی بات اس وقت نہ سمجھ سکتا تھا تاوقتیکہ اس زبان کی تعلیم حاصل کرکے بولنے کی کوشش نہ کر لی جائے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا وصال

جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال ہو گئی اور وفات کا وقت قریب آیا تو اپنی تمام اولاد کو جمع کر کے اطاعت الٰہی کی وصیت کی اور ان کو نصیحت کی کہ شیطان اور عورت کی بات ماننے سے گریز کیا جائے۔

حضرت شیث علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام نے جو خصوصی وصیتیں کیں ان میں سے پانچ باتیں یہ تھیں۔

۱ ... دنیا سے دل نہ لگانا۔ میں نے بہشت سے دل لگایا اس کا انجام جو کچھ ہوا ظاہر ہے۔

۲ ... یہ کہ عورت کی بات پر عمل نہ کرنا۔ میں حوا کی باتوں میں آکر ہی تو اس مصیبت میں مبتلا ہوا۔

۳ ... جب تم کوئی کام کرنے کا ارادہ کرو تو پہلے اس کے انجام پر نظر ڈال لیا کرو۔ میں اگر اپنے انجام پر نظر کرتا تو مجھے یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

۴ ... جس کام کے متعلق تمہارے دل میں تردد ہو اس کے کرنے کا ہرگز ارادہ نہ کرنا۔ دیکھو گیہوں کا دانہ کھاتے وقت میرے دل میں تردد تھا۔

۵ ... ہر کام کے متعلق پہلے کم سے کم اپنے دوستوں سے مشورہ کر لینا۔ میں اگر جنت میں فرشتوں سے مشورہ کر لیتا تو جنت سے نہ نکالا جاتا۔

اس وصیت کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ

السلام کو تاکید کی کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حفاظت میں خاص اہتمام کرنا۔ اس پر شیث علیہ السلام نے عرض کیا' ابا جان آپ کی زبان مبارک سے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بے شمار فضائل میں نے سنے ہیں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ان کا مرتبہ آپ سے زیادہ ہے یا کم ؟ شیث علیہ السلام نے یہ سوال دوبار کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری بار سوال کے جواب میں فرمایا۔ بیٹا ! محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان نہایت اعلیٰ ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کی امت کے ساتھ جو رعایت کی ہے اس رعایت سے میں محروم ہوں۔

۱ ... یہ کہ میں ایک گناہ کی پاداش میں جنت سے نکال دیا گیا۔ ان کی امت گناہ گار ہونے کے باوجود جنت میں جائے گی۔

۲ ... مجھ سے صرف ایک گناہ سرزد ہوا تھا۔ تمام عالم میں اس کا شہرہ ہو گیا۔ ان کی امت ہزار گناہ کرے گی حق تعالیٰ ان کا پردہ چاک نہ کرے گا۔

۳ ... میں گناہ کی نحوست سے حوا سے جدا کر دیا گیا اور ان کی امت بے شمار گناہ کرنے کے بعد بھی دوستوں سے جدا نہ کی جائے گی۔

۴ ... میں ایک گناہ کی ندامت میں ۳۰۰ سال تک روتا رہا۔ تب میری دعا قبول ہوئی۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت کا گنہگار دل میں ندامت آتے ہی بخش دیا جائے گا۔

۵ ... مجھے ایک لغزش کی بنا پر حق تعالیٰ نے ننگا کر کے دنیا میں بھیجا۔ اللہ تعالیٰ ان کو خطاکار ہونے کے باوجود برہنہ نہ کرے گا۔

۶ ... میں گناہ معاف کرانے کے لئے عرفات میں گیا۔ خون کے آنسو

رویا' تب گناہ معاف ہوا۔ ان کی امت کا گناہ صرف اتنی سی بات سے ہی معاف ہو جائے گا۔

○ ... الٰہی مجھ سے قصور سرزد ہو گیا ہے۔ تو اپنی رحمت سے معاف فرما دے۔

اور ان کو گھر سے قدم کے نکالنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو توحید اور ایمان کے بارے میں خصوصی ہدایات دیں اور فرمایا کہ تمہاری اولاد میں جتنے پیغمبر ہوں گے اور ان پر جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوں گی' ایمان لانا۔ اس کے بعد آپ نے ایک صندوق کا تالا کھول کر ایک صحیفہ نکالا جس میں تمام انبیاء علیہم السلام کے نام صفات' علامات اور معجزات کا تذکرہ تھا اور اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ فلاں نبی فلاں زمانہ میں مبعوث ہوگا۔ ان کی زندگی کے حالات بھی اس کتاب میں مسطور تھے۔ اس کتاب میں حضرت شیث علیہ السلام کے خلفاء سے لے کر حضرت سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاروں خلفاء اور حضرات سیدنا امام حسن و حسین علیہما السلام کا تفصیلی طور پر بیان تھا۔

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے اس صحیفہ کو لپیٹ کر اس صندوق میں مقفل کر کے شیث علیہ السلام کے حوالہ کر دیا اور فرمایا۔ میرے برگزیدہ بیٹے میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ میں تم کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کرتا ہوں۔ قصر خلافت کی تعمیر تقویٰ کی بنیاد پر کرنا۔ حق تعالیٰ نے مجھے جو شریعت عطا فرمائی ہے اس پر عامل رہنا اور جس وقت خدا کی یاد کرو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد ضرور کرنا۔

روایت ہے کہ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام پر مرض کا غلبہ ہوا تو

اس وقت آپ کو جنت کے روغن زیتون کھانے کی خواہش ہوئی۔ شیث علیہ السلام کو بلا کر کہا کہ طور سینا پر جا کر خدا سے سوال کرنا کہ تیرا بندہ آدم بیمار ہے وہ امید رکھتا ہے کہ جنتی زیتون سے بہرہ اندوز فرمایا جائے۔ حضرت شیث علیہ السلام نے جونہی دعا کی۔ ندا آئی ھات قعبک " اپنا پیالہ لاؤ " شیث علیہ السلام لکڑی کا پیالہ ہمراہ لے کر گئے تھے فوراً پیش کر دیا۔ غیب سے شئے مطلوب اس میں آ گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے تھوڑا سا روغن زیتون جسم پر ملا اور کچھ نوش فرمایا' طبیعت درست ہو گئی۔ پھر ایک مدت کے بعد وہی مرض عود کر آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے شیث علیہ السلام کو پھر کوہ طور پر بھیجا۔ شیث علیہ السلام ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ راہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ ملے ان کے ہاتھ میں کفن اور میت کی خوشبو وغیرہ تھی۔ حضرت شیث علیہ السلام سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کہاں جارہے ہو ؟ شیث علیہ السلام نے صورت حال بیاان کی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں خدا کے حکم سے ان کو اپنے ساتھ لے جانے آیا ہوں' چلو واپس چلو۔ شیث علیہ السلام واپس لوٹ آئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی مزاج پرسی کی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تو ضعف کی وجہ سے مجھ میں عبادت کرنے کی بھی طاقت نہیں رہی۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ ملک الموت نے آکر نہایت ادب و احترام سے سلام کیا۔ حضرت حوا آپ کے پس پشت بیٹھی ہوئی تھیں اور وہ ملک الموت کو دیکھ کر رونے لگیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ حوا تم یہاں سے چلی جاؤ اور مجھے خدا کے قاصدوں کے سپرد کر دو۔ مجھے جو کچھ تکلیف و مصیبت پہنچی ہے و تمہاری ہی بدولت تھی۔

تفسیر "مدارک" میں ہے کہ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں تم سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں اس کے بعد شاید مجھے تم سے بات کرنے کا موقع نہ ملے' وہ یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آرہی ہے کہ مجھ سے جو غلطی ہوئی تھی اس کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی بنا پر آسمان پر مجھے گنہگار کہا جارہا ہے یا تائب۔ یہ بات سن کر ملک الموت اور تمام فرشتے رو پڑے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی پریشان ہو گئے۔ اسی وقت ندا آئی۔ آدم! سر اٹھاؤ۔ آدم علیہ السلام نے سر اٹھا کر دیکھا تو بہشت آراستہ پیراستہ نظر آئی۔ آدم علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کہ اب میں جلد از جلد خدا کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔ اپنے کام میں جلدی کرو۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو گئے اور ملک الموت نے آپ کی روح قبض کر لی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دیا' کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھی۔ جس میں چار تکبیر تھیں۔ شریعت محمدی میں بھی نماز جنازہ میں چار تکبیریں مشروع ہیں اور ان کو جبل بو قیس کے ایک غار میں دفن کر دیا۔ تفسیر "بحرالمواج" میں ہے کہ نزع روح کے بعد فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو بیری کے پتے پکے ہوئے پانی سے غسل دیا تھا۔ فرشتوں نے خوشبو لگا کر کفن پہنایا اور ان کے واسطے قبر تیار کی۔

"بستان العارفین" فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان آیا تو آپ کا جسم مبارک ایک لکڑی کے تابوت میں محفوظ کر کے حضرت نوح

علیہ السلام نے اپنے ہمراہ کشتی میں رکھ لیا تھا۔ طوفان ختم ہونے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے اس تابوت کو کوہ سراندیپ میں دفن کر دیا۔

"معارج النبوت" میں ہے کہ سراندیپ پہاڑ پر حضرت آدم علیہ السلام کے روضہ پر ایک درخت ہے جس پر سال بھر میں دو مرتبہ پھل آتا ہے۔ اس درخت کے پھول میں سات پتیاں ہوتی ہیں اور ہر پتی پر لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ قلم قدرت سے لکھا ہوا ہوتا ہے۔ سراندیپ کے بادشاہ نے چند ملازم اس ڈیوٹی پر مامور کر رکھے ہیں کہ وہ اس درخت کے پھول کی پتیاں جمع کرتے رہیں۔ یہ پتیاں بیماری دور کرنے میں نہایت موثر اور کامیاب ہیں۔ نابینا کی آنکھیں اس پتی کو پیس کر لگانے سے اللہ کے حکم سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کی برکت سے بینا ہو جاتی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کے روضہ پر اس قدر نور ہے کہ کسی انسان کی مجال نہیں کہ اس کو آنکھ بھر کر دیکھ سکے۔ آپ کے روضہ مطہرہ پر ۲۴ گھنٹے بارش ہوتی رہتی ہے۔

حضرت شیث علیہ السلام

جس وقت حضرت شیث علیہ السلام عقل و حکمت سے آراستہ پیراستہ ہو گئے۔ انسان اور جنات کی بڑی بڑی جماعتوں پر تسلط اور اقتدار قائم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خلعت نبوت عطا فرمایا۔ حضرت شیث حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کے متبع تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر پچاس صحیفے نازل ہوئے تھے جن میں علوم حکمت، ریاضی، علم ہیئت، ہندسہ، حساب، موسیقی، علوم

الٰہی اور اکسیر و کیمیا گری کی تعلیم تھی۔

حضرت شیث علیہ السلام اکثر اوقات ملک شام میں رہا کرتے تھے اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا اہتمام فرماتے تھے۔ تا آنکہ حکم الٰہی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے ایک صاحب جمال اور صاحب الرائے خاتون سے شادی کی۔ بعض علماء کا قول ہے کہ وہ خاتون جن عورت تھی۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حوا کی طرح حق تعالیٰ نے اس کو بھی بغیر ماں باپ کے پیدا کیا تھا۔ بہرحال حاملہ ہونے کے بعد ہر طرف غیبی آوازیں آنے لگیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک (جو تیرے پیٹ میں امانت ہے) مبارک ہو۔ نو مہینے کے بعد صاحبزادے انوش پیدا ہوئے۔ (انوش کے معنی سچے اور صادق کے ہیں) حضور سرور عالم کا نور مبارک ان کی نورانی پیشانی میں چمکتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے آپ نے ہی چھوہارے کا درخت بویا تھا۔

الغرض جس وقت انوش سن بلوغ کو پہنچے اور جوان ہوئے تو شیث علیہ السلام نے ان کو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ نور محمدی ﷺ کی حفاظت کے لئے مجھ سے عہد و پیمان لیا گیا تھا۔ میں بھی تجھ سے عہد و پیمان لیتا ہوں کہ نور محمدی ﷺ کی حفاظت کرنا۔ حضرت انوش نے اپنے والد ماجد سے نور محمدی ﷺ کی حفاظت کا عہد کیا۔ اس کے بعد آپ رحلت فرما گئے۔

" بستان العارفین " فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام کی عمر صرف ۷۰ سال تھی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام کی قبر مبارک ہندوستان میں ہے۔ (کہا جاتا ہے کہ اجودھیا ضلع فیض آباد یوپی میں حضرت شیث علیہ السلام کا مزار مبارک موجود ہے) ان کے

بعد جب حضرت انوش کی عمر ۹۰ سال کی ہوئی تو ان کا لڑکا قینان تولد ہوا (قینان کے معنی غالب کے ہیں) ان کے بہت زیادہ اولاد ہوئی اور ۹۵۰ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ اس کے بعد جب قینان کی عمر ۷۰ سال ہوئی تو ان سے مہلائیل پیدا ہوئے، ان کی عمر بھی ۷۴۰ سال ہوئی۔ ان کے زمانہ میں انسانوں کی آبادی بہت بڑھ گئی تھی اور تمام دنیا میں پھیل گئی تھی۔ مہلائیل نے بابل میں جا کر شہر شبوس کی بنیاد رکھی۔ اس سے پہلے لوگ جنگلات یا غاروں میں رہا کرتے تھے۔ پھر جب مہلائیل کی عمر ۸۰ سال ہوئی تو ان سے بیازا متولد ہوئے۔ اور ۱۶۳ سال کی عمر میں ان کی منکوحہ سے اخنوخ یعنی حضرت ادریس علیہ السلام پیدا ہوئے ان کے زمانے میں چونکہ بت پرستی رائج ہو چکی تھی حق تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے ان کو مبعوث فرمایا تھا۔

حضرت ادریس علیہ السلام

مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے تھے اور ان کا سلسلہ نسب چار واسطوں سے حضرت شیث علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ کا اصل نام اخنوع تھا۔ لیکن چونکہ آباؤ اجداد کی شریعت اور صحف سماوی کا درس، معارف خداوندی اور انبیاء علیہم السلام کی سنت بیان فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کا نام ادریس مشہور ہو گیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی زبان سریانی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس خصوصیات کے ساتھ مخصوص فرمایا تھا۔

۱... اول یہ کہ آپ پیغمبر مرسل تھے۔

۲... دوم یہ کہ آپ پر ۳۰۰ صحیفے نازل ہوئے تھے۔

۳... سوم یہ کہ آپ نے دنیا میں علم نجوم کو پیش کیا۔

۴... چہارم یہ کہ دنیا میں سب سے پہلے آپ نے قلم سے خط تحریر فرمایا۔

۵... پنجم یہ کہ آپ نے کپڑا سینے کی صنعت ایجاد کی۔

۶... ششم یہ کہ آپ نے جنگ کے لئے اسلحہ ترتیب دیئے۔

۷... ہفتم یہ کہ سنت جہاد جاری کی۔

۸... آپ نے کفار کی اولاد کو قیدی بنایا۔

۹... آپ نے سب سے پہلے گزی کا کپڑا زیب تن فرمایا۔

۱۰... یہ کہ حضرت شیث علیہ السلام کے بعد قابیل کی اولاد شیطان کے اغوا سے گمراہ ہو گئی تھی۔ حق تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے نبوت اور رسالت پر مامور فرمایا تا کہ وہ ان کو اپنے دین کی ترغیب دیں' عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔

روایت ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام پر آباؤاجداد کی شریعت مخفی تھی۔ زمین' آسمان کو دیکھ کر صانع و خالق کے وجود کے مقر تھے۔ عبادت کا طریقہ معلوم نہ تھا۔ ایک روز آپ نے اپنی قوم کے افراد کو منتخب کر کے عذاب خداوندی سے ڈرایا اور عذاب الٰہی کی ترغیب دی۔ ان ساتوں نے حضرت ادریس علیہ السلام کا دین قبول کر لیا۔ تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ جاری رہا۔ جب آپ کے متبعین کی تعداد ہزار کو پہنچ گئی تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم اپنے میں سے ۱۰۰ آدمی منتخب کر لو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت ادریس علیہ

السلام نے ان ۱۰۰ میں سے ۷۰ آدمی منتخب کئے اور ان سے کہا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تم سب آمین کہنا۔ ان سب لوگوں نے زمین پر ہاتھ رکھ لئے۔ دعا کی گئی۔ مگر قبول نہ ہوئی۔ اس کے بعد انہوں نے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے۔ دعا کی تو قبول ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے تین صحیفے نازل فرمائے اور حضرت ادریس علیہ السلام کو خلعت نبوت عطا فرمائی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام ۷۲ زبانوں میں لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ (حضرت ادریس علیہ السلام نے ۱۰۰ شہر تعمیر کرائے تھے)

حضرت ادریس علیہ السلام اپنی شریعت کے مطابق لوگوں کو نماز کی تعلیم دیا کرتے تھے اور ہر مہینہ میں مقررہ دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے اور لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرنے، غسل جنابت، غسل حیض و نفاس اور کفار کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ خنزیر، گدھے، کتے اور خچر کا گوشت کھانے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ادریس علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور ہر روز ۱۲ ہزار تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں فرشتے بھی حاضر رہتے تھے۔ حضرت اپنی امت سے فرمایا کرتے تھے کہ میں تیس بار آسمان پر گیا ہوں اور اسرار علوی سے واقف ہوں۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے اپنی امت کو آنے والے رسولوں کی خبر دی۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے تمام دنیا کی سیاحت کی تھی۔ سیاحت سے واپس پر مصر تشریف لائے تو بفحوائے ورفعناہ مکاناً علیا جنت الخلد تشریف لے گئے۔

ہاروت ماروت کا قصہ

تفسیر "کبیر" اور دیگر کتب تفاسیر میں ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں کہ جب بنی آدم کا فسق و فجور دیکھا تو فرشتوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا یاالٰہی تو نے آدمیوں کو پیدا کر کے انواع و اقسام کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ مگر وہ اس کے باجود تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر ہم زمین پر ہوں تو تیری نافرمانی ہرگز نہ کریں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے آدمیوں میں شہوت و ہوائے نفس پیدا کیا ہے۔ انہی دو چیزوں کی وجہ سے وہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر یہ دونوں چیزیں تم میں ہوں تو تم بھی نافرمانی کرنے لگو۔ فرشتوں نے کہا معاذاللہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ حق تعالیٰ نے فرشتوں کی بہترین جنس سے دو فرشتے ہاروت و ماروت کو منتخب کر کے اور ان کو صفات انسانی عطا فرما کر زمین پر حکومت اور انتظام و انصرام کے لئے بھیج دیا اور ان کو شرک و خون ناحق' زنا' شراب نوشی سے منع فرمایا۔ غرض ہاروت و ماروت زمین پر حکومت کرتے رہے۔ رات ہو جاتی تو اسم اعظم پڑھتے ہوئے آسمان پر چلے جاتے اور تمام رات عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اسی طرح ایک مہینہ گزر گیا۔

ایک روز ایک حسین و جمیل خاتون زہرہ اپنے شوہر سے لڑ جھگڑ کر ان فرشتوں کے پاس آئی اور ان کو دیکھتے ہی ان کی محبت میں فریفتہ و دیوانی ہو گئی۔ ان فرشتوں میں چونکہ انسانی صفات و شہوت اور ہوائے نفس پیدا ہو گئی تھی۔ مسمات زہرہ سے زنا کرنے کے خواہش مند ہوئے۔ زہرہ رضامند نہ ہوئی۔ دوسرے روز پھر آئی۔ انہوں نے پھر مواصلت کی خواہش ظاہر کی۔ زہرہ نے کہا

اگر تم میری شرطیں پوری کر دو تو میں تیار ہوں۔ ایک یہ کہ تم شراب پیو۔ دوسرے بت کے سامنے سجدہ کرو۔ تیسرے یہ کہ کسی شخص کو قتل کر ڈالو۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے ہمیں ان تمام باتوں سے منع کیا ہے۔ زہرہ واپس چلی گئی۔

ایک روز زہرہ ایک پیالہ شراب سے لبریز لے کر آئی ۔ ہاروت و ماروت نے پھر اس سے اپنی خواہش ظاہر کی۔ زہرہ نے کہا میری وہی شرطیں ہیں اگر پوری کرو تو تمہاری آرزو پوری ہو سکتی ہے۔ ہارت و ماروت نے کہا بت کو سجدہ کرنا اور خون ناحق کرنا گناہ عظیم کا اقدام کر سکیں۔ البتہ فی الجملہ شراب نوشی ان دونوں سے سہل ہے یہ کہہ کر ہاروت و ماروت نے شراب کا پیالہ زہرہ کے ہاتھ سے لے کر پی لیا۔ مستی کی حالت میں زنا کے مرتکب ہو گئے۔ فراغت کے بعد معلوم ہوا کہ کسی شخص نے ان کو زنا کرتے دیکھ لیا ہے۔ ہاروت و ماروت نے اس آدمی کو قتل کر دیا اور بت کو سجدہ بھی کر بیٹھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ زہرہ نے ہاروت و ماروت سے یہ شرط بھی رکھی تھی کہ مجھے اسم اعظم بھی سکھانا ہوگا۔ ہاروت و ماروت نے زہرہ کو اسم اعظم بھی بتلا دیا۔ زہرہ نے اسم اعظم پڑھا تو حق تعالیٰ نے اس کو آسمان پر اٹھا لیا اور اس کو مسخ کر کے ستارہ بنا دیا۔

ہاروت و ماروت کو جب اس واقعہ کا علم ہوا کہ ان کی منظور نظر تیسرے آسمان پر ستارہ بنا دی گئی ہے تو انہوں نے آسمان پر جانے کا ارادہ کیا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ مجبور ہو کر حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس گئے۔ حالات بیان کئے اور درخواست کی کہ آپ ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سفارش فرمائیے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ حکم ہوا ان

سے کہہ دو کہ یا تو دنیا کا عذاب اختیار کر لو یا آخرت کا۔ ہاروت و ماروت نے عذاب دنیا کو اختیار کیا۔ چنانچہ دونوں فرشتے چاہ بابل میں الٹے لٹکا دیئے گئے۔ ان فرشتوں کی صورت سیاہ رنگ کی ہے اور آنکھیں نیلے رنگ کی۔ ان کے منہ سے ایک انگلی کے فاصلہ پر پانی ہے چونکہ ان دونوں کو پیاس کا عذاب دیا گیا ہے اس لئے ان کا منہ پانی تک نہیں پہنچ سکتا۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے چاہ بابل میں ہاروت و ماروت کو عذاب کی حالت میں اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اس کی زبان سے لاالٰہ الااللہ نکلا۔ فرشتوں نے یہ کلمہ سن کر اس شخص سے پوچھا تو کون ہے؟

جواب دیا۔ آدمی۔

کس کی امت سے ہو؟

جواب دیا۔ رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ ہاروت و ماروت نے پوچھا۔ کیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو گئے ہیں؟

تو اس نے جواب دیا۔ ہاں!

یہ سن کر ہاروت و ماروت نے کہا اللہ تیرا شکر ہے۔ اب ہمارے عذاب کے آخری دن آگئے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان پر تشریف لے جانا

"معالم التنزیل" میں سورۂ مریم کی تفسیر میں کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت ادریس علیہ السلام سیر کر رہے تھے۔ سورج کی تمازت سے پریشان ہو کر کہنے لگے۔ اے آفتاب کئی ہزار

میل کی مسافت پر تیری حرارت کا یہ حال ہے۔ جو فرشتہ تجھے اٹھا رکھتا ہے اس کا تیری حرارت سے کیا حال ہو گا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے دعا کی کہ حامل آفتاب فرشتہ کی گرانی اور گرمی میں تخفیف کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے تخفیف عطا فرمائی۔ فرشتہ مذکور نے حق تعالیٰ سے عرض کیا یارب کیا سبب ہے آفتاب کی حرارت سے اب مجھے گرمی بہت کم محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ادریس کی شفقت کا نتیجہ ہے۔ اس احسان سے متاثر ہو کر فرشتہ مذکور کے دل میں ادریس علیہ السلام کی محبت نے غلبہ حاصل کیا۔ حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے ادریس علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کا موقع دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت فرما دی۔ فرشتہ موصوف کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔

ایک روز حضرت ادریس علیہ السلام نے اس فرشتہ سے کہا کہ ملک الموت سے تمہارے دوستانہ تعلقات ہیں۔ ملک الموت تمہارا بہت اعزاز و احترام کرتا ہے۔ ذرا ان سے کہنا کہ میری موت میں کچھ تاخیر کر دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ذرا حق تعالیٰ کی عبادت اچھی طرح کر لوں۔ فرشتے نے کہا کیا آپ کو اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون پر یقین نہیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے جواب دیا کیوں نہیں۔ لیکن میری بات ملک الموت سے کہنے میں تمہارا کیا ہرج ہے ؟ فرشتہ موصوف نے ملک الموت سے ملاقات کی درخواست کی۔ حکم ہوا ادریس علیہ السلام کو اٹھا کر ملک الموت کے پاس لے آؤ۔ وہ خود ہی ان سے بات کر لیں۔

الغرض وہ فرشتہ آپ کو اٹھا کر چوتھے آسمان پر لے جا کر آفتاب کے پاس چھوڑ کر ملک الموت کے پاس گیا اور ان سے کہا میرے دوست کا ایک کام

ہے اگر کر دو تو بہت ہی اچھا ہو۔ میرا ایک دوست ادریس ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کی موت میں تاخیر ہو جائے۔ ملک الموت نے جواب دیا کہ یہ کام میرے بس کا نہیں البتہ اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ وہ کب تک دنیا میں زندہ رہے گا۔ ملک الموت نے رجسٹر دیکھا کہ حضرت ادریس علیہ السلام آفتاب کے پاس وفات پائیں گے۔ فرشتہ نے کہا کہ میں ان کو زمین سے اٹھا لایا ہوں۔ آفتاب کے پاس ہی چھوڑ کر آیا ہوں۔ ملک الموت نے کہا کہ ان کی زندگی تو پوری ہو چکی ہے تم جا کر دیکھو ان کی وفات ہو گئی ہو گی۔ تو فرشتے نے جا کر دیکھا تو واقعی ادریس علیہ السلام وفات پا چکے تھے۔ ساتوں آسمان کے فرشتے ان کے جنازہ کی نماز پڑھ رہے تھے۔ بیت المعمور میں ان کے لئے قبر تیار تھی۔ چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام اس وقت سے آج تک بیت المعمور میں مدفون ہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ وفات کے بعد آپ کو دوبارہ حیات عطا فرمائی گئی ہے اور وہ اب تک زندہ ہیں۔ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان پر آنے کا سبب یہ تھا کہ وہ عذاب دوزخ اور جنت کی راحتوں کے بارے میں ہر وقت غور و فکر میں مصروف رہتے تھے۔ اسی سبب سے انہوں نے حق تعالیٰ کی اس قدر عبادت کی۔ تمام روئے زمین کے صاحب ایمان لوگوں کی عبادت ایک طرف اور ادریس علیہ السلام کی عبادت ایک طرف۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو آپ سے ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام انسانی صورت شکل میں تین دن تک ادریس علیہ السلام کے پاس آکر رہے مگر ان کے ساتھ کھانے پینے میں شرکت نہ کی۔ حضرت ادریس علیہ السلام حیران تھے۔ یہ مہمان عجیب ہے۔ کھاتا پیتا نہیں' انسان تو معلوم نہیں ہوتا جن ہو گا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے آخر دریافت

کیا۔ تم کون ہو ؟ اور کیوں کھاتے پیتے نہیں ؟

انہوں نے جواب دیا میں عزرائیل ہوں۔

ادریس علیہ السلام نے پوچھا کیا میری روح قبض کرنے آئے ہو ؟ تو عزرائیل علیہ السلام نے جواب دیا نہیں۔ ادریس علیہ السلام نے فرمایا مجھے موت کا شربت پلا دو۔ عزرائیل علیہ السلام نے ان کی روح قبض کر لی۔ عزرائیل نے پوچھا اس بات سے آپ کا کیا مقصد تھا ؟

اب میری آرزو یہ ہے کہ اپنی آنکھوں سے دوزخ اور جنت کو دیکھوں۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملک الموت ان کو اٹھا کر آسمان پر لے گئے۔

سب سے پہلے دوزخ کے دروازہ پر پہنچ کر کہا آپ دوزخ کے افسر سے فرمایئے تمام دروازے کھول ڈالے۔ دوزخ کے داروغہ نے جونہی دروازے کھولے وہاں کا حال دیکھ کر حضرت ادریس علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ ملک الموت نے آپ کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ ہوش آیا تو کہنے لگے۔ اے ادریس تمہاری درخواست پر یہ معاملہ پیش آیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے کہا اچھا اب مجھے جنت کی سیر کرا دو تاکہ اس تکلیف کا بدل ہو جائے۔ ملک الموت آپ کو بہشت کے دروازے پر لے گیا۔ دروازہ کھلوایا اور کچھ دیر باغات حور و غلمان اور جنت و آرام کے سامان کا معائنہ کیا۔ ملک الموت نے کہا اچھا اب واپس چلو تمہیں تمہارے مقام پر واپس پہنچا دوں۔ حضرت لوریس علیہ السلام نے ان کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ملک الموت ان کو جنت سے باہر آنے پر اصرار کر رہے تھے اور وہ برابر انکار کئے جا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قضیہ کا تصفیہ کرنے کے لئے ایک فرشتے کو بھیجا۔ فرشتے نے حضرت ادریس علیہ السلام سے کہا کیا بات ہے۔ تمہارا کس بات پر تنازعہ ہے ؟ حضرت لوریس

علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قول ہے کل نفس ذائقہ الموت "ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا پڑے گا" سو میں موت کا ذائقہ چکھ چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ان منکم الا وارد ھا ہر ایک تم میں سے ضرور دوزخ کے اوپر سے گزرے گا۔ چنانچہ میں دوزخ میں بھی ہو آیا ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا ہے وماھم بخارجین منھا جنت میں داخل ہونے کے بعد جنتی جنت سے نہ نکالے جائیں گے۔ سو میں اس وقت جنت میں ہوں۔ خدا کے حکم کے مطابق اب مجھے جنت سے نکالنے کا حق سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو حاصل نہیں۔ معاً اللہ تعالیٰ کا خطاب ہوا۔ اے عزرائیل! ادریس کو چھوڑ دو وہ میری رضامندی سے میرے حکم سے جنت میں آئے ہیں۔ ملک الموت خاموش ہو کر چلے آئے۔

روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے وقت حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد ۲۰۰ برس بعد حق تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز فرمایا۔ ایک سو پچاس سال تک نبوت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ جس وقت آپ آسمان پر تشریف لے گئے اس وقت آپ کی عمر ۴۵۰ سال تھی۔

القصہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ۶۵ سال کی عمر میں ایک نیک بخت خاتون سے عقد کیا۔ ان کے پیٹ سے متوشلخ پیدا ہوئے اور نور محمدی ﷺ صلب ادریس علیہ السلام سے منتقل ہو کر متوشلخ میں جلوہ گر ہوا۔ متوشلخ نے ۱۷۰ سال کی عمر میں شادی کی تو ملک یالامک پیدا ہوئے۔ متوشلخ نے ۹۶۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ملک یالامک نے ۱۸۰ سال کی عمر میں ایک پارسا خاتون سے شادی کی تو ان سے حضرت نوح علیہ السلام دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کا نام سریانی زبان میں یشکر اور لقب شیخ الانبیاء اور نجی اللہ مشہور ہے۔ نوح کی وجہ تسمیہ میں علماء نے کئی وجہیں بیان کی ہیں۔

۱ ... ایک روز آپ کہیں تشریف لے جار رہے تھے۔ راستہ میں ایک مجروح کتا نظر آیا۔ وہ کتا جس وقت آپ کے نزدیک آیا تو آپ نے فرمایا او بدشکل کتے دور ہو جا۔ حق تعالیٰ نے کتے کو قوت گفتار عطا فرمائی۔ کتے نے کہا اگر تم میں طاقت ہے تو مجھ سے بہتر اور کتا پیدا کر دو۔ اے نوح اپنی زبان کو سنبھال کر رکھ۔ انسانیت و نبوت کے نام کو دھبہ نہ لگا۔ خدا اگر چاہے تو میرے جسم سے کتے کی پوستین جدا کر سکتا ہے اور خدا چاہے تو آدمیوں کی پیشانی پر محرومی کا داغ لگا سکتا ہے۔ کتے کی زبان سے حکمت بھرا کلام سن کر حضرت نوح علیہ السلام رو پڑے اور کئی سال تک روتے رہے۔ اس نوحہ اور گریہ و زاری کے باعث آپ کا نام نوح مشہور ہو گیا۔

۲ ... ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام طوفان ختم ہونے کے بعد کشتی سے باہر آئے تو شیطان نے سامنے آ کر کہا۔ اے نوح آپ نے میری مرضی کے مطابق کام کر کے مجھ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا ملعون کہیں کے میں اور تیری مرضی کے مطابق عمل کروں؟ بتا میں نے کونسا کام

تیری مرضی کے مطابق کیا ہے۔ شیطان نے جواب دیا کہ میں اور میرے اعوان و انصار آپ کی امت کو گمراہ کرنے کے لئے سخت جدوجہد میں مصروف تھے۔ ہم چاہتے تھے کہ آپ کی امت دوزخ کی مستحق اور سزاوار بن جائے۔ آپ ہی نے ایک بددعا کر کے ان سب کو ہلاک کرا دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام یہ بات سن کر بہت متاثر ہوئے۔ فرمانے لگے کاش میں ان کے لئے بددعا نہ کرتا اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتا تو اچھا ہوتا۔ حضرت نوح علیہ السلام اس واقعہ کے افسوس پر ۴۰ سال برابر روتے رہے۔

۳... ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب طوفان آیا اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لڑکے کنعان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کی۔ ان ابنی من اھلی تو حق تعالیٰ نے زاجرانہ انداز میں ان کو جواب دیا تھا۔ انه ليس من اهلک انه عمل غير صالح فلا تسالن ماليس لک به علم یہ جواب سن کر حضرت نوح علیہ السلام رو پڑے۔ اور عرصہ دارز تک روتے رہے۔

بہرحال حضرت ادریس علیہ السلام کی وفات کو جب عرصہ گزر گیا۔ اسلام اور شریعت کے آثار مٹنے لگے۔ زمین پر کوئی فرمانبردار بندہ خدا کا نہ رہا۔ ہر طرف کفار ہی کفار نظر آنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی ہدایت کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت عطا فرما کر ان لوگوں کو اسلام اور دین حق کی دعوت و تبلیغ پر مامور فرمایا۔

" عرائس " میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں بنو قابیل عمارتوں میں سکونت

پذیر تھے اور بنو شیث پہاڑوں میں رہا کرتے تھے۔ بنو شیث اگرچہ خود خوبصورت تھے مگر ان کی عورتیں بدشکل تھیں۔ بنو قابیل اس کے برعکس بدصورت تھے اور عورتیں خوبصورت تھیں۔ ابلیس لعین نے بنو قابیل میں سے کسی شخص کی ملازمت کر لی اور اس کی خدمت میں مصروف رہنے لگا۔ اسی دوران میں ابلیس نے ایک مزمار تیار کیا۔ یہ ایسا خوش آواز باجہ تھا کہ اس کی آواز سن کر لوگ جوق در جوق باجہ سننے آنے لگے۔ ابلیس نے باجہ بجانے کے لئے ایک خاص دن مقرر کر دیا۔ لوگ اس دن جمع ہو کر آنے لگے۔ شدہ شدہ اس دن ایک میلہ لگنے لگا اور لوگ اس میلہ کی سیر کرنے دور دور سے آنے لگے۔ ایک روز بنو شیث کے چند مرد بنو قابیل کے پاس آئے تو ان کے ہاں میلہ لگا ہوا تھا۔ عورتوں اور مردوں کا عام اجتماع تھا۔ بنو شیث بنو قابیل کی عورتوں کا حسن و جمال دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پہاڑ پر واپس آکر ان لوگوں نے اس عظیم الشان میلہ اور اجتماع کی خبر قوم کو سنائی۔ بنو قابیل کی طرح بنو شیث نے بھی اسی طرح کا ایک دن عید کا منایا۔ مردوں اور عورتوں کے کھلے اجتماع سے خوب حرام کاری ہوئی۔ اس کے بعد کھلے بندوں فسق و فجور اور کفر ہونے لگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کی اولاد کو وصیت کی تھی کہ قابیل کی اولاد سے کسی قسم کا میل جول نہ رکھنا اور نہ قابیل کی اولاد کے ساتھ رسم نکاح جاری رکھنا۔ شیث علیہ السلام کی اولاد پہاڑوں اور غاروں میں رہا کرتی تھی۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ بنی شیث کے سو مرد بنی اعمام یعنی قابیل کی اولاد کی خیر خیریت معلوم کرنے آئے۔ یہ لوگ چونکہ نہایت حسین و جمیل تھے۔ بنو قابیل نے ان کو حراست میں لے کر ایک مکان میں بند کر دیا اور ان

کی سختی کے ساتھ نگرانی کرنے لگے۔ چند روز بعد پھر ۱۰۰ نفر پہاڑوں سے آئے۔ بنو قابیل نے ان کو بھی پکڑ کر سابقہ اسیروں کے ساتھ قید کر لیا۔ کچھ دونوں کے بعد بنو شیث کی عام آمدورفت بنو قابیل کے ہاں ہونے لگی۔ میل ملاپ بڑھ گیا۔ آپس میں نکاح ہونے لگے۔ بنو قابیل کی اتنی تعداد بڑھ گئی کہ وہ ہی روئے زمین پر نظر آنے لگے۔ کفر اور بت پرستی شروع ہو گئی۔

کہا جاتا ہے کہ بنو قابیل کی بت پرستی کا سبب یہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد مسلمانوں نے کافروں کو آدم علیہ السلام کی زیارت سے منع کر دیا تھا۔ شیطان نے موقع غنیمت جان کر ان لوگوں سے کہا کہ میں ان کی صورت شکل کا مجسمہ بنائے دیتا ہوں تم بھی ان کی زیارت اور طواف کیا کرو۔ ابلیس لعین کی یہ بات انہیں اچھی معلوم ہوئی۔ ابلیس نے ان لوگوں کے واسطے پانچ بت ود ' سواع ' یغوث ' یعوق ' نسر بنائے۔ بتوں کے ان ناموں کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے۔ جب یہ لوگ خدا کی پرستش چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

مواہب علیہ میں ان بتوں کی تفصیل کے بارے میں لکھا ہے کہ ان پانچوں بتوں میں ود بت مرد کی شکل و صورت کے تھے۔ سواع بت عورت کی کا شکل تھا۔ یغوث گائے کی شکل کا۔ یعوق کی صورت گھوڑے کی سی اور نسر کی کرگس جیسی تھی۔

ود ' سواع وغیرہ یہ نام ان پانچ بزرگ ہستیوں کے تھے جو حضرت آدم و نوح علیہما السلام کے درمیانی زمانہ میں گزری تھیں۔ عوام ان بزرگوں کے معتقد تھے۔ شروع شروع میں شیطان نے لکڑی اور پتھر کے ان حضرات کے

مجسمے بنا کر ان کی تعظیم و تکریم کی ہدایت کی۔ ایک زمانہ گزرنے کے بعد ان بتوں کو خدا کا درجہ دے کر ان کی پرستش کرنے لگے۔

طوفان نوح میں یہ پانچوں بت غرق ہو گئے۔ ابلیس نے ان بتوں کو تلاش کر کے اہل عرب کو بت پرستی کی راہ پر ڈالا۔ عرب کے لوگوں کی پانچ پارٹیاں بن گئیں۔ ہر ایک پارٹی نے ایک بت کو اپنا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔ عرب میں بت پرستی کا زور بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رہا جو کچھ عرصہ خود ہی کمزور ہو کر نسیاً منسیاً ہو گیا۔

خصوصیات حضرت نوح علیہ السلام

حق تبارک و تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو دس خصوصیات عطا فرمائی تھیں۔

اول : یہ کہ آپ اولوالعزم نبی تھے۔ آپ کی شریعت آدم و شیث کی شریعت کی ناسخ تھی۔

دوم : تمام بنی آدم کا سلسلہ آپ پر منتہی ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ آدم ثانی کے نام سے مشہور ہیں۔

سوم : یہ کہ آپ تمام روئے زمین کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

چہارم : آپ نے سب سے پہلے لوگوں کو کفر اختیار کرنے سے روکا۔

پنجم : آپ سب سے پہلے نبی ہیں جن کی بددعا سے امت ہلاک ہوئی۔

ششم : قیامت کے دن قبر مبارک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پہلے آپ ہی قبر سے اٹھیں گے۔

ہفتم : جتنی عمر حضرت نوح علیہ السلام نے پائی اتنی عمر کسی نبی کی نہیں ہوئی۔

ہشتم : یہ کہ ہزار سال عمر ہو جانے کے بعد بھی آپ کی صحت نہایت اعلیٰ تھی۔ قوی مضبوط تھے۔ ایک دانت تک نہ ٹوٹا تھا۔ یہ کہ بال سر یا داڑھی کا سفید نہ ہوا تھا اور نہ قوت میں کسی قسم کی کمی آئی تھی۔

نہم : حضرت نوح علیہ السلام باجود یہ کہ ہر وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے پھر بھی ۷۰۰ رکعت نماز دن رات میں ادا کرنا آپ کا روزمرہ کا معمول تھا۔

دہم : باوجود یہ کہ قوم نے آپ کو ایذا پہنچانے میں کوئی کمی نہ چھوڑی مگر قوم پر آپ کو حد درجہ شفقت تھی۔ ہر شخص پر احسان کرنا ان کا خصوصی شیوہ تھا۔ لوگوں کے گھروں پر جا کر لوگوں کو توحید کی دعوت دینا اور ان کی حاجت روائی روزمرہ کے معمولات میں سے تھے۔ لوگ آپ کو مجنون دیوانہ کہتے تھے۔ مگر آپ کوئی پروا نہ کرتے۔ ۹۵۰ سال کی مسلسل تبلیغ کے بعد صرف گنے چنے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کفار بدکردار کی ایذارسانی کے باوجود آپ صبرو تحمل سے کام لیتے رہے اور یہی دعا کیا کرتے تھے اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ○

کفار کی ایذاء رسانی

کفار مارتے مارتے آپ کے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالتے تھے۔ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ نمدے میں لپیٹ کر آپ کے گھر ڈال آتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ اس مارپیٹ کے بعد اب نوح زندہ نہ بچیں گے۔ قدرت رات کو ان کا علاج مرہم پٹی کر دیتی تھی صبح تندرست ہو جاتے تھے اور بدستور سابق لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے لگتے تھے۔ چنانچہ کئی بار ایسا ہوا کہ آپ کسی مجمع میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے گئے۔ لوگوں نے چاروں طرف سے آپ پر اس قدر سنگ باری کی کہ آپ کا جسم مبارک پتھروں میں چھپ گیا۔ لوگ آپ کو مردہ سمجھ کر چلے گئے۔ مگر رات کو حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے' پتھر ہٹائے آپ صحیح و سالم ان کے نیچے سے نکل آئے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کی ہلاکت کیلئے بددعا کیوں کی

نقل ہے کہ آپ کی قوم کے ایک کہنہ سال سربر آوردہ شخص نے اپنے اکلوتے بیٹے کو وصیت کی کہ نوح کو تکلیف پہنچانے اور ان کی اہانت کرنے میں کمی نہ چھوڑنا۔ چنانچہ وہ بوڑھا ایک روز اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ بیٹے ! یہ وہی ساحر کذاب ہے جس کی مخالفت اور اہانت کرنے پر تجھ کو زور دیا کرتا ہوں۔ دیکھو اس کی باتوں پر کبھی نہ آنا۔ اپنے باپ دادا کے مذہب سے منحرف نہ ہو جانا۔ لڑکے نے یہ بات سن کر اپنے بوڑھے باپ کے ہاتھ سے لاٹھی لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے سر میں اس زور سے ماری کہ سر مبارک سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے خدا سے فریاد کی۔ اے پروردگار تو ہر ظاہر و باطن سے باخبر ہے تو

دیکھ رہا ہے کہ تیرے بندے میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ میں ان کو راہ ہدایت پر لانا چاہتا ہوں وہ مجھے ستاتے میں کسر نہیں چھوڑتے۔ الٰہی ان بندوں پر اگر تیری نظر عنایت ہو' ان کو ہدایت کی راہ دکھا دے۔ نہیں تو مجھے صبر کی طاقت عطا فرما۔ کاش مجھے اتنا معلوم ہو جاتا کہ ان میں سے کوئی مشرف بہ اسلام ہو گا بھی یا نہیں ؟ اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا کہ تیری امت میں جس جس کو ایمان لانا تھا لے آئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کی نسل سے امید رکھوں کہ وہ اسلام لے آئیں گے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا' نہیں۔ یہ سن کر حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے لئے بددعا کی۔ حکم ہوا' تمہاری امت کو طوفان میں غرق کروں گا۔ تم اور تمہارے متبعین اس عذاب سے بچ رہیں گے۔

کشتی کی تعمیر اور اس کا طول و عرض

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو خدا کا حکم ہوا کہ کشتی بناؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا۔ الٰہی میں نہیں جانتا کشتی کیا چیز ہوتی ہے اور کیسی ہوتی ہے۔ حکم ہوا کشتی لکڑی کا گھر ہوتا ہے۔ یہ گھر پانی پر تیرتا رہتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا الٰہی میرے پاس لکڑی نہیں ہے لکڑی کہاں سے لاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے درخت سال کے چند پودے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہاتھ بھیجے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان پودوں کو لگا دیا۔ بیس یا چالیس سال بعد یہ درخت بڑے ہو گئے۔ اس عرصہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا سے آپ کی امت کی کسی عورت کے پیٹ سے نہ لڑکا پیدا ہوا اور نہ بارش کا ایک قطرہ برسا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ان کو

نصیحت کرنی چھوڑ دی۔ قوم نے بھی تکلیف پہنچانی چھوڑ دی۔ بیس سال بعد جب وہ بہت بڑے بڑے درخت ہو گئے تو حق تعالیٰ کے حکم سے حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو کٹوا کر تختے چروائے۔

"معارج النبوت" میں حضور اکرم سرور دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک کے آٹھویں واقعہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب ان درختوں کے ایک لاکھ چوبیس ہزار تختے تیار ہو گئے تو حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانے کا حکم دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ہر تختہ پر ایک ایک نبی کا نام تحریر کیا۔ اگلے روز آکر دیکھا تو نام مٹے ہوئے نظر آئے۔ دوبارہ تحریر کئے گئے تو اس بار بھی نام مٹے ہوئے پائے۔ حضرت نوح علیہ السلام پریشان تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

وحی آئی کہ ان تختوں پر سب سے پہلے ہمارا نام لکھو اور سب سے آخر میں محمد نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لکھو۔ اس طرح سے تمہاری تحریر شیطان کی شرارت سے محفوظ رہے گی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے غیبی تعلیم کے مطابق کشتی کی تعمیر شروع کر دی۔ سب سے آخر میں جو تختہ نصب کرایا وہ حضور آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کا تھا۔ جس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا تختہ نصب کیا تو غیب سے ندا آئی۔

"اب تمہاری کشتی مکمل ہو گئی"

نقل ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب آخری تختہ نصب کیا تو اس میں ایک دراز باقی رہ گئی جس میں چار تختوں کی جگہ تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا۔ بتاؤ۔

اب میں اس بارے میں کیا کروں ؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام خاموش ہو گئے۔

بارگاہ ربوبیت میں عرض کیا۔ حکم ہوا۔

نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار یار ہیں۔ وہ چاروں تختے ان کے نام سے نصب کر دو۔ دراز بند ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور کشتی ہر جہت سے مکمل ہو گئی۔

ادھر حضرت نوح علیہ السلام کشتی کی ساخت میں مصروف تھے۔ ادھر آپ کی قوم آپ کا مذاق اڑا رہی تھی۔ کہ نوح کا دماغ واقعی خراب ہو گیا ہے۔ بیس برس سے پانی کا ایک قطرہ تک آسمان سے نہ برسا اور وہ پانی سے بچنے کے لئے کشتی بنانے میں مصروف ہیں۔

حق تعالیٰ کا حکم ہوا۔

اے نوح اب عذاب کا وقت قریب آ گیا ہے۔ کشتی کی تیاری میں جو کام باقی رہ گیا ہے پورا کر لو۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے تینوں بیٹوں کو نصیحت کی۔

" معارج النبوت " میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے طول و عرض اور بلندی کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ صحیح روایت یہ ہے کہ اس کی لمبائی ۶۶۰ گز اور چوڑائی ۳۳۰ گز تھی۔ اس کشتی کی تین منزلیں تھیں۔

پہلی منزل درندوں، چرندوں کے لئے تھی۔ دوسری منزل وحوش و طیور کے لئے تھی۔ تیسری منزل حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کے لئے تھی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے مسیح علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کسی آدمی کو زندہ کر کے اس سے طوفان حضرت نوح علیہ السلام کے حالات ہم کو سنوائیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک مٹی کے ٹیلے کی طرف اشار کر کے فرمایا۔ قم باذن اللہ کعب زندہ ہو کر قبر سے باہر آگیا۔

کعب سے طوفان نوح کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بتایا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی ۱۲۲۰ گز اور عرض ۳۰۰ گز تھا۔ اور اس کشتی کے تین حصے تھے۔ کعب کی زبان سے یہ باتیں سن کر حضرت مسیح علیہ السلام نے کعب سے فرمایا۔

تم پہلے جس حالت میں تھے اسی حالت میں ہو جاؤ تو کعب اپنی قبر میں واپس چلا گیا۔

تفسیر " معالم التنزیل " میں کشتی کی اونچائی ۳۰ گز بیان کی گئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کشتی میں سات طبقے تھے۔ پہلا طبقہ حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے متبعین کے بیٹھنے کے لئے تھا۔

دوسرے طبقے میں تابوت حضرت آدم علیہ السلام رکھا ہوا تھا۔ تیسرے میں مرغ' چوتھے میں درندے' پانچویں میں بیل' چھٹے میں چرندے' ساتویں میں جانوروں کا چارہ اور آدمیوں کے کھانے پینے کا سامان تھا۔

القصہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی مرغ کی شکل کی بنی ہوئی تھی۔ سرطاؤس کا سا پیٹ' بطخ' کا سا اور دم مرغ کی سی تھی۔ کشتی کے جوڑ اور درازیں رال سے بند کی گئی تھیں۔ کشتی تیار ہونے کے بعد وحی نازل ہوئی۔

حضرت آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کے لئے تابوت تیار کرو۔ ایسا

نہ ہو کہ طوفان کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کو تکلیف پہنچے۔
حضرت نوح علیہ السلام نے فوراً شمشاد کی لکڑی کا تابوت تیار کرا کر سب سے
اوپری منزل میں رکھ دیا اور حکم الٰہی کے منتظر رہے۔

اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ روئے زمین کے جانوروں کو جمع کرنا تو میرے
طاقت سے باہر ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اسی وقت چاروں طرف سے اس قسم کی ہوا
چلائی کہ تمام روئے زمین کے جانورں کو کوفہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے
سامنے جمع کر دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جب تمام جانوروں کو کشتی میں سوار کرانے
کے لئے منتخب کر لیا تو حق تعالیٰ شانہ سے عرض کیا۔

الٰہی شیر بکری ایک جگہ کیونکر رہیں گے؟

حکم ہوا کہ شیر اور بکری میں عداوت بھی ہمیں نے پیدا کی ہے۔ ہم ہی
ان میں الفت بھی پیدا کر دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جتنے دنوں شیر کشتی میں سوار رہا تپ میں
مبتلا رہا۔ اسے اپنی جان ہی کی پڑی تھی۔ بکری یا دوسرے جانوروں کی طرف نظر
کرنے کا اسے ہوش ہی نہ تھا۔ اس کے بعد جب انسان حیوانات کشتی میں سوار
ہو گئے تو حکم خداوندی ہوا۔

کوئی انسان یا حیوان اپنی مادہ کے ساتھ کشتی میں جفتی نہ کرے اور
کوئی آدمی بغیر حکم الٰہی کے نہ کھانا کھائے اور نہ پانی پیئے۔ حضرت نوح علیہ
السلام کو حکم ہوا کہ کشتی میں ایک سال کی خوراک کا ذخیرہ کر لینا۔

روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے حق تعالیٰ شانہ سے مناجات

کی کہ یہ سانپ اور بچھو تو آدمیوں کو ستائیں گے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دے کر بھیجا کہ سانپ اور بچھوؤں کے ڈنک ہٹا دو تاکہ پھر کاٹنے کا کوئی خطرہ ہی باقی نہ رہے۔

سانپ اور بچھوؤں نے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ عہد کیا کہ جو آدمی آپ کا نام مبارک لے گا اور سلام علی نوح فی العالمین انا کذالک نجزی المحسنین انه من عبادنا المومنین پڑھے گا اس کو سانپ یا بچھو ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ سب سے آخر میں کشتی میں سوار ہونے کے لئے جو جانور تھا وہ گدھا تھا۔ گدھے نے جس وقت کشتی میں سوار ہونے کے لئے اپنے دونوں پیر اندر رکھے تو شیطان اس کی دم پکڑ کر لٹک گیا۔ گدھے نے ہر چند کشتی میں سوار ہونے کی کوشش کی تو کامیاب نہ ہو سکا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ ادخل وان کان معک شیطان یہ سنتے ہی گدھا کشتی میں داخل ہو گیا۔

جب کشتی میں تمام جانور سوار ہو گئے تو حضرت نوح علیہ السلام ان کے معائنے کے لئے کشتی پر تشریف لے گئے۔ شیطان کو بھی ایک گوشہ میں بیٹھا پایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ ملعون کہیں کے تو یہاں پر کس کی اجازت سے داخل ہوا؟

شیطان نے کہا آپ کی اجازت سے۔ جس وقت آپ نے کہا تھا ادخل وان کان معک شیطان تو میں اس کی دم میں لٹک گیا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو کشتی سے باہر نکالنا چاہا حق تعالیٰ کا حکم ہوا اسے یہیں رہنے دو اس میں ہماری مصلحت ہے۔ اس کے بعد حضرت

نوح علیہ السلام شیطان کو سمجھانے لگے۔

آپ نے فرمایا۔ ابلیس تجھے کیا ہوا تھا؟ تو نے اپنے آپ کو یوں مردود بنا لیا۔ کہو اب کیا ارادہ ہے۔ اگر راہ راست پر آنا چاہتے ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے تیری سفارش کروں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ خیر جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔ اب بھی وقت ہے توبہ کر لو۔ شیطان نے کہا کیا میری توبہ حق تعالیٰ شانہ کے یہاں قبول ہو جائے گی؟

حضرت نوح علیہ السلام نے حق تعالیٰ شانہ سے عرض کیا۔ حکم ہوا توبہ قبول ہو جائے گی بشرطیکہ وہ اب بھی آدم علیہ السلام کو سجدہ کر لے۔

شیطان نے جواب دیا۔ جب آدم زندہ تھے اس وقت میں نے سجدہ نہیں کیا تھا۔ اب ان کے مرنے کے بعد کیا سجدہ کروں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ جواب سن کر شیطان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

نقل ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا تھا کہ طوفان کی علامت یہ ہے کہ گرم تنور سے پانی نکلنا شروع ہو گا۔ چنانچہ ایک روز آپ کی بیوی تنور میں روٹی پکا رہی تھی کہ پانی نکلنا شروع ہوا۔ اسی وقت انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔

تفسیر "جامع البیان" میں ہے کہ وہ تنور پتھر کا بنا ہوا تھا۔ حضرت حوا اسی تنور میں روٹیاں پکایا کرتی تھیں اور یہ تنور بطور میراث حضرت نوح علیہ السلام کے پاس تھا۔

کنعان نے کشتی میں سوار ہونے سے انکار کر دیا

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی بیوی بچوں کو کشتی میں

سوار کر لیا۔ کنعان اپنی ماں واعلہ کے ساتھ دور سے کھڑا ہوا حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھ دیکھ کر ہنس رہا تھا۔ کنعان اور اس کی ماں دونوں کفار کے ہمنوا تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ہر چند سمجھانے کے باوجود کشتی میں سوار ہونے سے انکار کرتا رہا اور کہتا تھا کہ پانی سے بچنے کے لئے پہاڑ کی چوٹیاں موجود ہیں کشتی میں سوار ہونے کی کیا ضرورت ہے ؟ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا بیٹے خدا کے عذاب سے سوائے اس کے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ابھی یہ بات چیت ہو ہی رہی تھی کہ ایک موج آئی اور اس کو بہا کر لے گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام سے چونکہ خدا کا وعدہ تھا کہ وہ ان کے اہل و عیال کی حفاظت کرے گا۔ انہوں نے خدا سے مناجات کی کہ تیرا وعدہ تھا کہ تیرے بال بچوں کی طوفان سے حفاظت کروں گا۔ کنعان میرا بیٹا ہے۔ تیرا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ وہ دین پر قائم نہیں ہے۔ کافر کو مومن سے کیا نسبت۔ بس اس بارے میں کچھ نہ بولنا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے دل میں اس عتاب آمیز خطاب سے غم کی موجیں جوش مارنے لگیں۔ جو قیامت تک قائم رہیں گی یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ ان کے پاس سفارش کو جائیں گے تو وہ سفارش کرنے سے معذرت کر دیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام کس دن کشتی میں سوار ہوئے

" مواہب علیہ " میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی متبعین دس رجب کوفہ یا ہندوستان سے کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی مسلمان بیوی اور تین لڑکے حام' سام' یافث اور

ان کی بیویاں تھیں۔ اس طرح کل آدمیوں کی تعداد صرف آٹھ تھی۔

جب حضرت نوح علیہ السلام اور مومنین کشتی میں سوار ہو گئے تو سارے آسمان پر کالی گھٹا چھا گئی۔ گھٹا اس قدر اندھیری تھی کہ دن اور رات میں تمیز کرنا دشوار ہو گیا۔ سبع سیارہ حکم الٰہی سے برج سلطان میں ایک درجہ اور ایک دقیقہ پر جمع ہو گئے اور تمام روئے زمین پر بارش اتنی تیز اور ہمہ گیر تھی معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پر دریا کا بند ٹوٹ گیا ہے۔ زمین سے چشمے ابلنے لگے۔ غرض چالیس دن اور رات بارش ہوتی رہی۔ تمام عالم ایک دریا بن گیا۔ الغرض حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوفہ سے روانہ ہو کر ساری دنیا میں گھومتی رہی۔ گھومتی پھرتی جب یہ کشتی حرم کعبہ کے پاس پہنچتی ہے کہ اس وقت جس جگہ بیت اللہ شریف ہے اللہ تعالیٰ نے عذاب سے حفاظت کے لئے اس کے اردگرد ایک نہایت اونچا بند لگا دیا تھا۔

اندھیری گھٹا اور بارش کی وجہ سے کشتی میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا' ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے دو نورانی موتی بھیج دیئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے دونوں کو کشتی میں نصب کر دیا ان میں سے ایک تو مثل آفتاب کے چمکتا تھا۔ سارے دن اس کی روشنی رہتی تھی۔ رات ہو جاتی تو دوسرا موتی چاند کی طرح روشن ہو جاتا تھا۔ اور ساری رات اس کی روشنی رہتی تھی۔ اسی روشنی سے ایام طوفان میں رات اور دن کا پتہ چلتا رہا۔

کشتی میں حیوانات اور آدمیوں کے اجتماع سے نجاست کا انبار لگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہاتھی کی پیشانی پر ہاتھ ملو۔ ہاتھ ملتے ہی اس کی پیشانی سے خنزیر ظاہر ہوا جس نے تمام نجاست کھا پی کر کشتی صاف کر دی۔ چونکہ خدا کا حکم تھا کہ کوئی آدمی یا جانور کشتی میں اپنی مادہ کے ساتھ جفتی نہ کرے

چوہے نے حکم الٰہی کی مخالفت کی۔ چوہوں کی کثرت ہو گئی اور انہوں نے کشتی کاٹنی شروع کر دی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے مناجات کی۔ حکم ہوا کہ شیر کے دونوں ابرو کے درمیان ہاتھ ملو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ معا بلی کا ایک جوڑا برآمد ہوا۔ جنہوں نے چوہوں کا صفایا کر دیا۔

طوفان کا خاتمہ اور حضرت نوح علیہ السلام کا وصال

" معارج النبوت " میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بہ اختلاف روایت چھ مہینے یا پچاس مہینے تک پانی کی سطح پر تیرتی رہی۔ جب ساری دنیا کے کفار اس طوفان میں غرق ہو گئے تو زمین کو حکم ہوا کہ اپنے پانی کو پی جائے۔ آسمان کو حکم ہوا کہ بارش بند ہو جائے' بارش بند ہو گئی۔ زمین نے پانی جذب کرنا شروع کر دیا۔ کشتی کوہ جودی پر پہنچ کر رک گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے باہر تشریف لائے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا کہ پانی کی خبر لے کر آئے۔ کوا مردار کھانے میں مشغول ہو گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کو پانی کی اطلاع دینا بھول گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے حق میں بددعا فرمائی (یہی وجہ ہے کہ وہ انسانوں سے ڈرتا ہے مردار اور ناپاک چیز کھاتا ہے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں)

ازاں بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کبوتر کو زمین کا حال معلوم کرنے بھیجا کبوتر نے زمین پر پانی میں بیٹھ کر دیکھا تو پانی اس کے پیروں کے اس حصہ تک آیا جہاں تک اس کے پیر سرخ ہوتے ہیں اور فوراً واپس آ کر حضرت نوح علیہ السلام کو اطلاع دی۔ حضرت نوح علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور اس کے حق میں دعا نیک فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ کبوتر انسانوں کا محبوب جانور ہے۔ اس

کو شوق سے کھلاتے پلاتے ہیں اور وہ ہمیشہ امن و امان اور شادی و خرمی کی جگہ رہتا ہے۔

عاشورہ کا دن تھا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی سے باہر قدم رکھا۔ آسمان پر سورج چمکنے لگا۔ ایک مدت تک تاریکی میں رہنے کی وجہ سے آفتاب کی روشنی ان کی آنکھیں برداشت نہ کر سکیں تو آپ نے آنکھوں کی قوت بڑھانے کے لئے سرمہ کا استعمال کیا۔ اسی دن سے سرمہ کا استعمال مسنون ہے۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ پہاڑ کے دامن میں رہنے سہنے کے لئے مکانات بناؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس آبادی کا نام مدینۃ الثمانین رکھا اس کے بعد وبا پھیلی سوائے حضرت نوح علیہ السلام کے تین فرزندوں حام' سام' یافث اور حضرت نوح علیہ السلام کے باقی سب لوگ لقمہ اجل ہو گئے۔ انہیں تینوں سے بعد میں دنیا میں نسل آدم پھیلی۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے ربع مسکون کو تینوں بیٹوں میں اس طرح تقسیم کر دیا کہ دیار مغرب' زنجبار۔ ہندوستان اور حبشہ حام کو اور جزیرہ عراق' فارس' خراسان' شام سام کو دیا۔ اور چین ترکستان یافث کو دیا۔ اس وقت ان ممالک اور علاقوں میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں کی اولاد آباد ہے۔

تفسیر" معالم التنزیل " میں ہے کہ عرب روم فارس اور وہ لوگ جو وسط معمورہ عالم میں آباد ہیں سام کی اولاد سے ہیں اور ہندوستانی زنگی' حبشی حام کی اولاد میں سے ہیں اور ترک اور یاجوج ماجوج یافث کی اولاد ہیں۔ مخلوقات انسانی میں نو حصہ یاجوج ماجوج اور ایک حصہ میں بقیہ انسانی مخلوق ہے۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ یاجوج ماجوج میں سے بعض کا قد صرف ایک بالشت کا ہے۔ اور بعضوں کا قد نہایت دراز ہے۔ بعضوں

کے کان گدھے کے سے لمبے لمبے ہیں۔ بعض ایک کان زمین پر بچھا کر دوسرے کان اوڑھ کر سو جاتے ہیں۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ طوفان کے بعد جب آدمی زمین پر آباد ہو گئے تو ابلیس لعین نے حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا نبی اللہ آپ نے میرے حق میں احسان عظیم فرمایا ہے۔ اس کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں آپ مجھ سے جو بات دریافت فرمائیں گے اس کا صحیح صحیح جواب دوں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی۔ شیطان درست کہتا ہے۔ جھوٹ نہ بولے گا۔ تمہیں کوئی بات پوچھنی ہو پوچھ لو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ابلیس سے پوچھا کہ کون سا آدمی تیرا یار و مددگار ہے؟ شیطان نے جواب دیا وہ آدمی جس میں حسد بخل یا تکبر ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ابلیس سے پوچھا میں نے تجھ پر کونسا احسان کیا ہے جس کا شکریہ تجھ پر واجب ہے۔ ابلیس نے کہا کہ آپ کا اس سے بڑھ کر مجھ پر اور کیا احسان ہو سکتا ہے کہ آپ نے بددعا کر کے اپنی ساری قوم کو ہلاک کر دیا اور میرے اعوان و مددگار کو ان کے گمراہ کرنے سے چھٹی ملی۔ حضرت نوح علیہ السلام یہ بات سن کر نہایت پشیمان ہوئے اور چالیس سال تک برابر گریہ و زاری کرتے رہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ مٹی کے کوزے' پیالے' مٹکے بناؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک مدت میں یہ سب چیزیں تیار کیں۔ جب یہ سب چیزیں تیار ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ان سب کو توڑ ڈالو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا یاالٰہی ان برتنوں کو کتنی مشکل سے کتنی مدت میں تیار کیا ہے۔ ان کو اپنے ہاتھوں سے کیسے توڑ دوں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم

ہوا کہ جب تمہیں اپنے ہاتھ سے بنائے بے جان و بے حس مٹی کی برتنوں کو توڑنا اس قدر ناگوار خاطر ہے تو مجھے اپنی پیدا کی ہوئی کسی قوم کو ہلاک کرنا کیونکر گوارا ہو گا۔ قسم ہے میرے عزت و جلال کی۔ آج کے بعد کسی قوم کو طوفان کے عذاب سے ہلاک نہ کروں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام عتاب آمیز خطاب سن کر بے تاب ہو گئے اور روتے روتے براحال ہو گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام اس غم میں مبتلا ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیام اجل آیا تو اپنے بیٹے سام کو بلا کر اپنا جانشین قرار دیا اور مفید وصیت فرمائی۔ اس وقت سام کی عمر ۴۴۸ سال تھی۔ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کسی پہاڑ پر بغرض سیر و تفریح گئے ہوئے تھے۔ ملک الموت نے آکر عرض کیا۔ آپ کی زندگی پوری ہو چکی ہے۔ میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت نوح علیہ السلام نے ایک جگرسوز نعرہ لگایا۔ نعرہ سنتے ہی جنگل کے تمام جانور آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کہ مجھے تھوڑی سی مہلت دو ذرا اپنے بیوی بچوں سے رخصت ہو آؤں۔ ملک الموت نے کہا یہ بات دستور کے خلاف ہے۔ آپ نے فرمایا' اس جنگل اور پہاڑ پر میرے جنازہ کی نماز کون پڑھے گا۔ ملک الموت نے کہا کہ میرے ساتھ ملائکہ مقرب ہیں۔ آپ ہی کی نماز جنازہ پڑھنے آئے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ فرمایا اچھا اپنا کام شروع کر دو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تھے۔ ۹۵۰ سال تک اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے۔ طوفان کے بعد بھی ۲۰۰ برس تک زندہ رہے۔ وفات

کے وقت آپ کی عمر ۱۴۵۰ سال تھی۔

وفات کے وقت جبرئیل علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام سے دریافت کیا بتاؤ آپ نے دنیا کو کیسا پایا ؟ حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا۔ اس سرائے کی طرح جس کے دو دروازے ہوں ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل آیا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے آپ کی روح قبض فرمائی۔ فرشتوں نے غسل دے کر جنازہ تیار کیا اور فرشتوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی وفات پر ساتوں زمین اور ساتوں آسمان کے باشندے اس قدر روئے کہ اس سے پہلے وہ کبھی نہیں روئے تھے۔

حضرت سام بن نوح علیہما السلام

" معارج النبوت " میں ہے کہ حضرت سام بن نوح علیہما السلام کبار انبیائے مرسلین میں سے تھے۔ عقل کامل' رائے صواب' دانش اور فراست پوری پوری رکھتے تھے۔ انہی خوبیوں کے باعث حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اپنی تمام اولاد کو وصیت کی کہ میرے بعد تم لوگ سام کے نقش قدم پر چلنا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ اس کی اولاد میں انبیاء' اولیاء' حکماء' سلاطین' امرا اور صلحا پیدا کرنا۔ سام علیہ السلام نے ۵۰۰ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

حضرت ہود علیہ السلام

حق سبحانہ تعالٰی نے حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی اصلاح و

ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ قوم عاد ایک طویل القامت قوم تھی۔ تفسیر "بحرالمواج" میں لکھا ہے کہ اس قوم کے سب سے لمبے آدمی کا قد ۶۰ گز اور چھوٹے سے چھوٹے کا قد ۱۶ گز تھا۔

" معارج النبوت " میں ہے کہ قوم عاد روئے زمین کی ایک عظیم ترین قوم تھی۔ کثرت تعداد کے علاوہ یہ لوگ بڑے مال و دولت والے تھے۔ یہ قوم حضرموت سے عمان تک آباد تھی۔ اس قوم کی قوت و طاقت کا یہ عالم تھا کہ اگر پتھر پر پیر مارتے تھے تو وہ گھٹنے تک پتھر میں اتر جاتا تھا۔ یہ لوگ اپنے قد کے برابر سنگین ستونوں پر عظیم الشان محل تعمیر کیا کرتے تھے۔ جب اس قوم میں صنم پرستی اور ہر قسم کا فسق و فجور پھیلا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے اسی قوم میں سے حضرت ہود علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔

حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کو ۵۰ سال تک ایمان و توحید کی دعوت اور عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے۔ ان کو نصیحت کرتے رہے کہ شریعت کے دائرہ سے قدم باہر نہ نکالو خدا کی نافرمانی نہ کرو۔ مگر ان لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی ایک بات کی طرف بھی دھیان نہ دیا۔ قوم عاد میں چند نفر ایمان لائے تھے وہ بھی کفار کے خوف سے ایمان کا اعلانیہ اظہار نہ کرتے تھے ایسا نہ ہو کفار ہمیں ستائیں۔ الغرض حضرت ہود علیہ السلام نے جب دعوت و تبلیغ میں گرما گرمی کا اظہار کیا تو قوم ان کے قتل کے درپے ہو گئی۔ حضرت ہود علیہ السلام کے متبعین نے قوم کے ارادہ بد سے مطلع ہو کر حضرت ہود علیہ السلام سے عرض کیا کہ دشمنان اسلام آپ کو قتل کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ کفار کی ہلاکت اور اہل ایمان کی سلامتی کے لئے دعا فرمائیے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے حق تبارک و تعالیٰ سے صورت حال عرض کی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے

بارش برسنی بند ہو گئی۔ زمین کے چشمے خشک ہو گئے۔ کنوؤں میں پانی نہ رہا۔ باغ اور کھیتیاں خشک ہو گئیں۔ اور دو سال تک بارش کا ایک قطرہ آسمان سے نہ برسا۔

تفسیر " معالم التنزیل " میں امساک باراں کی مدت سات سال مذکور ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام ہر چند سمجھاتے رہے کہ خدا پر ایمان لے آؤ۔ مگر وہ بھی بڑے ضدی اور ہٹی تھے۔ یہی کہتے تھے کہ تیرے کہنے سے ہم بتوں کی پوجا نہیں چھوڑ سکتے۔ آخرالامر ان بدکرداروں نے اپنی قوم کے ۷۰ آدمیوں کا ایک وفد مکہ مکرمہ بھیجا۔ اس زمانہ میں کافر' مومن' موحد اور ملحد کو اگر کوئی مشکل پیش آتی تھی تو وہ خانہ کعبہ پہنچ کر دعا کیا کرتا تھا۔ دعا قبول ہو جاتی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام کے زمانہ میں خانہ کعبہ کی کوئی عمارت نہ تھی صرف سرخ رنگ کا ایک ٹیلہ تھا۔

الغرض قوم عاد کا یہ وفد مکہ مکرمہ میں پہنچا اس وقت اس میں عمالقہ آباد تھے۔ معاویہ بن بکر رئیس القوم نے اس وفد کو خوش آمدید کہا اور شراب و کباب سے خوب ضیافت کی۔ یہ وفد کھانے پینے میں مشغول ہو کر دعا کرنا بھول گیا۔ ضیافت سے فراغت کے بعد حرم محترم کی طرف رخ کیا۔ اتفاقاً" اس وفد میں ایک شخص مرثد نامی مسلمان تھا کفار کے خوف سے ایمان ظاہر نہ کرتا تھا۔ گویا ہوا کہ جب تک تمہاری قوم ایمان نہ لائے گی بارش نہیں ہو گی۔ خواہ کہیں بھی کیوں نہ جاؤ۔ یہ بات سن کر انہیں یقین ہو گیا کہ مرثد مسلمان ہے۔ مرثد کو اپنے وفد سے علیحدہ کر دیا۔ اس کے بعد اس وفد کے رئیس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا الٰہی ہم تجھ سے بارش مانگنے آئے ہیں۔ اگر ہود راست گو ہے تو بارش برسا دے۔ دعا ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے تین رنگ کے بادل ہوا میں

بھیجے۔ جن میں سے ایک کا رنگ سفید' ایک سرخ اور ایک کا رنگ سیاہ تھا۔ آواز آئی ان تینوں بادلوں میں سے ایک بادل اپنی قوم کے لئے منتخب کر لو۔ رئیس وفد نے کالے رنگ کا بادل منتخب کیا۔ اراکین وفد ایک دوسرے کو بشارت دینے لگے کالے رنگ کا بادل خوب برستا ہے۔ اس بادل سے ہماری خشک کھیتی تر و تازہ ہو جائے گی۔ لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ یہ بادل آبدار نہیں بلکہ آتش بار ہے۔

" معارج النبوت " میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوتھی یا ساتویں زمین کے نیچے ایک ہوا پیدا کی ہے جو لوہے کی ۷۰ ہزار بھاری زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ ہر زنجیر کو ۷۰ فرشتوں نے تھام رکھا ہے۔ قیامت کے دن ہوا کو قید و بند سے رہا کر دیا جائے گا۔ اس ہوا کے چلتے ہی زمین کے پہاڑ روئی کے گالے کی طرح اڑنے پھرنے لگیں گے۔ القصہ اسی وقت حکم ہوا کہ اس ہوا کا ایک ذرا سا حصہ قوم عاد پر چھوڑ دیا جائے۔ کالا بادل پہاڑ کی چوٹی پر پھیلنے لگا تو قوم عاد بہت خوش ہوئی۔ مگر حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بادل عذاب کی نشانی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بوڑھی عورت کی نظر جب اس بادل پر پڑی تو خوف کے مارے نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئی۔ جب اسے ہوش آئی تو لوگوں نے نعرہ مارنے کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے اس بادل میں ایک ایسی ہوا دیکھی جس کے آگے پیچھے دوزخ کے ہزاروں آنکڑے تھے۔ اس ہوا کے پیچھے آدمیوں کی صورت و شکل کی ایک قوی الجثہ قوم تھی۔ یہ لوگ اس ہوا کو کھینچ کھینچ کر ہماری طرف لا رہے تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام اس کالے بادل کو دیکھ کر اپنے متبعین کو جمع کر کے اپنے گرد حصار کر کے بیٹھ گئے۔ ہوا چلنے لگی' ایماندار لوگوں پر اس کا کوئی

اثر نہ ہوا۔ نسیم خوشگوار محسوس ہوتی تھی۔ اس ہوا نے کفار کی وہ مٹی پلید کی کہ الامان و الحفیظ جس وقت ہوا چلنی شروع ہوئی اور آنا" فانا" شدت اختیار کرنے لگی تو قوم عاد کے لوگوں نے بیوی بچوں اور مال و زر کو لے کر ساتھ ہی بھاگ جانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر سانپ اور بچھو مسلط کر دیئے۔ سانپ اور بچھوؤں نے ان لوگوں کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ جب یہ لوگ بھاگنے میں ناکام رہے تو پہاڑوں کے غاروں میں پناہ ڈھونڈنے لگے۔ لیکن ہوا ان کو کب چھوڑنے والی تھی۔ ہوا نے ان لوگوں کو اڑا کر بہت دور لے جا کر پھینک دیا۔ وہ ٹکڑے ٹکرے ہو گئے۔ بعض آدمیوں کی تو یہ حالت تھی کہ وہ خاک کے ذرات بن گئے۔ قوم عاد کو جب اس طرح بھی پناہ نہ ملی تو بہت سے آدمی ایک جگہ اکٹھے ہو کر بیٹھ گئے کہ شاید اسی طرح سے جان بچ جائے۔ مگر ان میں سے کسی کے اوپر دیوار گر گئی تو کسی پر مکان کا مکان ہی گر پڑا۔ اور بہت سو کو تو ہوا مکان کے اندر سے اڑا کر لے گئی۔ کھال جسم سے جدا ہو گئی اور سر کے بل زمین پر دے مارا۔

جن لوگوں نے اپنے آپ کو پہاڑ کے غاروں میں ناف تک گاڑ رکھا تھا تو ہوا ان کو بھی اڑا لے گئی اور پوری کی پوری قوم فنا کے گھاٹ اتر گئی۔

شداد اور اس کی جنت

تفسیر " معالم التنزیل " اور دیگر کتب تفاسیر میں لکھا ہے کہ عاد بن عوض بن آدم بن سام بن نوح کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام شدید اور دوسرے کا شداد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں بھائی بادشاہ تھے۔ ان دونوں بھائیوں نے قوت اور طاقت سے مشرق و مغرب کو مسخر کر لیا تھا۔ بادشاہ بننے

کے سات سال بعد چھوٹا بھائی شدید مر گیا اور شداد تمام قلمرو کا حکمران بن گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شداد کیمیا گری بھی جانتا تھا۔ اس لئے اس کے پاس زر و جواہر کا بے شمار انبار تھا۔ شداد نے خدائی کا دعویٰ بھی کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت کے لئے ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے ہزار سال کی عمر عطا فرمائی ہے۔ دو ہزار لڑکیوں سے تو نے نکاح کیا۔ ایک ہزار لشکروں کو تو نے شکست دی۔ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا تجھے شکرگزار ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لا۔ خدا تجھے اس سے زیادہ نعمت عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان نعمتوں کا قیامت کے دن تجھ سے حساب نہ لوں گا۔ رہنے کے لئے بہشت دوں گا۔ اس لئے مرنے سے پہلے خدا کے حکم کی تعمیل کر۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ تجھے حیات جاودانی عطا فرمائے گا۔

شداد نے کہا۔ میں نے خدا کی بہشت کی تعریف سنی ہے۔ میں بھی ایسی ہی بہشت تیار کر سکتا ہوں۔ اس نے خدا پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

شداد چونکہ روئے زمین کا شہنشاہ تھا۔ اس نے اپنے تمام ماتحت راجاؤں اور بادشاہوں کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ جس قدر زر و جواہر معلون سے دستیاب ہو سکے فراہم کر کے بھیجے جائیں۔ شداد نے تین ہزار ماہرین فن تعمیر کی خدمات حاصل کیں اور ہر استاد کے لئے ۱۰۰ مزدور فراہم کئے۔ اول چالیس گز زمین کھود کر سنگ مرمر کا حوض تعمیر کیا اور اس سے چشمے اور ندیاں جاری کیں اور اس کے اردگرد پختہ دیواریں تعمیر کرائیں۔ جس میں سونے اور چاندی کی اینٹیں نصب کرائیں۔ اس دیوار کی لمبائی ۳۰۰ گز تھی۔ کنگرے مروارید کے بنوائے اور اس حصار کے اوپر ایک ہزار محلات تعمیر کرائے۔ ہر محل

پر ایک ہزار جھنڈے لہرائے۔ ان محلات کے فرش ایک سونے' اور ایک چاندی کی اینٹ سے بنوائے اور اس حصار کے اندر بھی ایک ہزار محلات تعمیر کرائے جس میں سونا اور چاندی اور زبرجد استعمال کیا گیا تھا اور بجائے گارے کے مشک عنبر اور زعفران کام میں لایا گیا تھا۔

ان محلات کے اوپر نہایت خوبصورت بالا خانے تھے۔ نیچے پانی کی نہریں اور خوبصورت باغات تھے۔ ان باغات کے درختوں کے تنے خالص چاندی سونے کے تھے۔ شاخیں یاقوت سرخ کی اور پتے زمرد یا زبرجد سبز کے اور شگوفے چاندی سونے کے تھے۔ ہر درخت کے درمیان ایک پھل دار درخت نصب کیا گیا تھا۔ جو سونے چاندی کے خول سے برآمد ہوتا تھا۔ اور ان پر قسم قسم کے پھول آتے تھے۔ آب رواں میں موتی اور مرجان کے سنگریزے نہایت بہار کے ساتھ معلوم ہوتے تھے۔ کوئی نہر میٹھے پانی کی تھی تو کسی میں دودھ بہہ رہا تھا۔ کسی میں شہد۔ کسی میں شراب جاری تھی اور اس بہشت کے دروازے کے سامنے چار بڑے بڑے میدان تھے ہر میدان میں پھل دار درخت نصب تھے۔

ہر میدان کے اندر ایک ہزار کرسیاں سونے چاندی کی بچھی ہوئی تھیں اور ہر کرسی کے سامنے ہزار خوان لگے ہوئے تھے۔ اور ہر خوان میں ہزار قسم کے کھانے چنے گئے تھے۔

یہ جنت ۳۰۰ سال کے طویل عرصہ میں تعمیر ہو پائی تھی۔ تعمیر مکمل ہونے کے بعد تمام قلمرو سے خوبصورت لڑکے اور لڑکیاں بجائے حور و غلمان کے جمع کر کے اس جنت کی آرائش مکمل کی تھی۔ القصہ جب یہ جنت مکمل ہو گئی تو شداد ایک بڑا بھاری لشکر لے کر جنت کی سیر کے لئے روانہ ہوا۔ قطع مسافت کرتے ہوئے جب یہ لشکر جنت سے ایک دن رات کی مسافت کے فاصلہ

پر مقیم ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ نے ایسی زور سے چیخ ماری کہ شداد کا تمام لشکر وہیں ہلاک ہو گیا۔

شداد اپنے ۲۰۰ خاص غلاموں کی جلو میں سیرو تفریح کرتا ہوا جنت کے قریب پہنچا تو ان غلاموں کو ان چاروں میدانوں میں بھیج دیا اور خود ایک غلام کو ساتھ ۔لے کر گھوڑے پر سوار جنت کے دروازے پر پہنچا۔ شداد گھوڑے سے اترنا ہی چاہتا تھا کہ اس کا ایک پیر زمین پر اور ایک زین پر تھا کہ ملک الموت روح قبض کرنے آ گیا۔ شداد نے کہا مجھے اتنی مہلت دو کہ میں ایک نظر جنت تو دیکھ لوں۔ ملک الموت نے کہا اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے۔ تو جنت میں تو کیا تجھے تو دوزخ میں جانا چاہئے۔ شداد نے دوبارہ درخواست کی۔ اچھا زین سے پیر تو نکال لوں۔ ملک الموت نے انکار کر دیا۔ اور اسی حالت میں اس کی روح قبض کر لی۔

مولانا محمد یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شداد بن عاد کی عمر ۹۰۰ سال کی تھی۔ اس مردود نے خدائی دعویٰ کیا تھا۔ تفسیر "مدارک اور مواہب علیہ " میں ہے کہ عبداللہ بن قلابہ کا اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اس کی تلاش میں صحرائے عدن میں گھوم رہا تھا کہ اس کو بیابان میں ایک ایسا خوبصورت شہر نظر آیا جس کی مثال دنیا میں نہیں۔ یہ شہر بالکل خالی تھا۔ اس شہر میں جب ان کو کوئی شخص نظر نہ آیا تو ان پر ہیبت طاری ہو گئی۔ عبداللہ نے فوراً میان سے تلوار سونت لی اور اندر جا کر اس عمارت کو دیکھ کر کہنے لگے۔ الٰہی کیا یہ وہی بہشت ہے ؟ جس کا تو نے مومنوں سے وعدہ کیا ہے۔ عبداللہ اس عمارت میں سے تھوڑے سے جواہرات نکال کر ساتھ لے آئے۔ یمن میں لوگوں نے ان جواہرات کو دیکھ کر خیال کیا شاید اس شخص کے ہاتھ خزانہ لگ گیا

ہے۔ عبداللہ نے بہشت شداد کی صفت لوگوں کے سامنے بیان کی۔ یہ بات زبان زد عوام ہوتے ہوتے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس زمانہ میں شام کے گورنر تھے۔ آپ نے عبداللہ بن قلابہ کو بلا کر پورا واقعہ سنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر اس عجیب و غریب شہر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا۔

ہاں ! اس قسم کا شہر دنیا میں موجود ہے اور یہ وہی شہر ہے جس کو شداد بن عاد نے تعمیر کیا تھا۔ قرآن مجید میں بھی اس شہر کی تعریف میں لم یخلق مثلھا فی البلاد فرمایا گیا ہے۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس قسم کا ایک شہر لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ آپ کی حکومت میں ایک شخص کوتاہ قد جس کا رنگ سرخ اور آنکھیں نیلی ہوں گی جس کے منہ اور گردن پر ایک نشان ہوگا اپنے اونٹ کو ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا اس شہر کو دیکھے گا۔ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن قلابہ ؓ کو دیکھتے ہی کہا۔

ہاں ! یہ وہی شخص ہے جس کی صفت کتابوں میں مذکور ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام کا وصال

" مدارج النبوت " میں ہے کہ قوم عاد کے ہلاک ہو جانے کے بعد حضرت ھود علیہ السلام مسلمانوں کو ساتھ لے کر حضرموت چلے گئے اور وہاں مکانات بنا کر امن و اطمینان کے ساتھ رہنے سہنے لگے۔ اس کے بعد حضرت ھود علیہ السلام بحکم الٰہی واصل بحق ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرموت کے پہاڑوں

میں ایک غار پر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ اس کے نیچے محراب پر سنگ رخام کا ایک کتبہ نصب ہے جس پر لکھا ہے کہ اس جگہ حضرت ہود علیہ السلام آرام فرما ہیں۔ ایک تختی سونے کی بھی نصب ہے جس پر عبارت کندہ ہے

بسم اللہ العلی الا علٰی انا ھوالنبی و رسول رب الارض والسماء الی الملاء من عاد فد عوتھم الی الایمان وخلع الاصنام والاوثان فعصونی فاھلکھم الریح القیم فاصبحوا کالرمیم○

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ قوم عاد کے ہلاک ہو جانے کے بعد حضرت ہود علیہ السلام مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تھے اور وہیں آخر عمر تک رہے۔ آپ کی قبر ۸۹ دیگر انبیاء کرام کے ساتھ رکن اور زمزم کے درمیان واقع ہے۔

وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام مکہ مکرمہ میں افعال حج ادا کرنے میں مصروف تھے۔ ملک الموت ان کے سامنے انسانی صورت میں بہت سے بہشتی حلے لئے ہوئے آئے۔ ہود علیہ السلام نے ان حلوں کو دیکھ کر تعریف کی تو ملک الموت نے کہا آپ مجھے پہچانتے ہیں میں کون ہوں پھر خود ہی کہا کہ میں ملک الموت ہوں اور یہ حلہ جو آپ نے پہنا ہے آپ کا کفن ہے۔ خدا کے حکم سے آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔ ہود علیہ السلام نے کہا کہ مجھے تھوڑی دیر کی مہلت دو میں اپنے بیوی بچوں سے رخصت ہو آؤں۔

ملک الموت نے کہا آپ کو یہاں سے قدم اٹھانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

الغرض ملک الموت نے اسی جگہ آپ کی روح قبض کر لی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے خوشبو لے کر آئے۔ ملائکہ مقربین نے نماز جنازہ ادا کی اور صفا و مروہ کے درمیان آپ کو دفن کر دیا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ۴۶۴ سال کی عمر پائی۔

حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی اونٹنی

تفسیر مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کا شجرۂ نسب پانچ واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام سرخ و سفید رنگ' نہایت خوش رو اور خوبصورت تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام پیغمبر نہایت خوبصورت و خوش رو ہوا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری عطا فرما کر قوم ثمود کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ قوم ثمود حجاز و شام کے درمیان آباد تھی۔ گرمی اور سردی میں پہاڑوں میں سکونت رکھتی تھی۔ اور تفسیر "معالم التنزیل" میں ہے کہ ان لوگوں کی عمر کا اوسط ۶۰۰ سال سے ایک ہزار سال تک تھی۔ یہ لوگ بت پرست تھے۔ بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو ایمان و توحید کی دعوت دی۔ بت پرستی ترک کرنے کی ہدایت کی۔ خدائے وحدہ کے سامنے سر جھکانے کو کہا۔ مگر انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی ایک نہ سنی۔ بلکہ معجزہ کے طالب ہوئے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے کہا معجزہ تو میں دکھا دوں گا مگر یہ واضح رہے کہ اگر اس کے بعد تم ایمان نہ لائے تو تم پر خدا کا عذاب نازل ہو گا۔

کچھ دنوں کے بعد ان کی عید کا دن آیا۔ سب لوگوں نے شہر سے باہر

عیدگاہ میں بت پرستی کی اور عیدگاہ میں جانے سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا ہم اپنے بتوں کو پکارتے ہیں تم بھی اپنے خدا کو پکارو۔ دیکھیں کس کی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ جس کی دعا پہلے قبول ہو گی فریق ثانی کو اسی کا اتباع کرنا پڑے گی۔

قوم ثمود نے اپنے بتوں کے سامنے جا کر عاجزی و انکساری سے اپنی اپنی حاجتیں طلب کیں۔ مگر کسی کی دعا قبول نہ ہوئی۔ اس بات سے انہیں سخت شرمندگی ہوئی۔

مگر قوم ثمود کے ایک قبیلہ کے سردار نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو (عیدگاہ میں نصب تھا) حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ اگر اس پتھر سے آپ ایسی اونٹنی برآمد کر دیں جس کی پیشانی سیاہ اور بدن کے بال سفید ہوں اور دس مہینے کی گابھن ہو اور وہ باہر آتے ہی بچہ جنے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اور بتوں کی پرستش ترک کر دیں گے۔ اور اگر تم یہ معجزہ نہ دکھا سکے تو پھر ہم آپ کو خوب اچھی طرح ستائیں گے۔

اس کے بعد وحی آئی۔ اے صالح ہم نے تجھ سے ۴ ہزار سال پہلے اسی پتھر میں اونٹنی پیدا کر رکھی ہے۔ تم اپنی قوم سے عہد و پیمان لے لو کہ وہ اسے قتل تو نہ کریں گے۔ اس کے دودھ کو پیا کریں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود سے عہد و پیمان لے کر دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے ظہور معجزہ کی درخواست کی۔ فوراً ہی اس پتھر کو جنبش ہوئی اور اس سے ویسی ہی گابھن اونٹنی برآمد ہوئی جس کا انہوں نے صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا اور کچھ دیر بعد بچہ بھی پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد یہ دونوں جنگل کی طرف چرنے چلی گئیں۔

یہ منظر دیکھ کر وہ قبیلہ کا سردار مسلمان ہو گیا لیکن قوم ثمود کے دیگر افراد نے یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان لانے سے انکار کر دیا اور وہ حضرت صالح علیہ السلام کو الٹا ساحر کہنے لگے۔

قوم ثمود سات قبیلوں کے مجموعہ کا نام تھا اور یہ ساتوں قبیلے ایک ہی جگہ رہا کرتے تھے اور ایک ہی کنوئیں کا پانی پیا کرتے تھے۔ اس کنوئیں میں اتنا پانی تھا کہ کبھی کم نہ ہوتا تھا۔ یہ اونٹنی بھی عجیب و غریب تھی۔ جب کنوئیں پر پانی پینے آتی تھی تو کنوئیں کا سارا پانی پی جاتی تھی۔ ایک قطرہ بھی پانی نہ رہتا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے حکم خداوندی سے ایک دن اونٹنی کے پانی پینے کے لئے مقرر کر دیا تھا اور ایک دن سب لوگوں کے لئے مقرر تھا۔

یہ اونٹنی جتنا پانی پیتی تھی اتنا ہی دودھ بھی دیتی تھی۔ ساتوں قبیلے خوب شکم سیر ہو کر پینے کے بعد بھی اپنے مشکیزے بھر کر رکھ لیتے تھے۔ اس دودھ کا گھی' مکھن' پنیر بنا کر تجارت کرتے تھے اور خوب نفع اٹھاتے تھے اور دوسرے شہروں میں فروخت کرنے جاتے تھے۔ یہ لوگ تھوڑے ہی عرصہ میں مالدار بن گئے۔ ۴۰۰ سال تک قوم ثمود اس اونٹنی کے دودھ سے نفع حاصل کرتی رہی۔ مگر جب انہوں نے کفران نعمت کیا تو اپنے لئے ہلاکت کا سامان کر لیا۔

مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پہاڑ پر رہا کرتی تھی۔ اونٹ اور بیل وغیرہ ڈر کے مارے اس کے پاس نہ آتے تھے' بلکہ بھاگ جاتے تھے اور اس وجہ سے بیل اور اونٹ وغیرہ دبلے ہو گئے تھے۔ سردی کے دنوں میں یہ اونٹنی میدان

میں رہتی تھی۔

قوم ثمود میں ایک نہایت ہی حسین و جمیل خاتون نے بہت سے اونٹ پال رکھے تھے۔ وہ خاتون حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی دشمن ہو گئی تھی۔ "وہ چاہتی تھی کہ کس طرح سے یہ اونٹنی قتل ہو جائے" تاکہ اس کے اونٹوں کو چارہ مل سکے۔ یہ عورت چونکہ نہایت ہی حسینہ و جمیلہ تھی اس لئے بڑے بڑے لوگ اس پر شیفتہ اور فریفتہ تھے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ اس عورت کے پاس دو مرد شب باش ہوئے اس مہ جبیں خاتون نے ان سے کہا کہ آج تو گھر میں پانی بھی نہیں ہے تمہاری خاطر تواضع کس طرح کروں۔ آج حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پانی پینے کا دن تھا۔ اگر ہمارا کوئی آدمی ہوتا تو میں اس کے ہاتھوں حضرت صلح علیہ السلام کی اس اونٹنی کو قتل کرا دیتی جس کی وجہ سے سب پانی کی قلت اٹھا رہے ہیں۔

ان دونوں عاشقوں نے کہا کہ اگر ہم نے اونٹنی کو قتل کر دیا تو ہمیں کیا ملے گا۔ اس عورت نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر کہا کہ میں اور میرا تمام مال و دولت تمہارے لئے ہے۔ اس کے بعد ان دونوں نے خوب جی بھر کر شراب پی اور اپنے دوستوں کو (جن کی تعداد سات تھی) بھی پلائی۔ یہ سب لوگ اس راستہ میں چھپ کر بیٹھ گئے جس راستہ سے اونٹنی پانی پینے جایا کرتی تھی۔ اونٹنی راستہ سے گزر رہی تھی کہ ان لوگوں نے تلوار سے اونٹنی پر حملہ کرنا چاہا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ بلکہ اونٹنی کے حملہ کی تاب نہ لا کر خود ہی بھاگ گئے۔ اس کے بعد جب اونٹنی کنوئیں پر پانی پینے لگی تو ان دونوں عاشقوں

نے اس اونٹنی کے دونوں پچھلے پیر کاٹ دیئے۔ اونٹنی منہ کے بل گر پڑی۔ اتنے میں دوسرے لوگوں کو خبر ہوئی۔ انہوں نے اونٹنی کو قتل کر کے گوشت تقسیم کر لیا اور اپنے اپنے گھر لے گئے۔

اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کا یہ حال دیکھ کر دوڑتا ہوا حضرت صالح علیہ السلام کے پاس گیا اور تین بار ہائے میری ماں' ہائے میری ماں' ہائے میری ماں کہہ کر عیدگاہ کی طرف دوڑی اور اسی پتھر میں جہاں سے وہ برآمد ہوئی تھی غائب ہو گئی۔ یہ حال دیکھ کر حضرت صالح علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ تین دن کے بعد تم لوگوں پر عذاب نازل ہو گا۔ پہلے تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے' دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے' تیسرے دن بالکل سیاہ ہو جائیں گے۔ اس کے بعد سب کے سب ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ یہ سن کر کفار نے آپ کو قتل کرنا چاہا اور وہ اس ارادہ سے گھر سے چلے ہی تھے کہ راستے میں فرشتوں نے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا۔

"مواہب علمیہ" میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے پہاڑ کے ایک غار میں ایک مسجد بنا رکھی تھی۔ جہاں آپ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے۔ کفار نے سوچا کہ عذاب کا وعدہ تو تین دن بعد کا ہے۔ اس لئے تین دن ہونے سے پہلے ہی ان کا کام ختم کر دینا چاہئے۔ اس ارادہ سے کچھ لوگ مسجد کی راہ میں ایک جگہ غار میں چھپ کر بیٹھ گئے پہاڑ کے اوپر سے ایک پتھر لڑھک کر آیا۔ اس غار کا منہ ہی بند ہو گیا۔ جہاں یہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس طرح سے ان کا قتل کا منصوبہ خاک بں مل گیا۔

دشمنان اسلام کی ہلاکت سے کفار کی صفوں میں ہلچل مچ گئی۔ باہمی

مشورہ سے حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے ایک بڑا لشکر تیار کیا گیا۔ جس وقت یہ لشکر مارچ کرتا ہوا حضرت صالح علیہ السلام کی طرف روانہ ہوا تو مسلمانوں نے کفار سے کہا تین دن کی بات ہی کیا ہے دیکھ لو۔ اگر عذاب نازل نہ ہوا تو تم جو چاہے کرنا۔ کفار یہ بات مان گئے اور واپس چلے گئے۔ چنانچہ جمعرات کی صبح کو تمام کفار کے چہرے زرد ہو گئے۔ جمعہ کو سرخ ہو گئے اور ہفتہ کو سب کے چہرے سیاہ ہو گئے اور اتوار کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قوم ثمود کے مکانات ہلا دیئے۔ تمام کفار اپنے اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری' اسی وقت آگ آسمان سے نازل ہو کر کفار کو خاکستر کر گئی۔ صرف ایمان دار لوگ اس عذاب سے محفوظ رہے۔

آخرالامر حضرت صالح علیہ السلام کی عمر پوری ہو گئی۔ تو حق تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔

روایت ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے حرم مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ صفا و مروہ کے درمیان آپ کا مزار مبارک ہے۔ تفسیر " معالم التنزیل " میں ہے کہ وقت وفات حضرت صالح علیہ السلام کی عمر ۸۵ سال تھی۔

" مواہب علمیہ " میں ہے کہ قوم ثمود کے ہلاک ہو جانے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام مومنین کو ساتھ لے کر یمن تشریف لے گئے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ بوقت وفات حضرت صالح علیہ السلام کی عمر ۱۸۰ سال تھی۔

جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود مردود کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچ پشت سے سام بن نوح سے ملتا ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ دنیا میں چار بادشاہ روئے زمین پر گزرے ہیں۔ ان میں دو مسلمان تھے۔ سکندر ذوالقرنین' حضرت سلیمان علیہ السلام اور دو کافر تھے۔ نمرود' بخت نصر۔ بعض مورخین نے شداد کو بھی روئے زمین کا بادشاہ بیان کیا ہے۔

تفسیر "بحرالمواج" میں بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے بڑا ظالم و جابر بادشاہ نمرود پیدا ہوا تھا۔ اس مردود نے بادشاہ بننے کے بعد خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اس ظالم کی حدود میں مکھی مچھر یا موذی جانور داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک شہر میں نمرود نے ایک ایسا حوض تعمیر کرایا تھا کہ سال بھر میں جس دن اس حوض پر میلہ لگتا تھا حاضرین اپنے اپنے پسند کے کھانے کی چیزیں اس حوض میں ڈال کر ملا دیتے تھے۔ جس وقت گانا بجانا اور شراب نوشی کا دور چلتا تھا۔ ساقی گلفام جس وقت حوض میں ہاتھ ڈالتا وہی چیز برآمد ہوتی تھی جو اس حوض کے پانی میں ڈال کر ملا دی گئی تھی۔ اسی طرح نمرود کے دارالسلطنت کے عجائبات میں سے وہ حوض تھا جس میں روئے زمین کے شہروں کی تصویر نظر آتی تھی۔

اس حوض کی خصوصیات یہ تھیں کہ نمرود جس شہر کے باشندوں سے ناراض ہوتا تھا اور غصہ کے آثار ظاہر ہوتے تو اس حوض سے ایک چشمہ ظاہر ہو کر اس شہر کو غرق کر دیتا تھا۔ اور منجملہ عجائبات کے ایک وہ طلسمی بطخ بھی

تھی جو کہ شہر میں آنے والے لوگوں کے حالات کی اطلاع بھی دیتی تھی۔ جب کوئی مسافر شہر میں داخل ہوتا تو دروازے میں داخل ہوتے ہی خود بخود ایک آواز پیدا ہوتی تھی جو اس مسافر سے دریافت کرتی تھی کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے ؟ یہاں کس مقصد سے آیا ہے ؟ اور کس شخص کے پاس قیام کرے گا؟ یہ آواز سارے شہر میں سنائی دیتی تھی اور شہر والوں کو علم ہوتا تھا کہ شہر میں کوئی مسافر داخل ہوا ہے۔

انہی عجائبات میں سے ایک طبل بھی تھا کہ اس پر چوب کی ضرب لگا کر جب دریافت کیا جاتا تھا کہ چوری کس نے کی ہے اور مال مسروقہ کس جگہ پر ہے تو اس کا صحیح جواب اس طبل سے ملتا تھا۔ اسی طرح ایک شہر کے دروازے پر ایک طبلی عورت بنی ہوئی تھی جو غائب کا حال بتاتی تھی۔ اگر کوئی شخص غائب ہو جاتا تھا اور اس کا نشان و پتا معلوم نہ ہوتا تھا تو یہ عورت اس کا صحیح صحیح پتا بتا دیتی تھی۔

روایت ہے کہ نمرود مردود نے ایک ہزار سو سال تک روئے زمین پر سلطنت کی تھی جس وقت نمرود مردود اپنے قلمرو میں کسی جگہ جاتا تھا تو اس کے لئے ایک چار پایہ تخت چار قبوں پر بچھایا جاتا تھا۔ اور ان قبوں کو در ہائے رومی اور جواہرات سے آراستہ کر کے سنہری طنابیں کھینچ دی جاتی تھیں۔

القصہ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا تو اپنے بت بنوا کر اپنی سلطنت میں پرستش کے لئے بھیجے۔

تفسیر " معالم التنزیل " میں ہے کہ نمرود مردود نے ایک خواب دیکھا تھا کہ بابل (دارالسلطنت نمرود) کے افق سے ایک ایسا روشن ستارہ طلوع ہوا ہے جس کی روشنی کے آگے چاند اور ستاروں کی روشنی ماند پڑ گئی۔ نمرود

نے گھبرا کر کاہن اور نجومیوں کو بلا کر اس ستارے کی نسبت دریافت کیا۔

نجومیوں نے کہا کہ تیری سلطنت میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا جو تیری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا مگر وہ بچہ ابھی تک صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل نہیں ہوا۔ البتہ اس سال پیدا ہو گا اور لوگوں کو نئے مذہب کی دعوت دے گا۔

نمرود نے اسی وقت ایک جماعت اس خدمت پر مامور کر دی کہ وہ لوگوں کو عورت کی نزدیکی سے باز رکھیں۔ لڑکیاں پیدا ہوں تو رہنے دیں اور لڑکا پیدا ہو تو قتل کر دیں۔

روایت ہے کہ نمرود کے دارالسلطنت بابل میں نمرود کے حکم سے سال بھر میں ایک لاکھ لڑکے قتل ہوئے۔

الغرض جس روز حضرت ابراہیم علیہ السلام صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہوئے تو کاہنوں و نجومیوں نے نمرود کو مطلع کیا کہ وہ بچہ آج رات اپنے باپ کی پشت سے اپنی ماں کے رحم میں منتقل ہو گا۔

نمرود نے اسی روز حکم جاری کیا کہ دارالسلطنت کے لوگ آج رات شہر سے باہر رہیں کوئی مرد اپنے گھر رہنے نہ پائے اور شہر کے دروازوں پر چوکی پہرے بیٹھا دیئے۔

ولادت

قدرت ایزدی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بطن مادر میں قرار پائے تو ان کی والدہ محترمہ کی عمر شریف کم تھی۔ ان کی طرف کسی کا ذہن نہ گیا۔ حمل پہچانا نہ جا سکا۔ آپ کے والد محترم نے ایک تہ خانہ شہر کے باہر کھود

رکھا تھا ولادت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ اسی تہ خانے میں چلی گئیں۔ اللہ کا خلیل اسی تہ خانہ میں اس ظلمت کدۂ عالم کو روشن کرنے کے لئے تشریف لایا۔ سلام اللہ علیہ وصلوٰۃ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس تہ خانہ میں رہتے۔ آپ کی والدہ ماجدہ روزانہ جا کر دودھ پلا آتیں اور تہ خانہ کو پتھر سے بند کر دیتیں۔ آپ کی والدہ جب وہاں جاتیں تو آپ کو انگلی کا سرا چوستے پاتیں اور ملاحظہ کرتیں کہ انگلیوں سے دودھ جاری ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نشو و نما غیر معمولی تھی۔ عادتاً" بچے سال بھر میں جتنا بڑھتے آپ ایک مہینے میں بڑھتے۔

انبیاء علیہم السلام اپنی ابتدائے ہستی سے معصوم اور عارف باللہ ہوتے ہیں۔ اسی کے زیر اثر ایک دن آپ نے اپنی والدہ سے پوچھا۔ میرا رب کون ہے ؟ انہوں نے سمجھا پرورش کرنے والے کو پوچھتے ہیں۔ جواب دیا' میں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا۔ اور تمہارا رب کون ہے ؟ جواب دیا' تمہارے والد۔ پھر دریافت کیا اور ان کا رب کون ہے ؟ اب والدہ محترمہ لاجواب ہو گئیں۔ اس کا تذکرہ ان کے والد سے کیا اور بتایا کہ جس بچے کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سب کا دین بدل دے گا وہ یہی ہے۔

" بابل " میں بت پرستی کے ساتھ ساتھ ستارہ پرستی کا رواج عام تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد غیراللہ کی پرستش کی بیخ کنی تھی۔ اس لئے ابتداء ہی سے آپ کے قلب پاک پر غیراللہ کی الوہیت کے بطلان کے دلائل فائض ہونے لگے۔

بت خانہ میں آپ نے کسی دن زہرہ یا مشتری کو چمکتے ہوئے ملاحظہ فرمایا قوم کے اعتقاد پر طنز کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یہ میرا رب ہے؟ لیکن جب یہ ستارہ ڈوب گیا تو فرمایا میں ڈوبنے والوں سے رشتہ محبت نہیں رکھتا۔ پھر جب چاند نکلا اور اس کی چمک دمک دیکھی تو فرمایا یہ میرا رب ہے؟ پھر وہ بھی غروب ہو گیا۔ تو فرمایا اگر میرا رب ہدایت نہ دیتا تو میں انہیں گمراہوں کے زمرے میں داخل ہوتا۔ پھر جب سورج کو جگمگاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا (اچھا) یہ میرا رب ہے؟ یہ ان سب سے بڑا ہے لیکن جب ستارہ پرستوں کا یہ سب سے بڑا دیوتا بھی زرد ہو کر ڈوب گیا اور ان احمقوں کے پاس اب کوئی ایسا نہ رہا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کرتے۔ تو آپ نے نہایت اطمینان کے ساتھ فرمایا۔ اے قوم میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں۔ میں نے سب سے اپنا منہ موڑ کر اس کی طرف پھیر لیا جس نے زمین و آسمان بنائے اور میں مشرک نہیں ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیان فرمودہ یہ وہ برہان قاطع ہے۔ جو ہزارہا سال سے آج تک لاجواب ہے۔ آج فلسفی اور سائنسی دنیا کے پاس بھی اس کا کوئی جواب نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام علی الاختلاف ۷ ' ۱۳ ' ۱۷ برس بت خانہ میں رہے۔

تبلیغ توحید

بت خانہ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کا پرورش کنندہ چچا آزر بت تراش اور پوری قوم بت پرست اور ستارہ پرست ہے۔ دوسری طرف نمرود خدائی کا دعویٰ دار ہے۔ قوم کی اس گمراہی کو دیکھ کر خلیل اللہ کا دل تڑپ اٹھا۔ چچا آزر

سے کہا۔ یہ کیا حماقت ہے کہ رب العالمین کو چھوڑ کر ان بتوں کو معبود بناتے ہو اور قوم سے سوال کیا یہ کیسی مورتیاں ہیں جن کے آگے آس جمائے رہتے ہو۔ ان سفہاء کے قلوب میں ان مورتیوں کی الوہیت کا ڈھونگ ایسا رچا ہوا تھا کہ انہیں اس کا وہم بھی نہ تھا کہ کوئی اس سے منکر ہو سکے گا۔ جب اس مرد حق آگاہ کا سوال سنا تو بوکھلا گئے اور بولے ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم نے اپنے آباؤاجداد کو ان کی پوجا کرتے دیکھا ہے ہم بھی کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نعرہ حق بلند فرمایا۔

"تم اور تمہارے بت پرست آباؤ اجداد سب گمراہ تھے۔" قوم کی جرات اور بڑھی پوچھا اے ابراہیم تم واقعی بات کہتے ہو یا مذاق کرتے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔ یہ مذاق نہیں واقعہ ہے۔ تم سب کا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے۔ جس نے انہیں بنایا ہے اور میں اس پر گواہ ہوں۔

بت شکنی

اہل بابل کا ایک سالانہ میلہ لگتا تھا۔ میلہ پر جانے سے پہلے یہ بتوں کو سنوارتے سجاتے اور ان کے سامنے عمدہ عمدہ کھانے رکھ جاتے۔ دن بھر میلہ میں رنگ رلیاں مناتے اور واپسی پر ان کھانوں کو بطور پرشاد کھاتے۔ اتفاق کی بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سابقہ گفتگو کے ایک دن بعد میلہ تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ کل عید ہے تم بھی عیدی میلہ کی بہار دیکھنے چلو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی اور روایۃً فرمایا میں بیمار ہونے والا ہوں۔

قوم علم نجوم کی بڑی معتقد تھی۔ اس نے سمجھا کہ شاید اسی علم سے انہیں اپنے بیمار ہونے کا علم ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ لوگ آپ کو چھوڑ کر میلہ میں چلے گئے۔ جب یہ لوگ میلہ میں جانے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ تم لوگ جاؤ میں تمہارے بتوں کی خبر لوں گا۔ اس کو کچھ لوگوں نے سن لیا۔

یہ لوگ تو میلہ میں عید منانے گئے اور اللہ کا خلیل چپکے سے طبر لے کر بت خانہ گیا۔ بتوں کے سامنے عمدہ عمدہ کھانے دیکھ فرمایا۔ تم لوگ ان پرشادوں کو کھاتے کیوں نہیں۔ جب کچھ جواب نہ ملا تو فرمایا۔

ارے ! تمہیں کیا ہو گیا ہے بولتے کیوں نہیں۔ جب ان بے جان مورتیوں کے منہ سے کوئی جواب نہ نکلا تو جلال آ گیا اور داہنے ہاتھ میں طبر لے کر ان سب کو مار مار کر چور کر دیا صرف بڑے بت کو باقی رکھا اور طبر اس کی گردن پر رکھ دیا۔

جب قوم کو اپنے معبودوں کی تباہی کا علم ہوا تو دوڑے ہوئے آئے اور پوچھنے لگے کہ کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ ظلم کیا۔ جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دھمکی سنی تھی بتایا کہ ابراہیم سے ان کی برائی کرتے سنا ہے۔ غالباً یہ اس کی حرکت ہے۔ قوم نے کہا اس کو پکڑ کر سب کے سامنے لاؤ۔ جب لائے گئے۔ قوم نے آپ سے پوچھا کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔ آپ نے جواب دیا یہ حرکت ان کے بڑے کی ہے' اگر بول سکے تو اس سے پوچھ لو اب قوم کی بولتی بند ہو گئی اور دل میں کہنے لگے سچی بات وہی ہے جو ابراہیم کہتے ہیں۔ ہم لوگ ظالم ہیں لیکن

برسہابرس کی گھٹی میں پلائی ہوئی بتوں کی عظمت نہ جا سکی۔ دھاندلی سے بولے کہ آپ تو جانتے ہیں کہ یہ بولتے نہیں۔ خلیل اللہ نے فوراً جواب دیا پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر ان ناتوانوں کو پوجتے ہو جو تمہیں نہ نفع پہنچا سکیں نہ نقصان۔ تم پر اور تمہارے جھوٹے معبودوں پر تف ہو۔ تم لوگ کتنے بے سمجھ ہو۔

جب قوم ہر طرح سے عاجز ہو گئی تو (غالباً) اسی وقت یا آگ میں ڈالنے کے بعد نمرود سے شکایت کی نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو طلب کر کے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟ آپ نے جواب دیا جو مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ نمرود بولا میں بھی مارتا اور جلاتا ہوں۔ اس نے قیدخانہ سے دو ملزموں کو بلایا اور ایک کو قتل کرا دیا۔ دوسرے کو چھوڑ دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بولا دیکھو میں بھی مارتا اور جلاتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی بے وقوفی دیکھ کر اس سے واضح حجت پیش فرمائی اور فرمایا میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اگر تو خدا ہے تو ذرا مغرب سے نکال دے۔ اب نمرود کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور مبہوت ہو کر رہ گیا۔

آتش کدۂ نمرود

فیض جلیل خلیل سے پوچھو
آگ میں باغ لگاتے یہ ہیں

اہل بابل میں حق قبول کرنے کی استعداد ہوتی تو ان مناظروں میں ساکت و عاجز ہو جانے اور اپنے دیوتاؤں کی بے چارگی' بربادی کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد یقیناً قبول کر لیتے۔ لیکن وہ بدنصیب اپنی ذاتی طاقت اور نمرود کی

سلطنت کی آڑ لیتے ہوئے اپنی ان ناکامیوں اور بتوں کی بربادیوں کا بدلہ لینے کے لئے اس پر آمادہ ہوئے کہ حضرت ابراہیم کو آگ میں جلا کر ہمیشہ کے لئے اس نعرہ حق کو خاموش کر دیا جائے۔

چنانچہ نمرود کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "کوثی" میں قید کر دیا گیا۔ اور تیس گز لمبا بیس گز چوڑا سنگین دیوارں کا آتش کدہ تعمیر ہوا۔ آتش کدہ کو لکڑیوں سے بھر کر آگ لگا دی گئی ایک مہینہ تک بھڑکائی گئی۔ جب اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کے خلیل کو گوپھن (منجنیق) سے اس میں ڈال دیا گیا۔

روح الامین نے سدرہ سے دیکھا کہ اللہ کے خلیل کے پائے استقامت میں لغزش اور دل میں ہراس کیا معنی زبان پر حرف التجا تک بھی نہیں آیا۔ ان سے نہ دیکھا گیا۔ حاضر خدمت ہوئے اور پوچھا کوئی ضرورت ہے۔ فرمایا ہاں ہے۔ لیکن تم سے نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا تو جس سے ہے اسی سے عرض کیجئے۔ فرمایا علمه بحالی کفانی عن سوالی وہ حال جانتا ہے۔ دعا کی حاجت نہیں۔ اپنا پیغام پہنچانے کے جرم میں آگ میں جلنے والے کو دیکھ کر اس قادر و قیوم نے حکم فرمایا۔ یانار کونی بردا و سلما علی ابراهیم " اے آگ خبردار ابراہیم کے بال بیکا نہ ہو۔ ٹھنڈی ہو جا اور ان کے لئے سلامتی کا سامان بن جا۔

قدرت خداوندی کا کتنا حیرت انگیز نظارہ ہے کہ وہی شعلے جس کے پاس کوئی پھٹک نہیں سکتا تھا۔ پرندے پر نہیں مار سکتے تھے۔ دفعتاً" سرد ہو گئے' بندشیں جل گئیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آنچ بھی نہیں آئی۔

اہل بابل پر حجت الہیہ ہو چکی تھی۔ قوم نے حق قبول کرنے کے

بجائے آواز حق بلند کرنے والے کو نیست و نابود کرنے کی امکانی کوشش ختم کر لی تو اب وقت آ گیا کہ صفحہ ارض کو ان کے وجود سے پاک کیا جائے۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت کا حکم ہوا آپ اپنے چچا زاد بھائی لوط بن ہاران کو لے کر شام چلے آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں اور لوط علیہ السلام موتفکہ میں آباد ہوئے۔

نمرود اور قوم نمرود کی بربادی

اللہ عزوجل نے نمرود اور اہل بابل پر عذاب نازل فرمایا۔ مچھروں کی ایک فوج آئی۔ پوری قوم کے خون کے ساتھ گوشت بھی چٹ کر گئی۔ ایک مچھر نمرود کے دماغ میں گھس گیا۔ اس کے مغز کو چاٹ کر ہلاک کر دیا اور اللہ کے خلیل کو آگ میں ڈالنے والی قوم کا نام صفحہ ہستی سے اس طرح مٹا دیا کہ کوئی ان پر آنسو بہانے والا تک نہ رہا۔ فما بکت علیھم السماء والارض "نہ ان پر آسمان رویا نہ ان پر زمین روئی۔"

مصر کا سفر

بابل سے آنے کے بعد ایک مدت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام شام میں رہے۔ اتفاقاً شام میں ایک بار قحط پڑا۔ غلہ لینے کے لئے مصر گئے۔ ساتھ میں آپ کی اہلیہ حضرت سارہ بھی تھیں وہ آپ کے چچا کی لڑکی تھیں۔ ان سے آپ نے نکاح کر لیا تھا۔ ان دنوں مصر پر اول فرعون حکمران تھا۔ اس ظالم کی عادت تھی کہ شادی شدہ عورتوں کو جبراً لے لیا کرتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر پہنچے تو کسی نے فرعون مصر کو اطلاع دی

کہ ایک صاحب مصر میں آئے ہیں۔ ان کے ہمراہ ایک حسین ترین عورت ہے۔ فرعون مصر نے بلوا کر پوچھا تمہارے ساتھ کون عورت ہے؟ آپ نے فرمایا' وہ میری بہن ہے۔ آپ نے واپس آ کر حضرت سارہ سے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اس تاویل سے کہ اس سرزمین پر سوائے ہم دونوں کے اور کوئی مسلمان نہیں۔ تمہیں بہن بتایا تم سے اگر پوچھے تو اس کے خلاف مت کہنا۔

اس پر بھوت سوار تھا' اس کے باوجود کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کو بہن بتایا تھا۔ اس نے حضرت سارہ کو بلایا۔ حضرت سارہ ادھر گئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ناموس کو معرض خطر میں دیکھ کر وضو کیا اور نماز شروع کر دی۔

حضرت سارہ کو دیکھ کر اس خبیث نے دست درازی کرنی چاہی' قدرت ایزدی سے اس کا گلا گھٹ گیا اور زمین پر گر کر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ جب جان جاتی دیکھی تو اس نے حضرت سارہ سے کہا کہ دعا کرو میں ٹھیک ہو جاؤں اب تم سے کوئی تعرض نہیں کروں گا۔ حضرت سارہ نے یہ دعا کی۔

اللهم ان كنت تعلم انى امنت بك وبرسولك واحصنت فرجى الا على زوجى فلا تسلط علىٰ الكافر اللهم ان يمت فيقال هى قتلته ○

" اے معبود اگر تو یہ جانتا ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا ہے تو اس کافر کو مجھ پر قابو مت دے۔ اے معبود اگر یہ مرگیا تو لوگ کہیں گے اسی نے قتل کیا ہے۔"

دعا کرتے ہی وہ ٹھیک ہو گیا۔ ٹھیک ہونے کے بعد پھر نیت بگڑی اور

ہاتھ بڑھایا۔ پھر وہی حالت ہوئی۔ پھر حضرت سارہ کی دعا سے ٹھیک ہو گیا پھر نہیں مانا۔ تیسری بار ہاتھ بڑھایا تو پہلے سے سخت درگت ہوئی۔ پھر دعا کی التجاء کی۔ دعا کے بعد ٹھیک ہو گیا۔

بار بار تجربے سے سمجھ چکا تھا کہ اس عفیفہ کی پشت پر کوئی غیبی قوت ہے۔ اب ہمت نہ ہوئی۔ دربان سے بلا کر کہا کہ تم بجائے انسان کے شیطان کو لائے ہو۔ اسے میرے ملک سے نکال دو اور اس کی خدمت کے لئے ہاجرہ کو دے دو۔ حضرت سارہ' ہاجرہ کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارہ سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ عرض کیا' اللہ نے بدکار کا مکر اسی کے منہ پر دے مارا۔ اس نے ایک باندی خدمت کے لئے دی ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

فبشر ناہ بغلٰم حلیم ○

"پس ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی"

اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر شام واپس آئے۔

حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیا۔

حضرت ہاجرہ اصل میں کسی قبطی بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ جسے فرعون مصر نے قید کر کے باندی بنا لیا تھا لیکن قسمت میں دین و دنیا کی ملکہ ہونا لکھا تھا۔ اس لئے قدرت نے انہیں اپنے خلیل کی خدمت میں بھیج دیا۔ کچھ دنوں میں اللہ عزوجل نے حضرت ہاجرہ کی آغوش حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پر کی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اگرچہ شام میں پیدا ہوئے تھے لیکن قدرت نے انہیں

کوئی اور ہی بستی بسانے کے لئے منتخب فرمایا تھا۔

حضرت سارہ کو امید تھی کہ خدا انہیں کوئی اولاد دے گا۔ جو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز ہو گی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیشانی میں اس نور کی تابش دیکھ کر حضرت سارہ کو رشک ہوا۔ اور یہ رشک اس حد تک پہنچا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہاجرہ اور اس کے بیٹے کو میری نظروں سے اوجھل کیجئے۔ اور کسی ایسی جگہ چھوڑ آیئے جہاں آب و دانہ نہ ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام منجانب اللہ حضرت سارہ کی دل جوئی کے لئے مامور تھے۔ اس لئے ان کی خواہش رد نہ کر سکے۔ ادھر وحی آئی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی ماں کو اس سرزمین میں چھوڑ آیئے جسے میں نے قبلہ توحید بنانے کے لئے روز ازل ہی سے چن لیا ہے۔

ماں بیٹا اور وادی غیرذی زرع

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ○

" اے ہمارے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ناقابل کاشت میدان میں بسائی ہے تیرے عزت والے گھر کے پاس تاکہ یہ لوگ نماز پڑھیں۔"

حضرت سارہ کی خواہش کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام ماں اور دودھ پیتے بچے کو براق پر سوار کر کے لے چلے اور جہاں اب کعبہ ہے وہاں لائے۔ زمزم کے پاس ایک اونچے درخت کے نیچے لے جا کر اتارا۔ ایک توشے دان میں کھجوریں اور ایک مشک پانی رکھ کر پلٹے۔

اس وقت وہاں ببول وغیرہ کا جنگل تھا۔ نہ آبادی تھی' نہ پانی کے لئے

کنواں یا چشمہ وغیرہ تھا۔ اس سنسان میدان میں اکیلے چھوڑ کر اپنے سرتاج کو واپس ہوتے ہوئے دیکھ کر حضرت ہاجرہ بیتاب ہو گئیں۔ پوچھا اس چٹیل میدان میں کس کے سہارے چھوڑے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب نہ دیا اور نہ مڑ کر دیکھا۔ حضرت ہاجرہ نے بار بار پوچھا جب کچھ جواب نہ ملا تو عرض کیا' کیا آپ کو خدا نے اس کا حکم دیا ہے۔ فرمایا' ہاں ! اب اطمینان ہوا۔ بولیں ایسا ہے تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ ہماری حفاظت کرے گا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے چلتے پہاڑ کی گھاٹی کے قریب پہنچے تو اکلوتے بیٹے کی بے کسی پر شفقت پدری جوش میں آئی کعبہ کے نشانات کی طرف منہ کر کے یہ رقت انگیز دعا کی۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم و ارزقھم الثمرات لعلھم یشکرون ○ (سورۃ ابراہیم)

" اے ہمارے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک ناقابل کاشت میدان میں تیرے عزت والے گھر کے پاس چھوڑا۔ اے ہمارے رب اس لئے یہ نماز پڑھیں کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کا رزق دے۔ مجھے امید ہے کہ یہ لوگ تیرا احسان مانیں گے۔"

بیر زمزم کا ابلنا

حضرت ہاجرہ وہ کھجوریں کھاتیں اور جب تک مشک میں پانی تھا پیتی رہیں۔ جب پانی ختم ہو گیا تو سخت پریشان ہوئیں۔ یہاں تک کہ پیاس کی زیادتی سے وہ وقت آن پہنچا کہ دودھ خشک ہو گیا اور بچے کی جان پر آبنی۔ شدت

کرب سے بچہ تڑپ کر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ ماما کی ماری ماں سے یہ جانکاہ منظر دیکھا نہ گیا۔ بے تحاشا اٹھیں۔ قریب ترین پہاڑ صفا تھا۔ اس پر چڑھ کے درمیان میدان پر نظر دوڑائی کہ شاید کوئی مددگار ہو لیکن وہاں کون تھا۔ نیچے اتریں جب نشیب میں پہنچیں تو کپڑے سمیٹ کر نالہ پار کر کے موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا لخت جگر کے پاس جا کر ایک نظر ڈالی۔ پھر مروہ پر چڑھیں وہاں سے بھی نظر دوڑائی کہ شاید کوئی کہیں ہو۔ مایوس ہو کر پھر نیچے آئیں اور اسی طرح دوڑ کر وادی پار کی۔ اور بچے کے پاس جا کر ایک نظر ڈالی اور پھر صفا پر گئیں۔ اسی طرح سات چکر لگائے۔ ساتویں بار جب بچے کے پاس آئیں تو دیکھا بچہ جاں بلب ہے۔ اب کی بار مروہ پر پہنچیں تو انہیں ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کہیں سے کوئی آواز آ رہی ہے۔ چونک گئیں اور ہمہ تن متوجہ ہو کر آواز پر کان رکھا۔ اب آواز صاف سنائی دی۔ کوئی اسمٰعیل کے پاس کھڑا ہے اور آواز دے رہا ہے۔ ڈھارس بندھی بولیں۔ اے غمگسار تیری آواز میں نے سنی۔ کیا تیرے پاس مجھ دکھیاری کی چارہ سازی کا کچھ سامان ہے۔ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔ اپنی ایڑی زمین پر ماری جس سے زمین پھٹ گئی اور چشمہ ابل پڑا۔ اس ڈر سے کہیں پانی بہ کر ضائع نہ ہو جائے۔ اردگرد سے دھول اٹھا کر کے حوض کی طرح بناتی جاتیں اور کہتی جاتیں۔ زم زم (تھم تھم) اور کچھ پانی چلو سے مشک میں بھر لیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اسمٰعیل علیہ السلام کی ماں پر رحم فرمائے۔ اگر وہ زمزم کو چھوڑ دیتیں تو وہ ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت ہاجرہ نے پانی پیا بچہ کو پلایا جس سے ان دونوں کی بھوک و پیاس زائل ہو گئی۔ آب زمزم میں یہ خاصیت ہے کہ وہ کھانے پینے دونوں کے بجائے

کام دیتا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ کو تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں پانی ختم نہ ہو گا۔ یہ بچہ اور اس کے باپ یہاں اللہ کے گھر کی تعمیر کریں گے۔ یہاں کے باشندوں کو اللہ ضائع نہیں کرے گا۔

بنی جرہم کی آمد

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس چٹیل میدان میں اپنے اہل خانہ کو چھوڑا تھا اس کے قریب ہی یمن کا ایک قبیلہ جرہم آباد تھا۔ ان کی ایک جماعت شام کو جاتے ہوئے اس میدان کے زیریں حصے میں اتری۔ انہوں نے بطن وادی میں پرندوں کو چکر کاٹتے ہوئے دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہاں پانی ہے۔ خبر لانے کے لئے کچھ آدمیوں کو بھیجا تصدیق کے بعد حضرت ہاجرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اجازت کے بعد وہیں آباد ہو گئے۔ لیکن حضرت ہاجرہ نے چاہ زمزم شریف کو اپنی ہی ملکیت میں رکھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دستور تھا کہ ہر ماہ براق پر سوار ہو کر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کی دیکھ بھال کے لئے آیا کرتے۔ زمین ان کے لئے سمیٹ دی جاتی تھی۔ صبح کو فلسطین سے چلتے اور مکہ مکرمہ آکر ان لوگوں سے مل کر واپس ہوتے۔ اور قیلولہ کے وقت پھر فلسطین واپس پہنچ جاتے۔

شادی

قدرت نے بنی جرہم کو بھیج کر غیب سے حضرت ہاجرہ کی موانست کا مستقل سامان پیدا کر دیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام انہیں میں پلے بڑھے اور انہیں سے عربی زبان سیکھی' عربی زبان کی ایجاد کا سہرا اسی قبیلہ کے جد اعلیٰ جرہم

اور اس کے بھائی قطور کے سر ہے۔ اس وقت اس قبیلہ کا سردار مضاض بن عمرو تھا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب شادی کے قابل ہو گئے تو مضاض کی لڑکی سے شادی کر لی۔

جنگلی جانوروں کے شکار اور زمزم کے پانی پر گزران تھی۔ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مویشی چراتے تھے۔ تیر و کمان بھی ساتھ رکھتے تھے' کوئی شکار مل جاتا تو کر لیا کرتے تھے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اسی قبیلہ میں دو شادیاں کیں۔ پہلی عورت کچھ ناشکری تھی۔ اپنے باپ کے حکم سے اسے طلاق دے کر دوسری شادی کر لی جو پہلے کے برخلاف سلیقہ مند شکرگزار تھی۔ اس کی سلیقہ مندی سے خوش ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے برقرار رکھنے کا حکم فرمایا۔

اس کی تفصیل بخاری وغیرہ میں یہ ہے کہ ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور اسمٰعیل علیہ السلام کی اہلیہ سے پوچھا۔ اسمٰعیل کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ شکار کرنے گئے ہیں۔ پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگوں کی زندگی کیسے گزرتی ہے؟ اس نے کہا کہ ہم بری حالت میں ہیں' تنگی اور شدت میں ہیں۔ فرمایا جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان سے سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام واپس آئے تو انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی آیا تھا۔ پوچھا کیا کوئی آیا تھا؟ ان کی زوجہ نے بتایا کہ ہاں! ایک بزرگ ایسے ایسے آئے تھے۔ ہماری ان کی یہ یہ بات چیت ہوئی اور وہ آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بتایا کہ وہ میرے والد محترم تھے۔ اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ کو الگ کر دوں۔ تم اپنے اہل

میں چلی جاؤ اور اسے طلاق دے دی۔

پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بنی جرہم ہی میں دوسری شادی کی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر تشریف لائے۔ اس وقت بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام موجود نہیں تھے۔ ان کی بیوی سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا شکار کرنے گئے ہیں۔ دریافت فرمایا تم لوگ کیسے ہو ؟ اور کیسے زندگی گزر رہی ہے ؟ اس نے عرض کیا ہم بہت اچھی طرح اور کشائش میں ہیں۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا سواری سے اتریئے کچھ کھا پی لیجئے۔ دریافت فرمایا تمہارا کیا کھانا پینا ہے ؟ بتایا گوشت اور پانی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی۔ اے اللہ ! انہیں گوشت میں برکت دے اور پانی میں۔ فرمایا جب تمہارے شوہر گھر آجائیں تو ان کو سلام کہنا اور ان سے کہنا اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھیں۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام آئے تو انہوں نے کچھ محسوس کیا۔ پوچھا کوئی آیا تھا ؟ اہلیہ نے عرض کیا کہ ہاں ! ایک بزرگ بہت شاندار تشریف لائے تھے۔ آپ کے بارے میں انہوں نے پوچھا۔ پھر اس نے ساری گفتگو سنا دی۔ دریافت فرمایا کچھ حکم دے گئے ہیں ؟ اس نے بتایا آپ کو سلام کہہ رہے تھے اور حکم دیا ہے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھیں۔ فرمایا یہ میرے والد صاحب تھے اور انہوں نے حکم دیا ہے کہ تم کو اپنی زوجیت میں باقی رکھوں۔

انقیاد و ایثار کا عظیم امتحان

یا براھیم قد صد قت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین ○

" اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا' ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔"

حرم الٰہی کی تعمیر ہونے والی تھی۔ اس کی پاسبانی کے لئے ایک ایسے ایثار پسند انسان کی حاجت تھی جو اپنے فرض کی ادائیگی میں جان و مال سے دریغ نہ کرے۔ قدرت کو خوب معلوم تھا کہ کون ہے۔ لیکن دنیا والوں کو بھی اس کا جذبہ قربانی تسلیم کرانے کے لئے امتحان گاہ میں لانے کی ضرورت تھی۔

اس لئے جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پندرہ سال کے ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم ہوا کہ اپنے بڑھاپے کی اکلوتی اولاد جو تمہاری یادگار ہے میرے نام پر قربان کرو۔ اقلیم تسلیم و رضا کا شہنشاہ فرمان ایزدی اپنے نوجوان لخت جگر کو سناتا ہے۔

یبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ ○

" بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بولو تم کیا کہتے ہو۔"

پیکر ایثار و صبر نے عرض کیا۔

یابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شآء اللہ من الصبرین ○

"اے باپ آپ تعمیل حکم کیجئے انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری لی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو لے کر منیٰ میں آئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ماتھے کے بل لٹا لیا۔ قدرت کی بے نیازی کا اس سے بڑھ کر حیرت انگیز منظر دنیا نے کم دیکھا ہوگا۔ ایک طرف نوے سال کا بوڑھا باپ اپنے ہاتھ میں چھری لئے اس نور نظر کو ذبح کرنے کے لئے بڑھ رہا ہے جو تنہا وارث نبوت و حکمت تھا۔ دوسری طرف ماں

باپ کے لاڈ و پیار کا خوگر نوجوان باپ کے قاتلانہ اقدام کو دیکھ کر بھی اطمینان سے سر نیاز جھکائے ہوئے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ کر پوری قوت سے چلائی۔ ارض و سما' دشت و جبل لرز اٹھے۔ ملائکہ معصومین کانپ گئے۔ لیکن باپ بیٹے کے پائے استقلال میں ادنیٰ سی لغزش بھی نہ ہوئی۔

آخر امتحان لینے والے کو رحم آگیا۔ اس نے اس محیرالعقول ایثار کو قبول کرتے ہوئے پکارا۔

یابراھیم قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین ○ ان ھذا لھو البلوء المبین ○

" اے ابراہیم ! تم نے خواب کو سچ کر دیکھایا۔ ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں یہ ایک عظیم الشان امتحان تھا۔"

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بجائے جنت سے ایک جانور (بکری یا مینڈھا) آیا۔ اس کی قربانی ہوئی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام قربان ہونے سے بچ گئے۔ لیکن ان کے ایثار و اخلاص کی یادگار میں ان کے پیروکاروں پر قیامت تک رسم قربانی واجب کر دی۔ وترکنا علیہ فی الاخرین ○

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

مرکزِ توحید کی تعمیر

اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ○

" یاد کرو جب ابراہیم و اسمٰعیل بیت اللہ کی کرسی بلند کر رہے تھے۔ اے ہمارے رب ! ہماری جانب سے قبول کرنا۔ بیشک تو سنتا اور جانتا ہے۔"

امتحان ہو چکا تو اب وقت آن پہنچا کہ امتحان میں کامیاب ہونے والے کو اس کا منصب عطا کیا جائے۔

حضرت ہاجرہ کے انتقال کے بعد حسب دستور ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تیر درست کر رہے ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے پدر بزرگوار کو دیکھا تو بڑھے اور مصافحہ و معانقہ و دست بوسی کی۔

کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی۔ طوفان نوح میں وہ عمارت اٹھا لی گئی' سرخ ٹیلے کی شکل میں اس کے نشانات باقی رہ گئے تھے۔ اس ٹیلے کی جانب اشارہ کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس جگہ اپنا گھر بنانے کا حکم دیا ہے' کیا تم میری مدد کرو گے ؟

سعادت مند بیٹے نے جواب دیا۔ بسر و چشم ۔ باپ' بیٹے نے مل کر اول خانہ الٰہی کعبہ کی بنیاد ڈالی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پتھر لا کر دیتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دیوار چنتے تھے۔ جب دیواریں بلند ہو گئیں تو ایک اونچے پتھر پر کھڑے ہو کر کام کرنے لگے۔ یہ پتھر آج تک بطور یادگار کے مقام ابراہیم علیہ السلام کے نام سے وہاں رکھا ہوا ہے۔ جس پر مٹتے مٹاتے آج بھی نشان قدم موجود ہیں۔

جب عمارت تیار ہو گئی تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا ایک اچھا پتھر تلاش کر کے لاؤ۔ یہاں لگا دوں جس سے لوگ طواف کا شمار کر سکیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ماندگی کا عذر کیا' مگر قبول نہ ہوا۔ مجبوراً جانا پڑا۔ پتھر تلاش کر کے لائے تو دیکھا وہاں حجراسود نصب ہے۔ پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔ فرمایا وہ دے گیا ہے جو تیرے سہارے نہیں۔

حجراسود کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا تھا۔ پہلے وہ سفید و شفاف تھا۔ بوسہ دینے والوں کے گناہوں کو جذب کرتے کرتے سیاہ ہو گیا۔

جب باپ بیٹے یہ چوکور خانہ توحید تیار کر چکے تو رقت قلب کے ساتھ یہ دعائیں کیں۔

ربنا تقبل منا انک انت المسیع العلیم ○ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃً مسلمۃً لک و ارنا مناسکنا وتب علینَا أنک انت التواب الرحیم ○ ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم ایتک و یعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم ○ (سورۃ البقرہ)

" اے رب ہماری طرف سے قبول فرما' تو سنتا اور جانتا ہے۔ اے رب ہم دونوں کو فرمانبردار رکھ اور ہماری اولاد میں سے ایک گروہ کو فرمانبردار بنا اور ہمیں عبادت کے قاعدے بتا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے اور ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتوں کو تلاوت کرے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور معصیت

سے پاک کرے تو غالب حکمت والا ہے۔"

یہ عمارت بغیر چھت کی تھی' ایک دروازہ تھا لیکن اس میں کواڑ' چوکھٹ بازو وغیرہ نہ تھے۔ دروازہ کے پاس ایک گڑھا تھا جس میں نذرانے کی رقم جمع ہوتی۔ اس عمارت کا طول و عرض یہ تھا۔

بلندی ۹ گز' طول رکن شامی سے حجر اسود تک ۳۲ گز۔ عرض رکن شامی سے غربی تک ۲۲ گز۔

وفات

تورات میں ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر ۱۳۷ سال کی ہوئی۔ یہ عرب' حجاز' یمن' حضرموت کے نبی تھے۔ ان کو بارہ فرزند عطا ہوئے جن کے نام آگے آئیں گے۔ ایک صاحبزادی کا پتہ چلتا ہے جو عیسو بن اسحاق سے بیاہی گئیں۔

پہلے آپ کی والدہ کا وصال ہوا اور آج جہاں مطاف ہے وہاں مدفون ہوئیں۔ بعد میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا وصال ہوا۔ یہ بھی ماں کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ ایک قول کی بنا پر ان کی قبریں حطیم میں ہیں۔

اہل کتاب کی ہفوات کا رد

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے یہ اہل عرب کی روایات سے ماخوذ ہے۔ کلمات النبیہ میں تحریف کے پرانے عادی اہل کتاب نے جوش تعصب میں سرے سے ان تمام حقائق کا انکار کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ نہ تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام عرب میں آباد ہوئے اور نہ اہل عرب حضرت اسمٰعیل علیہ

السلام کی اولاد ہیں اور نہ حضرت اسمٰعیل ذبح ہوئے اور نہ مقام ذبح مکہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام فلسطین کے جنوبی صحرا میں آباد ہوئے اور ذبح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور مقام ذبح شام ہے۔

اس انکار سے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ بانی اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسل ابراہیم سے اور ملت اسلام کا ملت ابراہیمی ہونا ثابت نہ ہو سکے۔

ہم ان تمام مختلف فیہ مسائل پر الگ الگ بحث کرنے سے پہلے قارئین کی توجہ فن تاریخ کی اصل کلی کی جانب مائل کرنا چاہتے ہیں جس کی صحت میں کسی ماہر تاریخ کو انکار نہیں ہو سکتا اور جو تاریخ کی بنیاد ہے۔

۱ ... تاریخ کی تدوین سے قبل جو قومیں گزر چکی ہیں ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے صرف دو ہی ذریعے ہیں۔ ایک تو زبانی روایات دوسرے علم آثار۔

۲ ... ہر اجنبی کے حسب و نسب اور آباؤ اجداد کے وطن کے بارے میں اس کا قول بہ نسبت دوسرں کے مقبول ہوتا ہے جب تک کہ دوسرا اس کی تردید ناقابل انکار دلائل سے نہ کر دے۔

○ ... یہاں امور متنازع فیہ چار ہیں۔

۱ ... حضرت اسمٰعیل علیہ السلام عرب میں آباد ہوئے یا نہیں ؟

۲ ... عرب ان کی اولاد ہیں یا نہیں ؟

۳ ... ذبح یہ تھے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ؟

۴ ... مقام ذبح عرب تھا یا کہ شام ؟

ان میں دو پہلی باتیں اہل عرب کے حسب و نسب اور مورث اعلیٰ کے

وطن سے متعلق ہیں۔ اہل عرب بتاتے ہیں کہ ہم حضرت اسمٰعیل کی اولاد ہیں اور ان کا وطن مکہ تھا۔ اس کی تردید میں بنی اسرائیل کے پاس سنے سنائے افسانوں کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا اپنے حسب و نسب اور اپنے مورث اعلیٰ کے وطن کے بارے میں اہل عرب جو کچھ کہتے ہیں ماننا پڑے گا۔

اسی طرح چاروں امور میں بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل کی روایتیں متعارض ہیں۔ لہٰذا غیرجانبدارانہ صورت پر ترجیح انہیں روایات کو دی جائے گی جن کی تائید آثار سے ہوتی ہو۔

آگے چل کر ہم بتائیں گے کہ علم الاثار کی ساری تائیدات بنی اسمٰعیل ہی کو حاصل ہیں۔ لہٰذا ایک منصف مجبور ہے کہ بنی اسرائیل کے مقابلے میں بنی اسمٰعیل کی روایات کو صحیح مانے۔

اب ہم تفصیل کے ساتھ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تحریف کے بعد بھی اہل کتاب کے صحائف میں ضمنی طور پر ایسی باتیں موجود ہیں جن سے اہل عرب ہی کی تائید ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ علم الاثار کی تائیدات بھی نقل کرتے جائیں گے۔

پہلا مسئلہ : حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کہاں آباد ہوئے

توراۃ میں ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام فاران کے بیابان میں رہا۔ "معجم البلدان" میں تصریح ہے کہ عرب کے جغرافیہ دانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ فاران عرب کے پہاڑ کا نام ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ فاران عرب کے پہاڑ کا نام نہیں بلکہ فلسطین کے جنوب میں جو صحرا واقع ہے اس کا نام ہے۔

عیسائی اس صحرا کے باشندے نہیں اور عرب والے عرب کے باشندے

Marfat.com

ہیں۔ اہل وطن کی شہادت دشت و جبل کے نام کے بارے میں دوسروں کے مقابلے میں یقیناً قابل ترجیح ہوگی۔ لہٰذا اس میں کسی عقل مند کو شک نہیں ہو سکتا کہ فاران عرب کے پہاڑ کا نام نہیں ہے۔ رہ گیا اس صحرا کا نام فاران ہے کیا نہیں اس کے بارے میں وہاں کے باشندوں کی کوئی شہادت نہیں۔ صرف غیروں کا دعویٰ ہے اور اس میں بہت کچھ بحث کی گنجائش ہے۔

تورات میں ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے یہ بارہ بیٹے تھے۔ نبیت' قدار' اوبیل' مبسام' سمعا' دومہ' مشا' حدد' تیما' طور' تفیس' قدحہ۔

تورات میں یہ بھی ہے کہ یہ سب اپنی اپنی قوم کے رئیس تھے اور انہوں نے اپنی بستیوں اور قلعوں کے نام اپنے ناموں پر رکھے تھے۔ یہ نزول تورات کے زمانے کی بات ہے۔ امتداد زمانہ سے کتنی بستیاں ناپید ہوگئیں۔ کتنے نام رد و بدل ہو گئے۔ لیکن تلاش و تتبع کے بعد عرب کی متعدد بستیاں ان ناموں کے ساتھ بہت کچھ مناسبت رکھتی ہیں۔

○ ... "نبیت" ینبوع کے متصل ایک بستی کا نام ہے۔

○ ... "الخصیر" نبیت کے تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک شہر کا نام ہے۔ ظن غالب ہے کہ یہ نام "قدا" کی تصغیر "القدیر" کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔

○ ... "مبسام" کے آثار "نجد" میں ہیں۔

○ ... "دومہ" شام اور مدینہ کے مابین ایک مشہور بستی ہے۔ عہد رسالت ﷺ میں یہاں عیسائیوں کی ریاست تھی اور "دومة الجندل" کے نام سے مشہور تھی۔

○ ... " مشا " یمن میں اس نام کے مناسب " موسیٰ " نام کی بستی موجود ہے۔

○ ... " حد د " جنوبی عرب میں " حدیدہ " نام کا شہر موجود ہے' بنوحدد ایک قبیلہ کا نام بھی ہے۔

○ ... " تیما " فدک کے قریب خیبر کے راستہ میں " تیما " نام کی بستی اب تک موجود ہے۔

○ ... " قدمہ " مسعودی نے قوم قدمان کو بنی اسمٰعیل میں بتایا ہے۔ یہ لوگ " یمن " میں رہتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ : قربانی کس کی ہوئی؟

یہ مسئلہ بھی اہل کتاب اور اہل اسلام میں بڑا ہی معرکۃ الآراء ہے کہ قربانی کا حکم حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے ہوا تھا یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے۔ اہل کتاب اس بات پر متفق ہیں کہ قربانی کا حکم حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے ہوا تھا۔ اور جمہور اہل اسلام اس کے قائل ہیں کہ یہ حکم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے ہوا تھا۔ البتہ بعض مفسرین قلت تتبع کی بنا پر اس کے قائل ہیں کہ قربانی کا حکم حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے تھا اس لئے ہم اس بحث کے دو حصے کرتے ہیں۔ ایک حصہ میں روئے سخن اہل کتاب سے ہوگا۔ دوسری میں اہل سلام سے۔

بحث اول

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہود کی خرد برد کی بنا پر تورات کے مصرحات سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ قربانی کا حکم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے

تھا لیکن تورات کا وقت نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ امر واضح ہو جائے گا کہ یہ حکم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی کے لئے تھا نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے۔

۱ ... تورات میں ایک جگہ مذکور ہے کہ قربانی اسی انسان یا جانور کی ہوتی ہے جو پہلوٹھا ہوتا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

لان لی کل بکر فی بنی اسرائیل من الناس والبھائم (عدد ۸ - ۱۷) " اس لئے کہ میرے لئے بنی اسرائیل میں ہر پہلا بچہ ہے انسانوں کا اور چوپاؤں کا۔"

یہ حکم بنی اسرائیل کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ تمام شرائع سابقہ میں یہی حکم تھا۔ اسی بنا پر ہابیل نے جس میڈھے کی قربانی کی تھی وہ بھی پہلوٹا تھا۔

۲ ... حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا تھا اس کے بارے میں تصریح تھی کہ وہ اکلوتا ہو اور محبوب ہو۔ (تورات تکوین، اصحاح ۲۲ - آیت ۱۲)

۳ ... تورات کے احکام کی رو سے جو بیٹا پہلوٹا ہوتا وہ بہرحال افضل ہوتا خواہ وہ اس بیوی سے ہو جو کمتر درجہ کی ہو۔

فانہ اول قدرتہ ولہ حق البکوریۃ " اس لئے کہ وہ اس کی پہلی قدرت ہے اور اس کا حق تقدیم حاصل ہے۔ (سفر تیشنہ اصحاح ۱۲ - آیت ۱۵ - ۱۷)

۴ ... انسان کی فطرت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ پہلوٹے بیٹے خصوصاً اکلوتے سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ خصوصاً وہ اولاد جو برسہابرس کی

مایوسی کے بعد ہزاروں دعاؤں التجاؤں کے بعد پیدا ہو۔

۵ ... اسی پر بس نہیں تورات میں اس کی تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس بیٹے کی قربانی کی تھی وہ اکلوتا تھا۔ تورات میں قربانی کے تذکرے میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی قربانی کرنی چاہی تو فرشتے نے ندا دی ہاتھ روک لو۔

○ ... اس کے الفاظ یہ تھے۔

"خدا کہتا ہے کہ چونکہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بچا نہیں رکھا۔ میں تجھ کو برکت دوں گا اور تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور ساحل بحر کی ریتی کی طرح پھیلا دوں گا۔" (تورات تکوین اصحاح ۲۲ - آیت ۱۵)

تورات کے ان اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ قربانی اسی اولاد کی ہوئی جس میں یہ تین خصوصیات ہوں۔ پہلوٹھا ہو' اکلوتا ہو' محبوب ہو' آؤ خود تورات کی روشنی میں تلاش کرو۔ یہ اوصاف مجموعی طور پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام میں ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام میں۔

تورات میں بالتصریح یہ مذکور ہے کہ ہزاروں دعاؤں' تمناؤں کے بعد پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے' اس لئے یہی پہلوٹھے بھی ہوئے' اکلوتے بھی ہوئے' افضل ترین بھی ہوئے' محبوب بھی ہوئے' برخلاف حضرت اسحاق علیہ السلام کے کہ یہ بعد میں پیدا ہوئے۔ اس لئے نہ یہ پہلوٹھے ہوئے' نہ اکلوتے ہوئے' نہ افضل ہوئے' نہ بہ نسبت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے محبوب۔

اس لئے تورات پر ایمان رکھنے کے دعویداروں کو یہ تسلیم کرنے کے

سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔ اس سلسلے کے چند اقتباسات تورات اور ملاحظہ کریں۔

(الف) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب خدا نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو یاد کیا۔

(ب) حضرت اسحاق علیہ السلام خدا کے وعدہ اور عہد کے مظہر ہیں۔

(ج) حضرت اسمٰعیل علیہ السلام دعوت ابراہیم ہیں۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا لور خواہش سے پیدا ہوئے۔ اسی بنا پر خدا نے ان کا نام اسمٰعیل رکھا۔ کیونکہ عبرانی میں اسمٰعیل علیہ السلام دو لفظوں سے بنا ہے۔ اسمع لور ایل۔ اسمع کے معنی "سننے" کے "ایل" کے معنی خدا کے ہیں۔ یعنی خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی۔ (تکوین - اصحاح ۱۵ - ۱۷ - ۱۸)

(د) خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اسمٰعیل کے بارے میں نے تیری سن لی۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو یاد کیا۔ یہ دلیل ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام دعوت ابراہیم ہیں اسی لئے ان کا نام اسمٰعیل ہے۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ دعا سے پیدا ہوئے۔ اس لئے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ حضرت اسمٰعیل پہلوٹھے بھی ہیں، اکلوتے بھی ہیں۔ تو یہی حسب احکام تورات افضل بھی ہیں اور محبوب ترین بھی۔ اس لئے لازم ہے کہ قربانی انہیں کی ہوئی۔

۶ ... جو اولاد خدا کی نذر ہو جاتی اسے باپ کا متروکہ مال نہیں ملتا۔ تورات میں مذکور ہے۔

فی ذالک الوقت افرز سبط اللاوی لیحملوا تابوت عهد الرب ولکی یقفوا امام الرب لیخد موه ویبارکوا باسمه الی هذا الیوم لاجل ذالک لم یکن للاوی قسم ولا نصیب مع اخوته الرب هو نصیبه (تورات - تکوین اصحاح - ا - آیت ۸ - ۹)

" تب خدا نے لاوی کی اولاد کو اس لئے مخصوص کر لیا کہ خدا کے عہد کا ثبوت اٹھائے اور تا کہ خدا کے آگے کھڑا ہو۔ تا کہ وہ خدا کی خدمت کریں اور اس کے نام سے آج تک برکت لیں یہی وجہ ہے کہ لاویوں کو اپنے بھائیوں کے ساتھ حصہ اور ترکہ نہیں ملا کیونکہ اس کا حصہ خدا ہے۔"

اب تورات اٹھا کر دیکھو آپ کو صاف ملے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السام نے اپنا تمام اثاثہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو دیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو سوائے ایک، پانی کی مشک اور چند کھجوروں کے اور کچھ مال نہ ملا۔ لہٰذا ہر متعصب کو یہ ماننا پڑے گا کہ قربانی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی کی ہوئی نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی۔

۷ ... جو خدا کی نذر ہوتا اس کے لئے " خدا کے سامنے " کا لفظ بولا جاتا۔ (تورات' سفر' عدد ۶ - ۲ تکوین ۱۷ - سیہ تکوین ۱۴۸ - سینہ ۱۰۸)

۸ ... تورات میں ہر جگہ سامنے زندہ رہنا۔ قربانی اور نذر ہی کے معنی میں بولا گیا ہے۔

۹ ... تورات میں ہے کہ جب خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ لیت اسمعیل یعیش امامک "کاش اسمٰعیل تیرے سامنے زندہ رہتا۔"

تورات میں قربانی کے لئے جو لفظ خاص ہے۔ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے وارد ہوا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے نہیں آیا۔ یہ دلیل ہے کہ ذبیح یہ تھے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔

۱۰ ... ان شواہد کے علاوہ سب سے بڑی ناقابل انکار شہادت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کی یہ ہے کہ ان کی نسل ان کی ملت کے متبعین میں قربانی کی متعدد یادگاریں آج تک باقی ہیں۔ اور بنی اسرائیل کے پاس کوئی یادگار نہیں۔ اگر ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے تو ان کی نسل ان کی اتباع کے دعویداروں میں کوئی نشانی باقی رہتی۔ یہ کیا راز ہے کہ ان کے حریفوں کے یہاں متعدد یادگاریں ہیں اور ان کے یہاں ایک بھی نہیں۔ وہ یادگار کیا ہے سنیں۔

(الف) جو شخص خدا کی نذر کر دیا جاتا ہے وہ سر کے بال چھوڑ دیتا تھا اور معبد کے پاس جا کر اتارتا تھا۔ تورات میں ہے۔

فها انک تحملین و تلدین ابنا ولا یعل موسیٰ رسلان الصبی یکون نذیراً للہ (تورات ۔ قضا اصحاح ۱۳ ـ ۴)

"یعنی اب تو حاملہ ہوگی اور بچہ جنے گی لور اس کے سر پر استرا پھیرا نہ جائے گا کیونکہ یہ بچہ خدا کے لئے نذر کیا جائے گا۔"

حج و عمرہ میں احرام باندھنے کے وقت سے لے کر تمام مناسک سے

فارغ ہونے تک بال منڈوانا' کتروانا' اکھاڑنا ممنوع ہے۔ مناسک سے فراغت کے بعد بال منڈوانے' بال کتروانے کی اجازت ہے ارشاد۔

ولا تحلقو ارؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ (سورۂ البقرہ ' آیت ۱۹۶)

" اپنے سروں کو نہ منڈاؤ جب تک قربانی کے جانور اپنی جگہ یعنی حرم میں نہ پہنچ جائیں۔"

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب خدا نے بیٹے کی قربانی کا حکم دینا چاہا تو پکارا۔

اے ابراہیم ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ میں حاضر ہوں (تورات' تکوین' اصحاح ۲۲ آیت)

○ ... حج یا عمرہ کا احرام باندھتے ہی ہر حاجی پکارتا ہے۔ لبیک لبیک حاضر ہوں۔ حاضر ہوں۔ یہ اسی سنت ابراہیمی کی اتباع ہے۔

(ج) شریعت ابراہیمی کے مطابق جسے خدا کی نذر کرتے وہ بار بار معبد قربان گاہ کے گرد گھومتا۔

○ ... حج و عمرہ میں کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی اسی یادگار کی نشانی ہے۔

(د) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچے کو ذبح کرنا چاہا تو انہیں روک کر اس کے عوض دنبہ ذبح ہوا۔

○ ... عید الاضحیٰ میں ہر ذی استطاعت مسلمان اور حج میں حاجی جانوروں کی قربانی کرتا ہے۔ بلکہ یہ بہ شرائط واجب ہے' یہ سنت ابراہیمی کی پیروی ہے۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

سنۃ ابیکم ابراھیم قربانی تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔

ان یادگاروں کو دیکھ کر ہر ذی فہم یہ ماننے پر مجبور ہو گا کہ قربانی کا حکم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے تھا۔ جن کی نسل اور متبعین میں ان کی متعدد یادگاریں آج تک باقی ہیں۔ نہ حضرت اسحاق کے لئے جن کی نسل اور پیروان ملت میں قربانی کی کوئی یادگار نہیں پائی جاتی۔

بحث دوم

قرآن کریم کی روشنی میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذبیح ہونا متعین ہے۔ یہاں کوئی صورت ہی نہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذبیح ہونا ثابت ہو سکے۔ قربانی کا واقعہ سورۂ " صفٰت " میں یوں مذکور ہے۔

وقال انی ذاھب الٰی ربی سیھد ین ۔ رب ھب لی من الصلحین فبشرنہ بغلم حلیم فلما بلغ معہ السعی قال یبنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ قال یابت افعل ماتؤمر ستجد نی ان شآء اللہ من الصبرین ۔ فلما اسلما وتلہ للجبین و نادینہ ان یا ابراھیم قد صد قت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین ان ھذا البلوء المبین وفدینہ بذبح عظیم و ترکنا علیہ فی الاخرین سلٰم علٰی ابرھیم ۔ کذالک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المؤمنین و بشر نہ باسحق نبیاً من الصلحین ○

(ترجمہ) اور اس (ابراہیم) نے کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں'

اب وہ مجھے راہ دے گا۔ الٰہی مجھے لائق اولاد دے تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک برد بار لڑکے کی پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب میں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا اے میرے باپ جس بات کا آپ کو حکم ہوا ہے کیجئے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔ تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھ دی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا۔ (اس وقت کا حال نہ پوچھو) اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بیشک یہ روشن جانچ تھی اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچا لیا اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی' سلام ہو ابراہیم پر ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل الایمان بندوں میں ہے اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحاق کی جو غیب کی باتیں بتانے والا نبی ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہوگا۔

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو فرزندوں کا تذکرہ ہے۔ ایک وہ جو دعا سے پیدا ہوئے اور ذبح ہوئے' جن کا نام مذکور نہیں۔ دوسرے حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ اگر ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہوتے تو جب فبشرنه بغلم حلیم فرمایا جا چکا ہے تو اب بعد میں فبشرنه باسحق بالکل لغو ہو جاتا ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس آیت میں جو لڑکا ذبیح ہے اس کو "غلم حلیم"

فرمایا گیا ہے۔ برخلاف اس کے حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت اس کے علاوہ دو جگہوں میں اور ہے ان کو وہاں " غلم علیم " فرمایا گیا ہے۔ " سورہ حجر " میں ہے۔ انا نبشرک بغلم علیم فرشتوں نے کہا ہم آپ کو علم والے بچے کی بشارت دیتے ہیں۔

سورہ ذاریات میں ہے وبشروہ بغلم علیم فرشتوں نے انہیں علم والے بچے کی بشارت دی۔

ہر جگہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی صفت " علیم " فرمانا اور ذبیح کا وصف " حلیم " فرمانا اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام نہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں ورنہ کیا وجہ ہے دیگر بشارتوں کے موقع پر ان کو " علیم " کہا جائے اور یہاں نیا وصف " حلیم " لایا جائے۔

تیسرے یہ کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں فرزند دو مختلف طور سے پیدا ہوئے تھے۔ ایک دعا کے بعد دوسرے بغیر دعا کے اور قربانی اسی لڑکے کی ہوئی تھی جو دعا سے پیدا ہوئے تھے۔ تورات میں ہے۔

" اسمٰعیل دعوت ابراہیم ہیں ۔" یعنی ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور خواہش سے پیدا ہوئے۔ اسی لئے ان کا نام " اسمٰعیل " پڑا۔ عبرانی زبان میں " اسمع " کے معنی سننے کے ہیں اور " ایل " کے معنی خدا کے ہیں۔ اب لفظ اسمٰعیل کا ترجمہ ہوا خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سنی۔" (تکوین - اصحاح ۱۷ - ۱۸)

دوسری جگہ ہے کہ " حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خدا نے کہا کہ اسمٰعیل کے بارے میں میں نے تیری سن لی ۔"

ایک اور جگہ ہے " حضرت اسحاق علیہ السلام خدا کے وعدہ اور عہد کا مظہر ہیں۔" (تورات - تکوین ۱۷ - ۱۸)

ان عبارت سے واضح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تھے لہٰذا ذبیح وہی ہوں گے۔ نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام جن کا وجود ایفا عہد کی تکمیل تھا۔

چوتھے یہ کہ قربانی پر باپ بیٹے کی آمادگی کا نقشہ جن الفاظ میں کھینچا گیا ہے وہ یہ ہے۔

فلما اسلما و تله للجبین " تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی۔"

اسلما کا مصدر " اسلام " ہے جس کے معنی کسی کی بات ماننے کے ہیں۔ اس تسلیم و انقیاد کے بعد اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیروان ملت کا نام مسلم رکھا۔ ارشاد ہے۔

ملة ابیکم ابراهیم هو سمٰکم المسلمین من قبل "تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب اس نے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا۔ (سورہ الحج آیت ۷۸)

دستور یہی ہے کہ عظیم کارکردگی کے صلہ میں ملا ہوا اعزاز نسل در نسل چلتا رہتا ہے۔ لہٰذا یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ قربانی کے اعزاز میں ملا ہوا خطاب جس کے وارثین کا ہو وہی ذبیح یقینی طور پر ہوں گے۔

وارثین حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے آپ کو بنی اسرائیل' یہود' نصاریٰ' ابن اللہ اور احباء اللہ وغیرہ وغیرہ الفاظ سے مشہور کیا۔ لیکن ان میں

سے کسی نے اپنے کو مسلم نہیں کہا۔ برخلاف وارثین حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے کہ وہ صبح قربان سے لے کر الیٰ یومنا ہذا اپنے آپ کو "مسلمان" کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کے مورث اعلیٰ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں۔

"مواہب اللدنیہ" میں مذکور ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی عالم سے دریافت فرمایا کہ ذبیح کون تھا تو اس نے جواب دیا کہ امیرالمومنین! یہودی یقیناً خوب جانتے ہیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح ہیں اور ازراہ حسد ان کے ذبیح ہونے سے انکار کرتے ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح بتاتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح کہنا اہل کتاب کی تحریفات سے ہے۔

تیسرا مسئلہ : قربانی کہاں ہوئی؟

اس میں اختلاف ہے کہ قربانی کہاں ہوئی تھی۔ شام میں کہ عرب میں۔ لیکن یہ اختلاف ذبیح کے اختلاف کی فرع ہے۔ اہل کتاب حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح مانتے ہیں۔ لہٰذا وہ اس کا موقع شام مانتے ہیں اور اہل اسلام چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبیح مانتے ہیں لہٰذا اس کا موقع عرب بتاتے ہیں اور جب ہم نے دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں تو ماننا پڑے گا کہ مقام قربانی عرب ہی ہے۔ اس کے علاوہ بحث اول میں گزرا کہ جس کی قربانی کی جاتی وہ اپنے بال چھوڑ دیتا جو قربان گاہ پر اتارا جاتا' قربان ہونے والا قربان گاہ کے پھیرے کرتا۔ شام میں کوئی ایسی جگہ نہیں

جہاں کسی مذہب والے اس قسم کی رسم ادا کرتے ہوں۔

نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل یادگار جانوروں کی قربانی ہے۔
قربان گاہ شام میں ہوتی تو اس یادگار کی تکمیل اسی قربان گاہ پر ہونی چاہئے تھی'
نہ کہ عرب میں۔

علاوہ ازیں " تورات " میں قربان گاہ " مریا " بتائی گئی ہے۔ " مریا "
کون سی جگہ ہے اس کے تعین میں یہود و نصاریٰ خوب دست باگریبان ہیں۔
یہودی کہتے ہیں یہ جگہ ہے جہاں ہیکل سلیمانی تھا۔ عیسائی کہتے ہیں نہیں یہ وہ
جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی۔

تیسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ دونوں غلط ہیں۔ یہ مقام " جریزیم " کے پہاڑ
پر ہے۔ اختلافات آگے بڑھے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ " مریا " قربان گاہ کا نام
نہیں۔ بلکہ اس کا وصف ہے۔

مترجمین نے اس کے مختلف ترجمے کئے۔ لیکن ان میں کئی محققین نے
اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ پھر کچھ زمانے کے بعد یہ لفظ " مریا " سے " مورہ " ہو
گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ دونوں لفظ کا املا " عبرانی " زبان میں قریب قریب
ہے۔ " مورہ " کے بارے میں تورات میں تصریح ہے کہ عرب میں ہے۔

وکان جیش المدیانین شمالھم عند تل " مورہ " فی
الوادی۔

" اور مدیانیوں کی فوج شمال کی جانب " مورہ " پہاڑ پر وادی میں
تھی۔"

" مدیان " عرب میں واقع ہے اور عرب میں " مورہ " نام کی کوئی

پہاڑی نہیں۔ البتہ " مروہ " نام کی ایک پہاڑی ہے۔ لہٰذا یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ " مورہ " وہی پہاڑی ہے جو اب " مروہ " کے نام سے مشہور ہے۔ جس کے دامن میں " وادی غیرذی زرع " ہے۔

" مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ " میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے " مروہ " کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ قربان گاہ یہ ہے اور مکہ کی تمام پہاڑیاں اور گھاٹیاں قربان گاہ ہیں۔

" تورات " میں " مریا " یا " مورہ " اور حدیث میں " مروہ " کو قربان گاہ بتانا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ یہ ایک ہی لفظ کے مختلف تلفظ ہیں۔ علاوہ ازیں " یسعیا " نبی کی کتاب میں ہے۔

" اونٹنیاں تجھے آ کر چھپالیں گی۔ " مدیان " اور " عیفا " کے اونٹ وہ سب جو " سبا " کے ہیں۔ آئیں گے وہ سونا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کو بشارت سنائیں گے۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبیت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے۔ اور میں اپنے شوکت والے گھر کو بزرگی دوں گا۔" (۶۰ - باب ۶ ' ۷ درس)

اس سے کوئی ذی انصاف انکار نہیں کر سکتا کہ " مدیان " " عیفا " "سبا" بنی قطورہ باشندگان یمن کے اونٹ " قیدار " کی بھیڑیں "نبیت" کے مینڈھے جس مذبح پر چڑھائے جاتے ہیں اور جو خدا کا مذبح ہے جس سے خدا کے شوکت والے گھر (بیت الحرام) کو بزرگی حاصل ہوتی ہے وہ مکہ میں ہی ہے۔ شام میں کوئی مذبح نہیں جسے خدا کا مذبح کہا جائے اور جہاں اہل یمن اور اہل عرب کی قربانیاں چڑھائی جاتی ہوں۔ اور جس سے خدا کے شوکت والے گھر

کی بزرگی ظاہر ہوتی ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذبح اور مذبح کی تعین میں بنی اسرائیل اور اہل عرب کی روایات متعارض ہیں۔ اصول تنقید کی رو سے ایک ناقد روایات کے تعارض کے وقت درایت سے کام لینے پر مجبور ہوتا ہے۔ درایتاً" بنی اسرائیل کے پاس اپنی روایات کی تائید میں کوئی شہادت نہیں۔ برخلاف اہل عرب کے کہ ان کی روایات کی تائید میں متعدد شہادتیں مل رہی ہیں۔ لہٰذا ایک منصف مجبور ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے مقابلے میں اہل عرب کی روایات کو صحیح مانے۔

حضرت لوط علیہ السلام

تفسیر" مدارک التنزیل " میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آتش نمرود سے صحیح سلامت نکل آئے تو حضرت لوط علیہ السلام ایمان لے آئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فلسطین چلے آئے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام موتفکہ میں ٹھہر گئے۔ فلسطین اور موتفکہ کا درمیانی فاصلہ ایک دن رات کی مسافت تھی۔

تفسیر" مواہب علیہ " میں سورۂ اعراف کی تفسیر میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل موتفکہ کی ہدایت کے لئے معبوث فرمایا تھا۔ اہل موتفکہ پانچ شہروں میں آباد تھے۔ ان میں سے ایک شہر کا نام سدوم تھا' جو سب سے بڑا شہر تھا۔ باقی شہر عامورا' داوما' صیابودا' صعودا تھے۔ ہر شہر میں ایک لاکھ نفوس آباد تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام تقریباً بیس برس ان لوگوں کو تبلیغ و ہدایت

کرتے رہے۔ برائیوں سے منع کرتے رہے۔ لواطت' کبوتر بازی' سیٹی بجانا' سرراہ بیٹھ کر لوگوں کا استہزا کرنا اہل موتفکہ کا خصوصی شیوہ تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام منبع شریعت ابراہیمی تھے۔ شریعت ابراہیمی کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کو امربالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرتے تھے۔ مگر یہ لوگ اس قدر سرکش اور بدذات تھے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت کا اثر ان پر بالکل نہ ہوا اور وہ بدستور اخلاق بد میں مبتلا رہے۔ انجام کار عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر سب کے سب برباد اور ہلاک ہو گئے۔

اس قوم میں لواطت کا رواج ابلیس لعین نے اس انداز سے کیا تھا کہ وہ ایک حسین و جمیل لڑکے کی صورت میں ایک باغ میں داخل ہو کر پھلوں کو نقصان پہنچایا کرتا تھا۔ باغ کا مالک ہرچند کوشش کے بعد اس دشمن کی گرفتاری میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک روز اتفاقی طور پر پکڑا گیا۔

اس حسین و جمیل لڑکے نے باغ کے مالک سے کہا' اگر تم مجھ سے فعل بد کرو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ تمہارے باغ میں کبھی نہیں آؤں گا۔ باغ کے مالک نے لڑکے کی خواہش کے مطابق فعل بد کا ارتکاب کیا۔ ابلیس لعین مختلف حسین و جمیل صورتوں میں اسی غرض سے دوسرے باغوں میں بھی آنے لگا اور شدہ شدہ اس فعل بد کا رواج ساری قوم میں پھیل گیا۔

اہل موتفکہ کے پانچوں شہر سرسبز و شاداب تھے۔ اردگرد ہزاروں کی تعداد میں باغات تھے۔ کھیتی باڑی اور پیداوار بہت تھی۔ غلہ اور اناج کا ذخیرہ ان لوگوں کے پاس کافی تھا۔

ایک سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت قحط نمودار ہوا لوگ دور

دراز سے غلہ خریدنے کے لئے ان شہروں میں آنے لگے۔

ابلیس لعین نے ان لوگوں سے کہا کہ ابھی ایک دو سال اور بارش نہ ہوگی غلہ کا سخت قحط پڑے گا تم غلہ کا ذخیرہ کر کے رکھو مگر اس قیمت پر فروخت نہ کرنا اور کسی خریدار کو اس وقت تک غلہ کا ایک دانہ فروخت نہ کرنا جب تک ان لوگوں سے فعل بد کا ارتکاب نہ کر لو۔ ابلیس لعین کی اس تلقین سے اہل موتفکہ کی یہ حالت ہو گئی کہ شہر سے باہر سڑکوں اور ناکوں پر لوگوں کے ٹولے کے ٹولے بیٹھ جاتے تھے اور جو لوگ غلہ خرید کر ان راستوں سے واپس جاتے تھے تو یہ لوگ ان پردیسیوں کو پکڑ کے زبردستی فعل بد کے مرتکب ہوتے تھے۔

عذاب الٰہی

ایک روز فرشتوں کی ایک جماعت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئی۔ یہ فرشتے نہایت خوبصورت مردوں کی شکل کے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انہوں نے سلام کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں ؟ اور کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں ؟

فرشتوں نے جواب دیا۔ ہم آپ کے مہمان ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی کے پاس آ کر کہنے لگے کہ مہمان آئے ہیں ایک بچھڑا ذبح کر کے بھون کر تیار کر لو۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کھانا تیار ہو گیا اور مہمانوں کے آگے رکھا گیا تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ وہ فرشتے تھے ان کو کھانے کی حاجت نہ تھی۔ حضرت ابراہیم

علیہ السلام فرشتوں کے انکار کرنے سے یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ لوگ یقیناً میرے دشمن ہیں' کیونکہ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جب کسی شخص کی کسی شخص سے دشمنی ہوتی تھی تو اس کے یہاں کھانا نہیں کھاتے تھے۔

بہ تقاضائے بشریت حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ان لوگوں کی ہیبت طاری ہو گئی۔ فرشتوں نے جب اس بات کو محسوس کیا تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔

آپ گھبرایئے نہیں' ہم آپ کے پاس اللہ رب العزت کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم لوگوں نے پہلے کیوں نہیں کہا تھا۔ میں اس بچھڑے کو ذبح نہ کرتا۔

ان فرشتوں کی جماعت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی تھے انہوں نے اپنا پیر اس بھنے ہوئے بچھڑے پر مارا' وہ اسی وقت زندہ ہو گیا اور کودتا بھاگتا اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔

سارہ خاتون پس پردہ یہ نظارہ دیکھ رہی تھیں۔ وہ سخت تعجب اور حیرت میں پڑ گئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعجب کی بھی کوئی حد نہ رہی۔

اس کے بعد فرشتوں نے اور بات چیت شروع کر دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بشارت ہوئی کہ سارہ خاتون کے بطن سے اسحاق تولد ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور بھی تعجب ہوا کہ اس بڑھاپے میں اولاد ہو گی ؟

فرشتوں نے کہا کہ تعجب کی کیا بات ہے اللہ تعالیٰ تو بغیر ماں باپ کے بھی اولاد پیدا کر سکتا ہے۔

اس کے بعد ان فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم قوم لوط کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ اس کے بعد یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے رخصت ہو کر موتفکات کی طرف روانہ ہو گئے۔

شہر سدوم کے پاس پہنچے تو وہاں حضرت لوط علیہ السلام کھیتی باڑی کا کام کر رہے تھے۔ ان فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو سلام کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام ان مہمانوں کو دیکھ کر سوچنے لگے کہ یہ لوگ بڑے حسین و جمیل ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام ان فرشتوں کو مسافر ہی سمجھتے رہے۔ وہ یہ نہ پہچان سکے کہ یہ اللہ کے قاصد اور اس کے فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ جب تک حضرت لوط چار مرتبہ اپنی قوم کی بدکاری کی گواہی پیش نہ کریں ان کو ہلاک نہ کرنا۔

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے پوچھا۔

تمہاری قوم آخر کس عادت بد میں مبتلا ہے ؟

حضرت لوط علیہ السلام نے شرم کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ قوم بدترین اہل عالم ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام کو اشارہ کیا کہ یہ پہلی شہادت ہوئی' اس سے آگے بڑھے۔ شہر کے دروازے پر پہنچ کر آپ نے پھر یہی الفاظ ارشاد فرمائے۔ شہر میں پہنچ کر انہی الفاظ کا اعادہ کیا۔ چار شہادتیں مکمل ہو گئیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کافر تھی۔ اس نے ان خوبصورت مہمانوں کو دیکھ کر اپنی قوم کو اطلاع دی۔ قوم کے آدمی حضرت لوط علیہ السلام

کے مکان پر ہجوم لے کر آئے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے مکان کا دروازہ بند کر دیا۔ مگر یہ بدبخت کواڑ توڑ کر مکان میں گھس آئے۔ اور ان معزز مہمانوں کے ساتھ بھی فعل بد کرنا چاہا۔ حضرت لوط علیہ السلام اس منظر کو دیکھ کر بہت گھبرائے۔

فرشتوں نے کہا آپ گھبرائیں نہیں ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں' ہم اس قوم کو ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اسی دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان بدمعاشوں کے چہروں پر اپنا پر مارا تو وہ اندھے ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ ان بدمعاشوں کے چہرے آنکھ' ناک کے نشان تک محو ہو گئے۔

اب ان لوگوں نے چلا کر حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ یہ لوگ پکے جادو گر ہیں۔ ان سے کہہ کر ہماری حالت ٹھیک کراؤ اور ہم اس فعل بد سے توبہ کر رہے ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان بدبختو کے چہروں پر اپنا رومال مل دیا۔ وہ لوگ اسی وقت صحیح و سالم ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ کل کو موقع ملے گا تو دیکھا جائے گا۔

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنے اہل و عیال کو آخر شب میں لے کر شہر سے باہر چلے جائیں۔ صبح کو اس قوم پر عذاب نازل ہوگا اور آپ کی بیوی چونکہ کافرہ ہے اسے ساتھ نہ لینا۔

چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام اپنے اہل و عیال کے ساتھ آخر شب میں اٹھ کر شہر سے باہر چلے گئے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے علی الصبح چار شہروں کو جن کے باشندے عادت بد میں مبتلا تھے اٹھا کر ہوا میں اس قدر بلند کیا کہ پہلے آسمان کے فرشتوں کو ان شہروں کے مرغوں اور کتوں کی آوازیں سنائی دینے لگی اور اوندھا پٹخ دیا اور اوپر سے سنگ باری شروع کر دی۔

تفسیر " زاہدی " میں ہے کہ ان شہروں میں جتنے مرد و عورت اور بچے آباد تھے اتنے ہی پتھر ان شہروں پر برسے تھے۔ ہر پتھر پر نام لکھا ہوا تھا اور جس کے نام کا جو پتھر تھا وہی اسی کو لگتا تھا۔ ان پتھروں میں بڑے بڑے پتھر مٹکے کے برابر تھے اور چھوٹے سے چھوٹا پتھر گھڑے کے برابر تھا۔

ایک روایت ہے کہ انہی شہروں میں سے کسی شہر کا ایک باشندہ مکہ مکرمہ گیا ہوا تھا اس کے نام کا پتھر ہوا میں معلق تھا۔ اس نے جونہی حدود حرم سے باہر قدم رکھا تو وہ پتھر اس کو آکر لگا اور وہیں اس کا ڈھیر ہو گیا۔

اہل موتفکات کی تباہی کے بعد حضرت لوط علیہ السلام اپنے اہل و عیال کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جا کر عبادت الہٰی میں مشغول ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت سارہ خاتون کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام اور دوسرے صاحبزادے پیدا ہوئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام سے عمر میں ۱۳ سال بڑے تھے۔

القصہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے دریافت کیا۔ یا خلیل اللہ ! اللہ تعالیٰ نے

آپ کو نبوت اور خلت عطا فرمائی۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کن اوصاف کی بنا پر حق تعالیٰ نے آپ کو اس اعزاز سے سرفراز فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تین باتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے۔

اول : یہ کہ میں نے کبھی روٹی کا فکر نہیں کیا ہے اور نہ ہی کبھی اپنی زبان سے یہ کہا کہ کل کیا کھاؤں گا۔

دوم : یہ کہ میں نے کبھی بھی بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھایا ہے۔

سوم : یہ کہ جب میرے سامنے دو کام ہوتے تھے ایک دنیا کا اور دوسرا آخرت کا' تو میں آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دیتا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام جوار رحمت میں منتقل ہو گئے۔ شام میں مزار مبارک ہے۔ " بستان " میں بروایت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۷۵ سال مذکور ہے۔ اخبار الزماں "مسعودی" میں آپ کی عمر ۱۹۵ سال بیان کی گئی ہے۔ علمائے تواریخ نے "مسعودی" کے قول کو اختیار کیا ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

روایت ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہر سال مکہ مکرمہ سے والد ماجد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی زیارت کے لئے شام جایا کرتے تھے اور اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتے تھے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بیوی مکہ مکرمہ کے شرفا گھرانے کی بیٹی تھی۔ اس نیک بخت خاتون کے بطن سے کئی لڑکے پیدا ہوئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو سرزمین مغرب میں جہاں اس زمانہ میں مشرکین آباد تھے۔ نبی بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید و رسالت کی دعوت دی۔ ۵۰ سال کے عرصے میں آپ کی قوم مسلمان ہو گئی۔

اس کام سے فارغ ہو کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام مکہ مکرمہ واپس آگئے اور ۱۳۷ سال کی عمر میں وفات پائی اور والدہ حضرت ہاجرہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

"معارج النبوت" میں حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اکثر عرب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ ہمارے آقائے دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد امجاد میں سے تھے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری عطا فرما کر اہالیان شام و کنعان کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ کنعان کے سب سے بڑے رئیس کی لڑکی آپ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو دو فرزند عطا فرمائے تھے۔ جو جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سے جو پہلے پیدا ہوا تھا اس کا نام عیض اور دوسرے کا نام یعقوب تھا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے دعا فرمائی تھی کہ یعقوب کی اولاد کو پیغمبری عطا کرنا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام ۱۶۰ یا ۱۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک شام میں حضرت سارہ کے مزار کے متصل ہے۔

حضرت اسحاق و حضرت یعقوب علیہما السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاجزادے تھے۔ شام میں سکونت رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری عطا فرمائی اور اہل کعنان کی ہدایت کے لئے منتخب کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو دولت ظاہری و باطنی سے مالامال کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد

" معالم التنزیل " میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ صاجزادے تھے جن میں سے چھ لڑکے حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ یوسف اور بنیامین ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام راجیل تھا۔ بنیامین کی ولادت کے وقت ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ ماں کے انتقال کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر دو سال یا ایک روایت کے مطابق ۵ سال تھی۔ ان بارہ بھائیوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ کہا جاتا ہے کہ دو تہائی حسن اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا اور ایک تہائی حسن میں تمام دنیا شریک ہے۔

ایک روز حضرت یعقوب علیہ السلام کی بڑی بہن بھتیجوں کو دیکھنے اور ملنے آئیں۔ بھائی سے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مجھے دے دو میں اس کی پرورش کروں گی۔ چنانچہ پھوپھی اپنے حسین و جمیل بھتیجے کو اپنے گھر لے آئیں اور پرورش کرنے لگیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بھی کبھی یوسف کو

دیکھنے جایا کرتے تھے۔ کئی سال اسی طرح گزر گئے۔ ایک دن حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی بہن سے کہا کہ مجھے یوسف سے بے حد محبت ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کو ایک پل بھی اپنی آنکھوں سے دور نہ رکھوں۔ میں اب تک جس طرح ہو سکا صبر کرتا رہا' اب آپ حضرت یوسف کو گھر پہنچا دیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بہن نے جب بھائی کی اپنے بیٹے پر بے پناہ محبت دیکھی تو انہیں انکار کرنے کی تو ہمت نہ پڑی مگر حضرت یوسف علیہ السلام کو دوبارہ اپنے یہاں لانے کے لئے یہ چال چلی کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کمر بند چپکے سے کپڑوں کے نیچے حضرت یوسف علیہ السلام کی کمر میں باندھ دیا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔ ادھر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ کے پاس پہنچے ہی ہوں گے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پھوپھی نے شور مچا دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کمربند چوری ہو گیا ہے۔

مشتبہ لوگوں کی تلاشی لی گئی۔ مگر وہ کمربند کسی سے بھی برآمد نہ ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا نمبر آیا تو وہ کمربند ان کی کمر سے بندھا ہوا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام چور قرار پائے۔

اس زمانہ کی شریعت کا یہ حکم تھا کہ اگر کوئی شخص چوری کا مرتکب قرار پائے اور اس کے قبضہ سے مال مسروقہ برآمد ہو جائے تو اس چور کو مال مسروقہ کا مالک غلام بنا لیا کرتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کمربند چونکہ یوسف کی کمر سے بندھا ہوا تھا۔ اس لئے پھوپھی نے قانون شریعت کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کو

اپنا غلام بنا لیا۔ لیکن کچھ دنوں بعد ان کا انتقال ہو گیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے کو واپس لے آئے۔

حضرت یوسف کا خواب اور بھائیوں کا حسد

" معالم التنزیل " میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ کی بغل میں محو استراحت تھے۔ اس وقت آپ کی عمر بارہ سال ہو گی۔ سوتے سوتے اچانک چونک پڑے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا۔

بیٹے کیا بات ہے ؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا۔

میں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور چاند سورج کو دیکھا ہے کہ انہوں نے آسمان سے اتر کر مجھے سجدہ کیا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام سمجھ گئے کہ یوسف بڑے اونچے مرتبہ پر پہنچے گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو منع کر دیا کہ اپنے بھائیوں کے سامنے اس خواب کا ذکر نہ کرنا۔

برادران یوسف کو جب اس خواب کا علم ہوا تو حسد کے مارے جلنے لگے۔ ایک سبب حسد کا یہ بھی تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے مکان میں ایک درخت بہت ہی بلند و بالا کھڑا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر میں جب لڑکا پیدا ہوتا تو اس درخت سے ایک ترو تازہ شاخ نکل آتی اور لڑکے کے قد کے برابر دراز ہو جاتی۔ اور جس وقت لڑکا بالغ ہو جاتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام اس کو کاٹ کر عصا بنا کر لڑکے کو دے دیتے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش پر اس درخت میں سے کوئی شاخ نہ پھوٹی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے والد ماجد سے کہا کہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بہشتی عصا عطا فرمائے۔ جو بوقت پیری میری دستگیری کرے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعا کی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے زبرجد کا ایک سبز عصا لے کر آئے۔ برادران یوسف اس خدائی اعزاز پر حسد کرنے لگے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قتل کی تیاری

ایک بھائی نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے جا کر قتل کر دو۔ دوسرے نے کہا کہ قتل گناہ عظیم ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کو خوفناک جنگل میں لے جا کر چھوڑ دیا جائے۔ تیسرے نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ شہر سے دور سرراہ کسی کنوئیں میں دھکیل دیں۔ آنے جانے والا قافلہ کوئی نہ کوئی اس کو پکڑ کر دوسرے شہر لے جائے گا۔ یہ رائے پاس ہو گئی۔

برادران یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں

موسم بہار تھا ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا۔ قسم قسم کے پھول کھل رہے تھے۔ کائنات پر بہار آ رہی تھی۔ سب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا۔

دیکھ کیسا پر بہار موسم ہے چلو کہیں جنگل میں سیر کر آئیں۔ یوسف علیہ السلام رضامند ہو گئے۔ برادران یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام سے اجازت حاصل کرنے آئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا۔

میری زندگی یوسف کی وجہ سے ہے میں اسے ایک منٹ کے لئے بھی اپنے سے جدا نہیں کر سکتا۔ برادران یوسف مایوس ہو کر چلے گئے اور حضرت یوسف کے پاس جا کر کہنے لگے کہ یہی موسم سیر و تفریح کا ہے' کیا ہی اچھا ہو اگر تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ ہماری خوشی دوبالا ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام راضی ہو گئے اور والد سے جا کر کہنے لگے۔ ابا جان میری بھی خواہش ہے کہ موسم بہار کی گل افشانیوں سے لطف اندوز ہوں۔ لہذا مجھے اجازت عطا فرمائی جائے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے اگر تمہارے بھائیوں نے تمہاری طرف سے غفلت برتی ایسا نہ ہو تمہیں بھیڑیا پکڑ کر لے جائے۔ جنگل میں بھیڑیے بہت ہیں۔ یہ بات انہوں نے اس لئے کہی تھی کہ انہوں نے خواب میں بھیڑیے کو حضرت یوسف علیہ السلام پر حملہ کرتے دیکھا تھا۔ آخرالامر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اجازت عطا فرما دی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو نہلا دھلا کر عمدہ کپڑے پہنا کر خوشبو ملی اور پیراہن ابراہیم کو (جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود میں ڈالے جانے کے وقت پہنایا تھا) تعویذ بنا کر بازو پر باندھ دیا اور خود بھی شہر کنعان کے دروازے تک پہنچانے گئے۔ دروازے پر پہنچ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بغل میں لے کر خدا کے سپرد کر کے رخصت کر دیا اور برادران یوسف کو ہدایت کی کہ اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرنا۔ الغرض سب بھائی سیر و تفریح کے لئے روانہ ہو گئے۔ الغرض جب حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ بھی واپس چلے آئے۔

جس وقت برادران یوسف شہر کنعان سے دور نکل گئے تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین پر پٹخ کر مار پیٹ شروع کر دی اور کہنے لگے کہاں ہیں وہ گیارہ ستارے اور چاند سورج جو تجھے سجدہ کر رہے تھے۔ اب ان چاند سورج اور ستاروں کو اپنی مدد کے لئے بلا۔ حضرت یوسف علیہ السلام رو رہے تھے اور وہ ظلم و ستم پر لگے ہوئے تھے۔ انہیں کیا پرواہ تھی۔

یوسف علیہ السلام تنگ و تاریک کنوئیں میں

جب یہ بارہ بھائی چلتے چلتے سرحد کنعان سے تین فرسخ کے فاصلہ پر پہنچ گئے تو انہوں نے ایک مضبوط رسی سے یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور ایک تنگ منہ کنوئیں میں آپ کو ڈال دیا۔ ادھر برادارن یوسف نے کنوئیں میں ڈالنے کے لئے یوسف علیہ السلام کو لٹکایا اور ادھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کنوئیں کے اندر پہنچ کر پر پھیلا دیئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پروں پر اٹھا کر کنوئیں کے اندر ایک پتھر کی چٹان پر بٹھا دیا۔

تفسیر "بحرالمواج" میں ہے کہ اس کنوئیں کا پانی سیاہ اور انتہائی شور تھا' یوسف کی برکت سے نہایت سفید اور شیریں ہو گیا۔ کیڑے مکوڑے ڈر کی وجہ سے اپنے سوراخوں سے باہر نہ نکل سکے۔ البتہ سانپ نے یوسف علیہ السلام کو ڈسنا چاہا مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایسی چیخ ماری کہ سانپ کی ساری نسل ہی قیامت تک کے لئے بہری ہو گئی۔

روایت ہے کہ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں پتھر کی چٹان پر بیٹھ گئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے

بازو سے پیراہن ابراہیم کھول کر پہنایا اور جنت سے سامان خوراک لا کر سامنے رکھا اور فرمایا خدا کا حکم ہے غمگین ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ بہت جلد اس مصیبت سے خلاصی پا جاؤ گے۔ کنوئیں سے نکال کر مقام اعلیٰ پر پہنچا دوں گا اور تیرے سب بھائیوں کو تیرا دست نگر اور محتاج بنا دوں گا۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نابالغ تھے ۱۷ یا ۱۸ سال کی عمر تھی۔ اس زمانہ میں ۳۰ ۔ ۴۰ سال کی عمر سے پہلے لڑکا بالغ نہ ہوتا تھا۔

بکری کے خون میں رنگا ہوا کرتا

تفسیر " معالم التنزیل " میں ہے کہ براوران یوسف نے بکری کا ایک بچہ ذبح کر کے پیراہن یوسف کو اس کے خون سے رنگ لیا اور روتے پیٹتے باپ سے جا کر کہنے لگے کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ ہم سب بھائی بکریوں کے ریوڑ میں چلے گئے تھے' یوسف تنہا رہ گئے۔ بھیڑیا آکر ان کو کھا گیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے پیراہن یوسف کو دیکھا تو وہ خون آلودہ تو ضرور تھا مگر کہیں سے پھٹا ہوا نہ تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کیسا بھیڑیا تھا جس نے یوسف کو تو کھا لیا مگر ان کا پیراہن چاک چاک نہ کیا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ یہ تمہارا ہی کام ہے اور تم ہی لوگوں نے یوسف کو قتل کیا ہے۔ اگر تم سچے ہو تو اس بھیڑیئے کو پکڑ کر لاؤ۔ میں ذرا اس سے دریافت کر لوں۔

براوران یوسف ایک بھیڑیئے کو پکڑ کر منہ خون آلودہ کر کے لائے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے دریافت کیا۔

بھیڑیئے تو نے میرے بیٹے یوسف کو کیوں کھایا ہے ؟

بھیڑیے نے بحکم خدا گویا ہو کر عرض کیا۔ میں نے یوسف کو نہیں کھایا۔ پیغمبروں کا گوشت پوست درندوں اور زمین پر حرام ہے۔ آپ کے بیٹے کو تو ہم کیا کھاتے۔ آپ کی بکریوں کے پاس تک نہیں جاتے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے براوران یوسف سے کہا سن لو یہ بھیڑیا کیا کہہ رہا ہے۔

اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام وادی میں پہنچ کر نالہ فغان کرنے لگے اور کہنے لگے۔

" اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک' اے میرے دل کے ٹکڑے' تجھے تیرے دشمنوں نے کون سے کنوئیں میں دھکا دے دیا۔ کون سے دریا میں غرق کر دیا۔ کونسی تلوار سے قتل کر دیا۔"

" آخر لاچار ہو کر خدا سے دعا کی۔ الٰہی مجھے صبر عطا فرمایا۔"

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف کے غم میں روتے روتے اندھے ہو گئے۔ ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ میرے یوسف کی بھی کوئی خبر ہے کہ وہ مر گیا یا زندہ ہے اور اگر ہے تو کہاں ہے ؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا تم نے یوسف کو خدا کے سپرد تو نہیں کیا تھا بلکہ بھائیوں کے سپرد کیا تھا اور اب انہیں سے دریافت کرو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا کنوئیں سے اخراج

علماء مفسرین کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کتنے عرصہ تک کنوئیں میں قید رہے۔

ایک قول تو یہ ہے کہ آپ صرف ایک دن رات کنوئیں کے اندر رہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ اس کنوئیں میں ایک ہفتہ تک رہے۔

بہر حال ایک قافلہ مدین کا مصر کی طرف جاتا ہوا غلطی سے اس راستہ سے گزارا اور کنواں دیکھ کر ٹھہر گیا۔ سالار کارواں ڈول رسی لے کر کنوئیں پر پہنچا۔ سالار قافلہ نے جونہی ڈول کنوئیں میں ڈالا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے حضرت یوسف علیہ السلام نے ڈول کی رسی کو پکڑ کر ڈول میں بیٹھ گئے۔ انہوں نے ڈول کو کھینچنا چاہا تو وہ وزنی ہونے کی وجہ سے نہ کھینچ سکا۔ کنوئیں میں جھانک کر دیکھا تو ایک لڑکا ڈول میں بیٹھا ہوا نظر آیا۔ سالار قافلہ نے اپنے ساتھی کو آواز دی اور دونوں نے مل کر ڈول کھینچا۔ حضرت یوسف باہر آگئے۔

سالار قافلہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر از راہ حیرت سے پوچھا۔

تو کون ہے ؟ فرشتہ ہے یا پری ؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا میں نہ تو فرشتہ ہوں اور نہ ہی پری بلکہ آدمی ہوں۔

برادران یوسف بھی پوشیدہ پوشیدہ اس جستجو میں تھے کہ یوسف کا انجام معلوم ہو جائے کہ کیا ہوا وہ مرگیا یا زندہ ہے۔

چنانچہ برادران یوسف کو جب معلوم ہوا کہ کسی قافلہ والے نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکال لیا ہے تو برادارن یوسف قافلہ والوں کے پاس دوڑے گئے اور کہنے لگے۔

یہ تو ہمارا غلام ہے اور کئی روز سے گھر سے غائب ہے۔ ہمارے خوف سے یہ کنوئیں میں گر پڑا تھا۔ اس لئے غلام کی قیمت ہم سے لے لو اور غلام ہمارے سپرد کر دو۔ حضرت یوسف علیہ السلام قافلہ والوں سے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ برادران یوسف نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اگر تو نے ان سے ہمارے متعلق کچھ کہا تو انہیں کے ہاتھوں سے ہم تجھے قتل کروا دیں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ڈر کے مارے خاموش ہو گئے۔ قافلہ والوں نے یوسف کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ معاوضہ کا سوال باقی رہ گیا تھا۔

چنانچہ قافلہ والوں نے کہا کہ ہم چونکہ سامان تجارت خرید کر لا رہے ہیں ہمارے پاس اس وقت نقد نہیں ہے چند درہم باقی ہیں اگر تم چاہو تو لے سکتے ہو۔ برادارن یوسف یہ چاہتے تھے کہ یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام سے دور رہیں اور مل نہ سکیں۔

برادارن یوسف کامیاب ہو گئے وہ قافلہ والوں سے درہم لے کر واپس آگئے۔ اور سب بھائیوں نے آپس میں تقسیم کر لئے۔

القصہ یہ قافلہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے کر روانہ ہو گیا اور راستہ میں جب والدہ کی قبر کے پاس سے گزرا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے رو رو کر اپنی داستان غم سنائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی والدہ کی قبر پر گریہ و زاری کی کہ پیچھے سے اسی قافلہ کے ایک آدمی نے آکر حضرت یوسف علیہ السلام کے منہ پر اتنی زور سے چانٹا مارا کہ آنکھوں تلے اندھیر چھا گیا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خدا سے فریاد کی۔

" یا الٰہی تو دانا و بینا ہے اور تو دیکھ رہا ہے کہ مجھ مظلوم پر کس کس

طرح سے ظلم کیا جارہا ہے۔"

اسی وقت خوفناک آندھی چلنے لگی۔ آسمان پر کالا بادل چھا گیا۔ بجلی چمکنے لگی۔ بادل گرجنے لگا۔ قافلہ والے اس ہولناک نظارہ سے ڈر گئے اور کہنے لگے کہ ہم میں سے کسی شخص نے کوئی گناہ عظیم کیا ہے اور یہ اسی کی سزا معلوم ہوتی ہے۔

ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔

" ہاں ! ایک خطا مجھ سے سرزد ہوئی ہے۔ میں نے اس غلام کے منہ پر ایک چانٹا مارا تھا۔ اس وقت اس غلام نے آسمان کی طرف منہ کر کے زیر لب کچھ کہا تھا۔ اس کے بعد فوراً ہی یہ آندھی اور طوفان نمودار ہو گیا۔

چنانچہ قافلہ کے لوگ سب جمع ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام سے معذرت چاہنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر تم اس شخص سے بدلہ لینا چاہتے ہو تو تمہارے سامنے یہ حاضر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس شخص کی خطا کو معاف کر دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں

القصہ جب قافلہ مصر کے قریب پہنچا تو سارے شہر میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی کہ سالار کارواں ایک بے مثل حسین و جمیل غلام لے کر آرہا ہے۔ تو عزیز مصر بھی اس قافلہ اور غلام کے نظارہ کے لئے شہر سے باہر آگیا۔ عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر سجدہ کرنا چاہا۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا سر فوراً اوپر اٹھا لیا۔ عزیز مصر نے فرعون سے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کی کیفیت بیان کی۔ فرعون نے کہا

کہ فلاں روز اس غلام کو دربار میں پیش کیا جائے اور شہر کے تمام نازنین و مہ پارو کے نام حکم نامے جاری کیئے کہ اس روز عمدہ اور نفیس لباس پہن کر جمع ہوں اور مقابلہ حسن میں حصہ لیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی نمائش

مقررہ تاریخ پر حضرت یوسف علیہ السلام کو آراستہ کر کے بازار مصر سے گزارا گیا۔ تمام شہر میں آپ کے حسن و جمال کا شور مچ گیا۔ اتفاق کی بات اس روز آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ سورج بادلوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جونہی چہرہ مبارک سے نقاب اٹھایا تو لوگوں کو دھوکہ ہونے لگا کہ سورج نکل آیا۔ آخرالامر مصر کے تمام حسین اور مہ پاروں کا حسن و جمال حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کے سامنے ماند پڑ گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت

اس کے بعد شہر میں منادی ہوئی کہ ایک نہایت ہی حسین و جمیل غلام برائے فروخت موجود ہے۔ جو شخص بھی خریداری کا طالب ہو وہ حاضر ہو جائے۔

چنانچہ شہر کے بڑے بڑے مالدار لوگ مول تول کرنے پہنچ گئے۔ ایک شخص نے سب سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت ایک ہزار دینار لگائی۔ دوسرے شخص نے ایک لاکھ دینار لگائی۔

ایک خریدار نے کہا کہ میں اس غلام کے وزن کے برابر مشک خالص دے سکتا ہوں۔ ایک خریدار نے حضرت یوسف علیہ السلام کے وزن کے برابر

گوہر آبدار اور لعل دینا منظور کر لیا۔ غرض قیمت بڑھتی رہی۔

تفسیر "بحرالمواج" میں ہے کہ جب مالک آپ کا مول تول کر رہا تھا تو آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ ان چیزوں کو تو میری قیمت قرار نہ دے۔

تو جانتا ہے میں کون ہوں ؟

میں یوسف بن یعقوب بن اسحاق علیہم السلام ہوں۔ مالک نے کہا' خریداری کے وقت مجھے کیوں نہیں بتلایا گیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت یہ بات ظاہر کرنے کا موقع نہ تھا۔

مالک نے عزیز مصر سے کہا کہ میں نے اس غلام کو ۲۰ درہم میں خریدا تھا۔ آپ مجھے ۲۰ درہم دے دیجئے۔ اس سے زیادہ کا میں خواستگار نہیں۔

مالک نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ میں نے آپ کے کہنے کے مطابق تمام مول تول رد کر دیئے۔ آپ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں واجب التعظیم ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے فرزند اور مال و دولت کے لئے دعا فرمائیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا سے حق تعالیٰ سبحانہ نے اس کو ۱۲ حمل میں ۲۴ لڑکے عطا فرمائے۔ ہر حمل سے دو دو لڑکے پیدا ہوئے۔

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی عاشق ہونا

القصہ عزیز مصر حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے گھر لے آیا اور اپنی حسین بی بی زلیخا کو سپرد کرتے ہوئے کہا۔

میں نے اس غلام کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ ہمارے یہاں چونکہ کوئی اولاد

بھی نہیں ہے لہٰذا اس کو اپنی اولاد سمجھ کر رکھنا۔

زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھ کر ہزار دل و جان سے شیفتہ و فریفتہ ہو گئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے زلیخا کا غائبانہ عشق

روایت ہے کہ زلیخا نے اس واقعہ سے کئی سال پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور ان کے حسن و جمال کو دیکھ کر غائبانہ طور پر شیفتہ و فریفتہ ہو گئی تھی۔

زلیخا مغرب کے بادشاہ طیموس کی لڑکی تھی۔ زلیخا نے ایک رات خواب میں ایک حسین و جمیل نوجوان کو دیکھا اور اس کو دیکھتے ہی متاع دل لٹا بیٹھی۔

صبح کو خواب سے بیدار ہوئی تو اس حسین و جمیل نوجوان کو تلاش کرنے لگی۔ مگر وہ کہاں تھا۔ زلیخا نے اس نوجوان کے فراق میں گریبان چاک کرنا چاہا مگر شرم مانع تھی۔ آخر شب و روز کباب سیخ کی طرح آتش فرقت میں پہلو بدلنے لگی۔ عشق و محبت کا یہ راز ایسا تھا کہ زلیخا کسی پر ظاہر نہ کر سکتی تھی۔ خادمائیں اور کنیزیں زلیخا کا حال دیکھ کر پریشان تھیں کہ آخر اس شہزادی کو کیا ہو گیا ہے۔ اسے شاید کوئی تکلیف ہے جس کی وجہ سے وہ اندر ہی اندر گھلی جا رہی ہے۔ کوئی کہتی تھی کہ شہزادی کو دیو پری کی نظر ہو گئی ہے۔ کوئی کچھ کہتی تو کوئی کچھ۔ غرض جتنی زبانیں تھی اتنی ہی باتیں تھی۔

ان خادماؤں میں ایک سن رسیدہ دایہ تھی اس دایہ نے زلیخا کو اپنی خدمات سناتے ہوئے کہا۔ کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف ہو تو اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ اور اگر کوئی اور راز ہے تو تم مجھے بلاخوف و دہشت بتلا دو' میں تمہاری

نمک خوار ہوں اور میں ہر ممکن خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ زلیخا نے دایہ کو اپنا خواب سنا دیا۔

دایہ نے کہا کہ یہ خواب کوئی حقیقت نہیں رکھتا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی دیو اچھی صورت شکل میں نظر آیا تھا۔ زلیخا نے کہا کہ دیو بھی کہیں ایسا حسین و جمیل ہو سکتا ہے۔ زلیخا اس دایہ کی باتیں سن کر ناراض ہو گئی۔

اسی طرح ایک سال گزر گیا۔ دوسرے سال وہی نوجوان پھر خواب میں نظر آیا۔ زلیخا نے فوراً اپنا سر اس حسین نوجوان کے قدموں میں رکھ دیا۔ اور کہنے لگی جان من یہ تو بتا تو کون ہے۔ فرشتہ ہے یا آدمی ؟

اس نوجوان نے جواب دیا میں آدمی ہوں' فرشتہ نہیں ہوں۔ اگر تجھے مجھ سے محبت ہے تو کسی مرد سے شادی نہ کرنا۔ میں نے بھی تیری وجہ سے آج تک شادی نہیں کی ہے۔ صبح ہوئی تو زلیخا خواب سے بیدار ہوئی تو پہلے سے زیادہ ہی مجنوں اور دیوانہ بن گئی تھی۔

بادشاہ طیموس نے جب اس کی حالت ناقابل اصلاح دیکھی تو اس کے پیروں میں زر و جواہر کی ایک وزنی بیڑی ڈال دی۔ تیسرے سال پھر وہی نوجوان خواب میں نظر آیا۔ اس مرتبہ زلیخا نے اس پر سو جان سے نثار ہو کر دریافت کیا کہ مجھے کم از کم اپنا نام اور پتہ ہی بتا دو ؟ اس نوجوان نے بتایا میں مصر کا بادشاہ ہوں۔ میرا نام عزیز ہے۔ زلیخا کو اس موقع پر مغالطہ ہو گیا تھا کہ اسے جو نوجوان خواب میں نظر آیا تھا وہ موجودہ عزیز مصر ہی ہے۔ حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام تو اس وقت تک مصر میں آئے بھی نہیں تھے۔

خواب سے بیدار ہوتے ہی زلیخا نے اپنی خادماؤں سے کہا کہ میرے

باپ کو بشارت دو کہ میرے عقل و ہوش جو عرصے سے خراب تھے وہ آج درست ہو گئے ہیں۔ زلیخا کے پیروں میں سے اسی وقت بیڑی کاٹ دی گئی اور زلیخا ہنسی خوشی سے رہنے لگی۔

اس کے بعد زلیخا کے پیغامات نکاح مختلف ممالک سے آنے لگے۔ زلیخا صرف اتنی بات معلوم کرتی تھی کہ رشتہ کس ملک سے آیا ہے جب اسے معلوم ہوتا کہ عزیز مصر کی طرف سے رشتہ نہیں آیا ہے تو وہ رشتوں کو انکار کر دیتی۔ اسی دوران طیموس کے ایک مقرب نے عزیز مصر کو اس رشتے کے متعلق اطلاع دی۔ عزیز مصر خود رشتہ کا خواستگار تھا۔ زلیخا کے حسن و جمال کی داستان سن کر فوراً راضی ہو گیا۔ عزیز مصر نے گراں بہا تحائف کے ساتھ اپنا رشتہ طیموس کے پاس بھیجا۔

زلیخا کے باپ نے عزیز مصر کے تحائف قبول کر کے اس سے زیادہ تعداد میں تحائف اور دلہن عزیز مصر کے لئے روانہ کی۔ جس وقت دلہن مصر پہنچی عزیز خود ان کے استقبال کے لئے آیا۔ زلیخا عزیز مصر کی زیارت کے لئے بے تاب تھی۔ زلیخا نے ڈولی کے دروازے سے جونہی عزیز مصر پر نظر ڈالی تو اس کے دل سے سرد آہ نکلی۔

اور دل ہی دل میں کہنے لگی جس عزیز مصر کو میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ تو یہ نہیں ہے اور اپنی بدقسمتی پر آنسو بہانے لگی۔

اسی وقت غیب سے آواز آئی اگرچہ یہ عزیز مصر تیرا مقصود خاطر نہیں لیکن خاطر جمع رکھ اسی کے ذریعہ تیرا مقصد حاصل ہو گا۔

عزیز مصر نے شاندار محل میں دلہن کو اتارا۔ زلیخا کو اپنے محبوب حقیقی

کی جستجو تھی۔ وہ اسی فکر میں ہر وقت غلطاں و پیچاں رہتی تھی۔ ایک روز زلیخا سیر و تفریح کر کے واپس آرہی تھی کہ بادشاہ کے محل کے دروازے پر ہزاروں لوگوں کا مجمع اور شور و غل سنائی دیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک سوداگر ایک نہایت خوبصورت غلام فروخت کرنے آیا ہے اور یہ سب تماشائیوں کا مجمع تھا۔ زلیخا بھی اس غلام کو دیکھنے آگے بڑھی۔ زلیخا کی نظر جونہی حضرت یوسف علیہ السلام پر پڑی تاب دیدار نہ لا کر بے ہوش ہو گئی۔ خادمائیں اس کو اٹھا کر محل میں لائیں۔ بڑی دیر کے بعد ہوش آیا۔ عزیز سے کہا کہ تم اس غلام کو خرید لو۔

عزیز نے کہا یہ غلام اتنا قیمتی ہے کہ میری ساری دولت بھی اس کے لئے ناکافی ہے۔ زلیخا کے پاس گوہر ہائے بے بہا کا ایک ڈبہ تھا۔ وہ عزیز کو دیکر کہا کہ جو کچھ کمی ہو اس سے پوری کر لینا۔ عزیز نے کہا کہ بادشاہ کا ارادہ اس غلام کو خریدنے کا معلوم ہوتا ہے۔

زلیخا نے کہا۔ تم بادشاہ سے جا کر کہو کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے اجازت ہو تو میں اس غلام کو خرید لوں۔ عزیز نے بادشاہ مصر سے عرض کیا۔ بادشاہ نے اجازت دے دی اور عزیز نے قیمت دے کر حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید لیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کیلئے زلیخا کی بیتابی

زلیخا خوش تھی کہ اس کا مطلوب مل گیا۔ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں مصروف ہو گئی۔ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو قیمتی اور زرنگار کپڑے پہناتی۔ غرض ہر طرح سے اپنے دل کے ارمان نکالتی۔ اس طرح

سات سال گزر گئے۔ زلیخا ہر ممکن کوشش میں لگی رہتی تھی کہ کسی طرح محبوب سے وصال نصیب ہو جائے۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی طرف ایک مرتبہ بھی نظر بھر کر نہیں دیکھا۔

ایک روز مجبور ہو کر زلیخا نے اپنی دایہ کے ذریعہ حضرت یوسف علیہ السلام کو پیغام دیا۔

کیا بات ہے کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی مجھے نظر التفات سے نہ دیکھا؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا۔

زلیخا سے کہہ دینا کہ اس خیال کو دل سے نکال دے اور میں اللہ رب العزت کی نافرمانی کسی بھی صورت میں نہیں کر سکتا۔

القصہ آرزوئے وصال میں جب زلیخا میں صبر کرنے کی طاقت نہ رہی تو دایہ نے اسے رائے دی کہ محل میں دیوار پر ایک ایسی تصویر نقش کراؤ جس میں زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام سے ہم آغوش دکھایا گیا ہو۔ یہ تصویر تیار ہو جائے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو بلا کر اس تصویر کو دکھانا شاید اس تصویر کو دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کا میلان زلیخا کی طرف ہو جائے۔ زلیخا کے حکم سے تصویر تیار ہو گئی تو زلیخا اس تصور کو دیکھ کر جذبات پر قابو نہ رکھ سکی۔ خود کو آراستہ پیراستہ کر کے بیٹھ گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو طلب کیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام آئے تو زلیخا ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے میں لے گئی جہاں تصویر ہم آغوشی بنائی گئی تھی اور اس کمرہ کو مقفل کر دیا۔ زلیخا نے پیار و محبت کی باتیں شروع کیں۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کی باتوں کی طرف توجہ نہ کی۔ مجبور ہو کر اس کمرے سے نکل کر باہر جانا چاہا۔ مگر قفل لگا

نظر آیا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کسی طرح باہر جانے میں کامیاب نہ ہو سکے تو سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ فرش پر نظر پڑی تو تصور ہم آغوشی کا عکس نظر آیا۔ وہاں سے نظر ہٹا کر چھت کی طرف دیکھا تو وہاں بھی اسی تصویر کا عکس نظر آ رہا تھا۔ دائیں بائیں' غرض شش جہات میں وہی ہم آغوشی کی تصویر نظر آتی تھی۔

آخرکار حضرت یوسف علیہ اسلام نے مجبور ہو کر ایک نظر زلیخا کو دیکھا اور اس کی حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ زلیخا نے یہ موقع غنیمت جان کر حضرت یوسف علیہ اسلام سے کہا۔

"کیا ہے اگر ایک نظر مجھ دل فگار پر ڈال کر میری دلی آرزو سے مجھے شادکام کر دو!"

" حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا۔ کیا کروں اول تو مجھے خدا سے ڈر لگتا ہے۔ دوسرے یہ کہ میں عزیز کو کیا جواب دوں گا۔"

زلیخا نے کہا تمہیں فکر کس بات کا ہے۔ اپنا سارا خزانہ اور مال و دولت اس گناہ کے صدقے میں لٹا دوں گی۔ عزیز کو زہر پلا کر ٹھنڈا کر دوں گی۔ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلا رہی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام اس کی ہر بات کو رد کرتے جا رہے تھے۔ آخرکار جب زلیخا کو کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے خنجر آبدار نکال کر کہا کہ تم میری خواہش پوری نہ کرو گے تو میں اسی وقت اپنے سینہ میں یہ خنجر گھونپ دوں گی اور عزیز تمہیں قتل کر دے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اتنی جلدی کیا ہے۔ صبر کرو ایک دن تیری آرزو پوری ہو جائے گی۔

مگر زلیخا نہ مانی اور اس پر حضرت یوسف علیہ السلام کی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ان حالات میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی ایک وسوسہ پیدا ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی۔

حضرت یوسف علیہ السلام باہر نکلنے کے لئے دروازے کی طرف دوڑے باوجودیکہ زلیخا نے بارہ دروازوں پر قفل لگا رکھے تھے مگر حضرت یوسف علیہ السلام جس دروازے پر پہنچتے قفل خود بخود کھل جاتا۔ غرض حضرت یوسف علیہ السلام جب اس مکان سے باہر آئے تو عزیز نے ان کو دیکھ لیا اور ان کو پریشان حالی میں دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے افشائے راز نہ کرتے ہوئے کوئی ایسی بات کہہ دی۔ اس کے بعد عزیز حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا کے پاس لے گئے۔ زلیخا سمجھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز سے سارا واقعہ کہہ سنایا ہوگا۔ زلیخا نے فوراً بات بنا کر کہا کہ میں سوئی ہوئی تھی کہ آپ کے پرورش کردہ غلام نے چپکے سے میرے کمرے میں داخل ہو کر دست درازی اور اپنی خواہش پوری کرنی چاہی مگر میں فوراً بیدار ہو گئی اور وہ ڈر کے مارے بھاگ پڑا۔ بھاگتے ہوئے اس غلام کا پچھلا دامن میرے ہاتھ میں آ کر پھٹ گیا۔

عزیز نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ میں نے تو تجھے اپنا بیٹا بنا کر ہر طرح کی ناز و نعمت سے پرورش کی اس کے

باوجود میرے حرم میں تمہاری یہ خیانت؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ زلیخا غلط کہتی ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ اس نے مجھے بلا کر اپنی خواہش پوری کرنی چاہی' میں نے انکار کر دیا یہ مجھے پکڑنے کو اٹھی میں بھاگنے لگا اسی دوران میں میرا دامن اس کے ہاتھ میں آگیا اور اس نے کھینچ کر پھاڑ دیا۔

عزیز نے کہا میں نے اس غلام کی کبھی کوئی خیانت نہیں دیکھی پھر ماجرا کیا ہے؟ عزیز نے کہا اگر تو سچا ہے تو اپنے دعویٰ کے لئے شہادت پیش کر۔ محل میں زلیخا کا خالہ زاد دو مہینے کا شیرخوار بچہ سو رہا تھا۔ حضرت یوسف علیہ اسلام نے کہا دیکھو یہ دو مہینہ کا بچہ ہے اسے کسی بات کو سمجھنے یا بولنے کی تمیز نہیں ہے یہ بچہ میری صداقت پر گواہی دے گا۔

عزیز نے اس بچے کی طرف مخاطب ہو کر سوال کیا۔ قدرت نے اس بچہ کو قوت گویائی عطا فرمائی۔ بچہ نے صاف صاف کہا کہ یہ بات دیکھو کہ اس کا اگلا دامن پھٹا ہوا ہے یا پچھلا؟ اگر اگلا دامن پھٹا ہوا ہے تو زلیخا سچی ہے اور اگر پچھلا پھٹا ہوا ہے تو زلیخا جھوٹی ہے اور یوسف سچا ہے۔ عزیز نے بچہ کی زبان سے یہ بات سن کر زلیخا کو برا بھلا کہا۔ عزیز نے زلیخا کو قتل کر کے یوسف کو قید خانہ بھیجنے کا ارادہ کیا۔ اسی بچہ نے قدرت الٰہی سے گویا ہو کر عزیز سے کہا۔ ایسا ہرگز مت کرنا' ورنہ دنیا میں تمہاری رسوائی ہو گی۔

عزیز نے بچہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کو منع کر دیا کہ اس راز کو کسی پر ظاہر نہ کرنا اور زلیخا کو توبہ و استغفار کی

ہدایت کی۔

یوسف علیہ السلام کا حسن دیکھ کر مصر کی عورتوں کے ہوش و حواس اڑ گئے

چھ سات مہینے بعد یہ راز لوگوں کے کانوں تک پہنچا۔ جس نے سنا اس نے زلیخا کو برا بھلا کہا۔ زلیخا نے جب دیکھا کہ اکثر عورتیں اس کو اس واقعہ پر ملامت کر رہی ہیں تو اس نے اپنے محل میں ان عورتوں کو دعوت پر مدعو کیا اور ہر عورت کو علیحدہ علیحدہ ایک چوکی پر بٹھا دیا اور ہر عورت کے سامنے خوان نعمت چن دیا۔ اس کے بعد ہر عورت کو ایک ترنج اور ایک ایک چھری دے دی۔ سب انتظام کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو خوب بنا سنوار کر ان عورتوں کے سامنے لائی۔ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئیں اور اسی بے ہوشی کے عالم میں انہوں نے بجائے ترنج پر چھری چلانے کے اپنے ہاتھوں پر چھری چلا دی۔

حضرت یوسف علیہ السلام محل کے اندر چلے گئے تو بڑی دیر بعد ان عورتوں کو ہوش آیا تو کہنے لگیں یہ انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔ زلیخا نے کہا پھر تم مجھے کیوں کہتی ہو۔ عورتوں نے کہا واقعی تمہارا کوئی قصور نہیں۔ بلکہ قصوروار ہم ہی ہیں۔ عورتوں نے کہا جب تیرے پاس ایسا البیلا معشوق ہے تو پھر کس بات کی کمی ہے؟ زلیخا نے کہا میں سب ممکن تدابیر استعمال کر چکی ہوں مگر وہ تو کچھ اس طبیعت کا ہے کہ اس نے ایک دفعہ بھی مجھے جی بھر کے نہیں دیکھا۔ عورتوں نے کہا اچھا حضرت یوسف علیہ السلام کو بلاؤ۔ ہم سب مل کر اس پر زور ڈالیں گے۔ شاید ہمارے کہنے سے تیرے دل کی آرزو پوری ہو

جائے۔ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھر بلایا اور عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر بہت زور ڈالا۔

زلیخا کا یوسف علیہ السلام پر عتاب اور جیل بھیج دینے کی دھمکی

عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ دھمکی بھی دی اگر تم نے زلیخا کا کہا نہ مانا تو وہ تمہیں جیل خانہ بھجوا دے گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ یاالٰہی اس آزادی سے تو مجھے جیل خانہ پسند ہے۔ الغرض کچھ دن اور انتظار کرنے کے بعد زلیخا کو مایوسی ہوئی تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ بھجوا دیا۔ زلیخا نے اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ بھجوا دیا تھا مگر اسے حضرت یوسف علیہ السلام سے دلی محبت تھی۔ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دوسرے قیدیوں کے ساتھ رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ ایک علیحدہ کوٹھری ان کے لئے تجویز کی۔ اس کوٹھری میں تخت پر اطلس اور دیبا کے فرش بچھا دیئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام شبانہ روز طاعت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ زلیخا روزانہ اپنی خادمہ کے ہاتھ کھانے پینے کی چیزیں بھیجا کرتی تھی اور ان کی قیدخانہ کی زندگی کے حالات سن کر زار زار رویا کرتی تھی۔ اور کبھی کبھی رات کو خفیہ طور پر حضرت یوسف کو دیکھنے بھی جایا کرتی تھی۔ ورنہ اپنے محل کے بالاخانہ سے جیل کے در و دیوار کو دیکھنا اس کا روزمرہ کا مشغلہ تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھی قیدیوں کے خواب

تفسیر "معالم التنزیل" میں ہے کہ فرعون مصر نے اپنے باروچی

اور کھانا کھلانے والے خادم کو اس جرم میں جیل بھجوا دیا تھا کہ وہ بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کر رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتایا کرتے تھے۔ فرعون مصر کے دونوں نوکروں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ ہم نے خواب دیکھا ہے کہ ایک باغ میں انگور کی جڑ کے پاس بیٹھا ہوں۔ اس درخت پر تین خوشے انگور کے لگے ہوئے ہیں اور میرے ہاتھ میں خاصہ شاہی کا ایک پیالہ ہے اس پیالہ میں ان انگوروں کا رس نکال رہا ہوں۔

شاہی باورچی نے بیان کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ شاہی مطبخ میں میرے سر پر روٹیوں کی چنگیر رکھی ہوئی ہے۔ پرندے روٹیاں اٹھا اٹھا کر کھا رہے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہی خادم کے خواب کی یہ تعبیر بیان کی کہ تم تین دن کے بعد جیل سے رہا ہو جاؤ گے اور اپنے ہاتھ سے بادشاہ کو شراب پلاؤ گے۔

اور باروچی کے خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ تجھے کسی جرم میں سولی پر لٹکا دیا جائے گا اور کتنے ہی روز سولی پر لٹکا رہے گا۔ چیل کوے تیرا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہی خادم سے کہا کہ رہا ہونے کے بعد جب تم بادشاہ کے پاس جاؤ تو میرے متعلق بھی کچھ ان سے کہنا۔ شاید تمہاری سفارش سے مجھے اس زندان مصیبت سے نجات مل جائے۔ اس خواب کی تعبیر کے تیسرے دن بادشاہ نے داروغہ جیل کے نام حکم بھیجا کہ باورچی کے خلاف

چونکہ الزام ثابت ہو چکا ہے اس لئے اسے سولی پر لٹکا دیا جائے۔ شاہی حکم سے باورچی سولی پر لٹکا دیا گیا اور دوسرا خادم رہائی پا کر سابقہ خدمت پر بحال کر دیا گیا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام زندان یوسف میں

" معالم التنزیل " میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام جیل خانہ میں تشریف لائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو شناخت کر لیا اور فرمایا کیا بات ہے۔ آپ گنہگاروں کے عذاب خانہ میں کیسے آئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ تمہیں آدمی کو رہائی کے لئے سفارشی بناتے ہوئے شرم نہ آئی۔ قسم ہے میری عزت و جلال کی ابھی کئی سال تمہیں قید میں رکھوں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا۔ یہ تو بتاؤ خدا مجھ سے ناراض تو نہیں ؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا بس تو اب خوف کی کوئی بات نہیں۔ اچھا تو بتاؤ اگر خدا مجھ سے راضی ہے تو انہوں نے مجھے قید میں کیوں ڈالا ؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا تم نے ہی تو دعا کی تھی الٰہی اس مصیبت سے تو جیل خانہ زیادہ پسندیدہ ہے۔ تم نے کیوں اپنا معاملہ خدا کی مشیت کے سپرد نہیں کیا اور کیوں اللہ تعالیٰ سے عورتوں کے مکر اور جیل خانہ سے پناہ مانگی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا۔ میرے والد کا بھی کچھ حال معلوم

ہے ؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا وہ تمہارے فراق میں روتے روتے نابینا ہو گئے ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی یہ حالت اس وجہ سے ہوئی ہے کہ وہ تم کو بہت پیار کرتے تھے۔ خدا کو یہ بات ناپسند آئی کہ ایک دل میں خدا اور غیرخدا کی محبت جمع ہو۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تو بتاؤ کہ اس مصیبت میں ان کو اجر ملے گا؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ان کو ہر روز ایک شہید کا ثواب ملے گا۔

تفسیر "کشاف" میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں کس قدر صدمہ تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا اتنا جتنا ۷۰ ماؤں کو اپنے اپنے فرزند کا صدمہ ہوتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں جس قدر صدمہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اٹھایا تھا' شاید دنیا میں کسی نے اٹھایا ہو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں سے چالیس یا باختلاف روایت اسی سال تک آنسو نہ تھمے تھے۔

صلوٰۃ اللہ وسلامہ جمیع الانبیاء والمرسلین ○

فرعون مصر کا خواب اور حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی

تفسیر "مواہب علیہ" میں ہے کہ شاہی خادم کی رہائی کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام سات سال تک قید خانہ میں رہے۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام مجموعی طور پر گیارہ سال تک قید رہے۔ رہائی کے زمانہ کے قریب فرعون مصر نے خواب دیکھا تھا کہ فربہ گایوں کو سات لاغر گائیں کھا گئیں

اور ان کے پیٹ میں کسی قسم کی زیادتی محسوس نہ ہوئی اور سات خشک خوشے سات تر و تازہ خوشوں کو کھا گئے۔ صبح اٹھ کر فرعون مصر نے حکیموں اور داناؤں سے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے بہت غور و فکر کیا مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ دفع الوقتی کے لئے انہوں نے یہ بات بتائی کہ یہ سب وہم و خیال ہے۔ اس خواب کی کوئی تعبیر نہیں۔

اتفاقاً" اسی مجلس میں وہ شاہی خادم بھی موجود تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قیدخانہ میں رہا تھا۔ اسے یاد آیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی تو خواب کی تعبیر بتایا کرتے ہیں اور ان کی تعبیر بالکل سچی ہوتی ہے۔ خادم نے عرض کیا' بادشاہ سلامت! میں نے جیل خانہ میں خواب دیکھا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نامی قیدی کے سامنے اس خواب کا تذکرہ آیا تو اس نے اس خواب کی جو تعبیر بیان کی تھی وہ ہو بہو پوری ہوئی۔ اجازت ہو تو میں اس خواب کی تعبیر اس سے دریافت کر کے آؤں۔ بادشاہ نے کہا بڑی اچھی بات ہے جاؤ۔

شاہی خادم نے جیل پہنچ کر حضرت یوسف علیہ السلام سے معذرت کی کہ کام میں مصروفیت کے باعث بادشاہ سے آپ کے متعلق کہنا یاد نہ رہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کوئی بات نہیں' جو کچھ ہوا خدا کے حکم سے ہوا۔ کہو اب کیسے آنا ہوا ہے۔ خادم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے بادشاہ کا خواب بیان کیا اور تعبیر دریافت کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ فربہ گائے اور تر و تازہ خوشوں سے مراد یہ ہے کہ اب سے سات سال تک خوب بارش ہو گی' خوب پیداوار ہوگی اور سات لاغر گائے اور سات خشک خوشوں کا مطلب یہ ہے کہ ان سات سال کے بعد کے سات سال نہایت قحط

اور امساک باراں ہوں گے۔ اس درجہ قحط شدید پڑے گا کہ لوگ مرنے لگیں گے لوگوں کے پاس کھانے کو غلہ کا دانہ نہ رہے گا۔

خادم نے دربار شاہی میں حاضر ہو کر تعبیر بیان کی حاضرین دربار حیران رہ گئے۔ فرعون نے کہا میں اس تعبیر کو خود اس کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ جس شخص نے تمہیں یہ تعبیر بتائی ہے کون شخص ہے' کیسی سیرت و خصلت کا آدمی ہے' کیا کام کرتا ہے۔ خادم نے کہا عزیز کا غلام ہے۔ نہایت خوش صورت و سیرت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ عزیز نے مجھے بے گناہ قید کر رکھا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں غلام نہیں ہوں بلکہ نبی زادہ ہوں۔ میرے بھائی مجھ سے حسد رکھتے تھے' انہوں نے مجھے گھر سے نکال کر فروخت کر دیا۔ یہ غلام دن رات عبادت خداوندی میں مشغول رہتا ہے۔ ہر وقت زبان پر تسبیح و تہلیل رہتی ہے۔ جیل خانہ کے قیدیوں کا غمگسار ہے۔ زلیخا کے گھر سے جو کھانا آتا ہے محتاجوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔

عزیز نے کہا میں نے اسے جیل خانہ بھیجا ہے' اس کی کوئی شکایت سننے میں نہیں آتی۔ اس غلام کو اپنی اہلیہ کے ساتھ خیانت کے الزام میں میں نے جیل خانہ بھیجا تھا۔ لیکن مجھے ابھی اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ وہ واقعی اس کا مرتکب ہوا تھا یا نہیں۔

بادشاہ نے کہا جاؤ اس کو اسی وقت رہا کر کے اعزاز و اکرام کے ساتھ میرے سامنے پیش کرو۔ عزیز فوراً جیل خانہ پہنچا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو رہائی کی خوشخبری سنائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل سے باہر آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جب تک بادشاہ مجھ سے بے گناہی کا حال سماعت نہ کرے اور عزیز خوش نہ ہو جائے اور وہ عورتیں جنہوں نے مجھے دیکھ کر اپنے

ہاتھ کاٹ لئے تھے ان سے حقیقت حال دریافت نہ کی جائے میں جیل سے باہر نہ آؤں گا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ زلیخا اور ان عورتوں کو فوراً ہمارے سامنے پیش کرو۔ تھوڑی دیر میں زلیخا اور وہ سب عورتیں بادشاہ کے حضور میں حاضر تھیں۔ بادشاہ نے ان عورتوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا حضرت یوسف علیہ السلام بڑا ہی شرمیلا اور تمام اتہامات سے پاک ہے۔ اس موقع پر زلیخا کو اپنی خطا کے اقرار کے سوا چارہ نظر نہ آیا۔ اس نے اصل واقعہ بادشاہ کے سامنے عرض کر دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا شاہانہ اعزاز

عورتوں اور زلیخا کی زبان سے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا حال سن کر بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کا اشتیاق اور بھی تیز ہو گیا اور زرق برق لباس اور تاج شاہانہ ۷۰ سپاہیوں کے دستہ کے ساتھ قیدخانہ بھیج کر حکم دیا کہ جیل خانہ سے شاہی محل تک دو رویہ صف بستہ سپاہی کھڑے ہو جائیں۔ تھوڑی دیر میں حضرت یوسف علیہ السلام خلعت فاخرہ اور تاج شاہی پہنے شاہانہ استقبال کے ساتھ محل شاہی کے قریب پہنچے تو بادشاہ خود استقبال کے لئے موجود تھا۔ بادشاہ مصر نے ان کو بغل میں لے کر اپنے برابر تخت پر بٹھایا اور نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ گفتگو کی۔

اس دوران میں شاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ستر ۷۰ زبانوں میں گفتگو کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں زبانوں میں بادشاہ کی باتوں کا جواب دیا۔ شاہی دربار سے واپسی کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام

نے عبرانی زبان میں بادشاہ کے لئے دعا کی۔ بادشاہ چونکہ اس زبان سے ناواقف تھا اس نے پوچھا کہ آپ کس زبان میں بول رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرے دادا ابراہیم علیہ السلام کی زبان ہے۔ اس کے بعد آپ نے عربی زبان میں دعائیہ کلمات فرمائے۔ بادشاہ عربی زبان سے بھی ناواقف تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ میرے باپ کے چچا اسماعیل علیہ السلام کی زبان ہے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر تیس سال تھی۔

بادشاہ مصر آپ کی علمی قابلیت اور فضائل و شمائل سے حیران و ششدر رہ گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے برابر بٹھلا کر خواب کی تعبیر پوچھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بیان کی۔ بادشاہ نے پوچھا اس آنے والی مصیبت سے بچنے کی کیا صورت ہے ؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کے سات سالوں میں جب غلہ کی پیداوار خوب ہو گی لوگوں کو چاہئے کہ وہ سال بھر کے خرچ کا چھوڑ کر باقی غلہ خوشوں میں ہی ذخیرہ کرنا شروع کر دیں۔ بادشاہ نے اسی وقت تمام قلمرو میں غلہ ذخیرہ کرنے کے متعلق احکامات جاری کر دیئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بن گئے

اس کے بعد بادشاہ نے سونے کا تخت جس پر جواہرات کا کام تھا منگوایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو تاج شاہی پہنا کر اپنی انگوٹھی ان کی انگلی میں پہنا دی اور اپنی تلوار ان کے گلے میں حمائل کر دی۔ خزانے کی چابیاں سپرد کر دیں اور تمام اختیارات شاہی عطا فرما کر تمام بادشاہوں' ارکان و اعیان اور افواج بحری و بری کو ان کے ماتحت کر دیا۔

عزیز مصر اور زلیخا کا انجام

اسی وقت عزیز مصر کو اس کے عہدے سے معزول کر دیا جو چند سال زندہ رہ کر راہی ملک عدم ہو گیا۔ عزیز کے مرنے سے زلیخا کی کمر ٹوٹ گئی۔ زلیخا کا تمام مال و دولت یونہی برباد ہو گیا۔ زلیخا بڑھیا ہو گئی۔ کمر خم کھا گئی۔ اس پر بھی اس کی یہ حالت تھی کہ وہ ڈولی میں بیٹھ کر سر راہ آبیٹھتی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کا آتے جاتے دیدار کیا کرتی تھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ زلیخا سرِراہ نرکل کا ایک جھونپڑا بنا کر رہنے لگی تھی۔

مصر کا بادشاہ بھی مسلمان ہو گیا

تفسیر "معالم التنزیل" میں ہے کہ بادشاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ تفسیر "مواہب" میں اسلام قبول کرنے کا سبب بیان کیا ہے کہ بادشاہ مصر کا ایک قیمتی گھوڑا مر گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا سے زندہ کر دیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا شاہانہ طمطراق اور زلیخا کی عاجزانہ درخواست

روایت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام محل سے باہر تشریف لے جاتے تو ان کے آگے اور پیچھے کئی ہزار مسلح اور غیر مسلح پیادے اور سوار جوان چلا کرتے تھے۔ ایک روز شاہی سواری گزر رہی تھی کہ زلیخا نے آپ کو دیکھ کر ایک آہ جگر دوز لگائی اور کہا۔

"یا کریم بن الکریم ذرا زلیخا ضعیفہ کا قصہ تو سنتے جاؤ۔"

حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کی آواز سن کر گھوڑے کی باگ موڑی اور پاس آکر کہا۔

" زلیخا کیا حال ہے۔ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔"

زلیخا نے کہا جب سے آپ نے شاہی لباس زیب تن کیا ہے مجھے تو بالکل فراموش کر دیا۔ میری آنکھیں آپ کے انتظار میں نابینا ہو گئیں۔ میری کمر غم کے بار سے جھک گئی۔ میں بہت خراب حال میں ہوں۔

یوسف نے پوچھا تیرا مال و منال کیا ہوا ؟ زلیخا نے کہا سب تمہاری راہ میں برباد ہو گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا خدا پر ایمان لے آ۔ زلیخا مسلمان ہو گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اب تو کیا چاہتی ہے۔

زلیخا کا اعادہ شباب

زلیخا نے کہا میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں روشن کر دے اور میرا سابقہ حسن و جمال واپس آجائے تاکہ جی بھر کے آپ کا دیدار کر سکوں اور آپ کی خدمت میں حاضر باش رہوں۔

اسی وقت وحی آئی اے یوسف ! اس وقت جو کچھ تم چاہتے ہو طلب کرو ملے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور سجدہ میں سر رکھ کر دعا کی۔ ابھی آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا تھا کہ زلیخا نے کہا اے یوسف سر اٹھاؤ تمہاری دعا قبول ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے زلیخا کی آنکھوں کی روشنی بحال کر دی جوانی اور حسن رفتہ واپس آگیا' بلکہ پہلے سے آب و تاب میں اضافہ ہو گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے دریافت کیا اور کوئی حاجت ہو تو بیان

کرو۔ زلیخا نے عرض کی۔ بس اب آخری آرزو یہ ہے کہ آپ سے نکاح کر لوں۔

جشن شاہی اور زلیخا سے نکاح

وحی آئی کہ زلیخا کی درخواست منظور کر لو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے نکاح کر لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس مبارک تقریب پر نہایت شاندار جشن منایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی دلہن عمر رسیدہ ہونے کے باوجود کنواری تھی۔ زلیخا کے بطن سے دو لڑکے تولد ہوئے۔

نکاح سے فراغت کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے مسند شاہی پر بیٹھ کر اس انداز سے حکومت کی کہ کسی شخص کو آزردہ دلی کی شکایت پیدا نہ ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے حکم جاری کیا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ زمین کی پیداوار حاصل کریں اور ضرورت سے زیادہ غلہ کو ذخیرہ کرتے رہیں۔ اہتمام شاہی سے غلہ کے انبار خانے تعمیر ہو گئے۔ تمام پیداوار اس میں جمع ہونے لگی۔ لوگوں کو ضرورت کے مطابق غلہ دیا جاتا تھا۔ باقی ذخیرہ رہتا تھا اسی طرح پورے سات سال گزر گئے۔ اس کے بعد قحط کے سال شروع ہوئے اور سرزمین مصر و شام میں غلہ کی کمی نمودار ہوئی۔ تو لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف رجوع کیا۔

☆ ... تفسیر "مواہب علیہ" میں ہے۔

○ ... قحط کے پہلے سال لوگوں نے غلہ نقد خرید کر ایام بسر کئے۔

○ ... دوسرے سال لوگوں نے سونا چاندی اور جواہرات فروخت کر کے غلہ حاصل کیا۔

- ... تیسرے سال غلام اور کنیزیں فروخت کر ڈالیں۔
- ... چوتھے سال چوپائے فروخت کر دیئے ۔
- ... پانچویں سال مکانات اور زمینیں بیچ ڈالیں۔
- ... چھٹے سال لوگوں نے اپنی اولاد فروخت کرنی شروع کر دی۔
- ... ساتویں سال جب لوگ پیٹ بھرنے کے لئے غلام بننے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے سابق شاہ مصر سے صورت حال بیان کی۔

بادشاہ نے کہا۔ تم مالک ہو بادشاہ ہو تمہیں اختیار ہے جو چاہے کرو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے سامنے ہی تمام غلاموں کو آزاد کر کے ان کی املاک واپس کر دیں۔

تفسیر " بحرالمواج " میں ہے کہ اہل مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید و فروخت کے وقت غلاموں کی صورت میں دیکھا تھا۔ قدرت نے تمام اہل مصر کو غلام بنا کر اس بات کا موقع ہی نہ دیا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بادشاہ بننے کے بعد ان کے بارے میں کوئی بات زبان سے نکالیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور قحط سالی کا زمانہ

روایت ہے کہ ایام قحط میں حضرت یوسف علیہ السلام پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ لوگ ان سے کھانے کے لئے کہتے تو حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے اگر میں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا تو بھوکے لوگوں کی خوراک کے انتظام سے غافل ہو جاؤں گا۔ خدا کو کیا جواب دوں گا۔

" ذخیرۃ الملوک " کے پانچویں باب میں ہے کہ تخت سلطنت پر رونق

افروز ہونے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام روز بروز لاغر ہونے لگے۔

پوچھا گیا۔ آخر کیا بات ہے آپ دن بدن کیوں لاغر ہوتے جارہے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی اندرونی بیماری ہے تو حکماء آپ کے علاج کے لئے حاضر ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ میرا نفس سات سال سے پیٹ بھر کر کھانا مانگ رہا ہے مگر میں نے اسے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھلائی ہے۔

اس قحط کے زمانہ میں نہ معلوم کتنے لوگ رات کو بھوکے سوتے ہوں گے۔ اس لئے محتاجوں اور بھوکے لوگوں کی موافقت میں کھانا نہیں کھاتا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میری ولایت اور سلطنت میں اگر کوئی شخص بھوکا رہا تو میدان قیامت میں میرا دامن پکڑا جائے گا کہ بادشاہ بننے کے بعد ضعیفوں اور محتاجوں کی خبرگری سے غافل ہو گیا۔

برادران یوسف علیہ السلام دربار یوسفی میں

تفسیر "مواہب علمیہ" میں ہے کہ جب قحط کا اثر کنعان میں پہنچا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد قحط کی وجہ سے پریشان ہوئی تو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ شہر مصر کا بادشاہ قحط زدوں اور غریبوں کی غلہ سے امداد کر رہا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی چلے جائیں اور وہاں سے غلہ لے آئیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اجازت فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی بنیامین کو چھوڑ کر بقیہ دس بھائی گیارہ بھائیوں کے گیارہ

اونٹ اون' پنیر' جوتے' چمڑے وغیرہ بار کر کے چلے گئے۔ جس وقت یہ لوگ مصر میں پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو خبر ملی کہ کنعان سے ایک قافلہ غلہ کی خریداری کے لئے آیا ہے تو اس کو اپنے پاس بلایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا۔ مگر وہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تم لوگ کون ہو ؟ مجھے تو تم لوگ جاسوس معلوم ہوتے ہو۔

ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارے والد کے بارہ لڑکے ہیں۔ ان میں سے ایک کو تو عہد طفلی میں بھیڑیا کھا گیا تھا۔ ایک بھائی انہوں نے اپنے پاس روک لیا ہے۔ ہم دس بھائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر اپنے بھائیوں پر پڑی تو ان کو سخت غصہ آیا اور ان کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو وحی آئی کہ ان لوگوں نے تیرے ساتھ بدسلوکی کی۔ اگر تو بھی ان کے ساتھ بدی سے پیش آئے گا تو پھر تجھ میں اور ان میں کیا فرق رہے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا تمہیں یہاں کوئی شخص شناخت کر سکتا ہے ؟

ان لوگوں نے جواب دیا۔ مصر میں ہماری جان پہچان کا کوئی آدمی نہیں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ تم میں سے ایک یہاں رہ جائے باقی کنعان واپس جا کر اپنے باقی ماندہ بھائی کو واپس لے آؤ۔ قرعہ ڈالا گیا۔ شمعون کا نام بر آمد ہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے شمعون کو روک لیا اور باقی نو کے متعلق

حکم دیا کہ ان کے لائے ہوئے سامان کے بدلے ایک ایک شتربار گندم دے دیا جائے اور ان کا سامان بھی واپس کر دیا جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو معلوم تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس اس سامان کے علاوہ اور کوئی سامان نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے ان کا سامان واپس کر دیا۔ انہوں نے اس بات کو مناسب نہ سمجھا کہ ان کو سامان خوردنی قیمت لے کر دیا جائے۔ اس کے بعد جب شاہی ملازمین نے اونٹوں پر اناج بار کرنا شروع کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے ایک اور بھائی کا جو کہ ہمارے ساتھ نہیں آیا ہے۔ اونٹ بھی حاضر ہے اس کا حصہ کا اناج بھی دو۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہاں جتنے آدمی موجود ہیں ان کی تعداد کے مطابق غلہ دے رہا ہوں۔ اونٹوں کی تعداد کے برابر نہیں دوں گا۔

ان لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے حد منت اور خوشامد کی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اب کی بار تم اس بھائی کو بھی لیتے آنا۔ میں اسے بھی اناج دوں گا اور اگر نہ لائے تو پھر تم کو بھی نہ ملے گا۔

القصہ جب یہ قافلہ کعنان پہنچا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی دریافت کیا۔ تو برادران یوسف نے جواب دیا۔ جی ہاں وہ اب تک زندہ رکھا ہے۔ بھیڑیئے کو کھائے ہوئے بھی اتنے سال گزر گئے پھر ہم کس کے متعلق لوگوں سے دریافت کرتے۔

اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے دریافت کیا کہ بادشاہ مصر تمہارے ساتھ کس طرح پیش آیا؟

برادران یوسف علیہ السلام نے اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ تعریف بیان کی چلتے وقت بادشاہ مصر نے یہ بھی کہا کہ اب کی بار اگر تم گیارہویں بھائی کو لے کر نہ آئے تو تم کو اناج بالکل نہیں ملے گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بات سن کر فرمایا۔ ہو نہ ہو میرا خیال ہے کہ وہ میرا یوسف ہی ہے۔

الغرض برادران یوسف نے اونٹوں پر سے بار اتارا تو وہ اس بات کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کا سامان جوں کا توں موجود تھا۔

برادران یوسف نے کہا۔ ہم نے شاہ مصر کے بارے میں جو کچھ آپ کے سامنے بیان کیا اس میں مبالغہ نہ تھا۔ ہم جو سامان لے کر گئے تھے وہ بھی واپس کر دیا ہے۔ اب آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ بنیامین کو بھی ساتھ لے کر جائیں اور اس بار زیادہ سے زیادہ سامان خوردنی لے کر آئیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا! اسی لئے تو میں کہہ رہا تھا کہ مصر کا بادشاہ یوسف ہی ہے لیکن بنیامین کو میں تمہارے ساتھ نہیں بھیج سکتا۔ ہاں اگر تم سب قسم کھاؤ اور پکا وعدہ کرو کہ تم اس کے ساتھ کوئی مکر و فریب نہیں کرو گے اور اس کو صحیح سلامت واپس لاؤ گے تو دوسری بات ہے۔ مجھے اس بات کا فکر ہے کہ وہ اتنی دور کیوں کر جا سکے گا؟

برادران حضرت یوسف علیہ السلام نے قسم کھا کر کہا۔

ہم بنیامین کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کریں گے اور اس کو کسی قسم کی کوئی بال برابر پریشانی نہیں ہونے دیں گے۔

قسم اور قول و قرار کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو بھی ان کے ساتھ رخصت کر دیا۔ چلتے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے

اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ شہر مصر میں تم سب ایک دروازے سے داخل نہ ہونا۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کی نظر بد لگ جائے اور جو سامان تم یہاں سے لے کر گئے تھے اور وہ تمہارے اونٹوں پر واپس آگیا تھا واپس لے کر جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ غلطی سے واپس آگیا ہو۔ ایسی حالت میں اس مال میں کسی قسم کا تصرف تمہارے لئے روا نہیں۔

الغرض برادران یوسف شہر مصر میں مختلف دروازوں سے داخل ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی نظریں بنیامین کے انتظار میں لگی ہوئی تھی۔ جیسے ہی حضرت یوسف علیہ السلام کو اطلاع ملی کہ کنعان کے گیارہ آدمی آئے ہیں۔ تو وہ اپنے بھائی بنیامین کی آمد پر بہت خوش ہوئے اور حکم دیا کہ ان گیارہ آدمیوں کے اونٹوں پر غلہ فوراً بار کر دیا جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام تخت شاہی پر جلوس آراء تھے۔ یہ گیارہ بھائی ان کے سامنے پیش ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر ان لوگوں سے پوچھا۔

تم کون لوگ ہو اور کہاں سے آئے ہو؟

عرض کیا گیا کہ ہم کنعان سے آئے ہیں۔ آپ نے حکم دیا تھا کہ اب کی بار اپنے بھائی کو بھی لانا۔ چنانچہ والد صاحب سے عہد و پیمان کر کے ہم اس کو لے آئے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے وہ سامان جو ان کے ساتھ واپس چلا گیا تھا سامنے لا کر رکھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمیں اس سامان کی کوئی حاجت نہیں۔ اپنے کام میں لے آؤ۔

برادران یوسف علیہ السلام شاہی دسترخوان پر

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سب کنعانیوں کو بٹھا لیا اور حکم دیا کہ ان مہمانوں کے واسطے کھانا لایا جائے۔ ان گیارہ آدمیوں کے سامنے چھ دسترخوان بچھائے گئے۔ دو دو بھائی ایک ایک دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ بنیامین تنہا رہ گئے وہ رونے لگے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اے کنعانی جوان کیوں روتا ہے ؟

بنیامین نے کہا اے بادشاہ آپ نے حکم دیا کہ ایک ایک دسترخوان پر دو سگے بھائی بیٹھ جائیں۔ میرے اور بھائی تو بیٹھ گئے۔ میرا کوئی حقیقی بھائی ہوتا تو میرے ساتھ بیٹھتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا تو میرے پاس آ کر بیٹھ جا۔ میں نے آج سے تجھے اپنا بھائی بنا لیا ہے۔ بنیامین کے سامنے سے دسترخوان اٹھا لیا گیا اور بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کے دسترخوان پر جا کر بیٹھ گیا۔

بنیامین کا یوسف علیہ السلام سے عشق

بنیامین جو کپڑا پہنے ہوئے تھا اس پر جگہ جگہ یوسف لکھا ہوا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے پوچھا تم نے یہ کس کا نام اور کیوں لکھ رکھا ہے ؟

بنیامین نے جواب دیا کہ میرے حقیقی بھائی کا نام یوسف تھا۔ اس کی یادگار کے طور پر نام لکھ رکھا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جونہی اپنا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھایا بنیامن اس کو دیکھتے ہی رو پڑا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا۔ رونے کا سبب کیا ہے ؟
بنیامین نے کہا یہ ہاتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ کے بالکل مشابہ ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے دریافت کیا۔ تمہارا بھائی یوسف کہاں چلا گیا۔
بنیامین نے کہا اسے بھیڑیا کھا گیا۔
میرے باپ کا اس غم سے حال برا حال ہو گیا۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا تم نے اسے بھیڑیئے کو کھاتے دیکھا ہے؟
بنیامین نے کہا، میں نے تو نہیں دیکھا۔ البتہ اپنے بھائیوں کی زبانی سنا تھا۔

برادران یوسف علیہ السلام پر اتمام حجت

حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے بھائیوں سے بلا کر پوچھا کہ کیا واقعی تمہارے بھائی کو بھیڑیا کھا گیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں۔

یہ واقعہ ہماری آنکھوں کے سامنے کا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ اگر اونٹ سامان کا بار لے کر بھاگ پڑے تو وہ بھاگ کر اس اونٹ کو پکڑ لائے۔ برادران بنیامین نے کہا ہاں۔ ہم میں شمعون ایسا ہی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا جب اتنے طاقتور ہو اور بہادر ہو تو یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ تمہاری موجودگی میں بھیڑیا تمہارے بھائی کو اٹھا کر

لے جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم میں ایسے طاقتور جوان بھی ہیں جو بڑے سے بڑے درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ ان لوگوں نے روئیل کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا جس کے بھائی ایسے بہادر ہوں ان کے سامنے بھیڑیئے کی کیا مجال' کہ اس کو بھیڑیا اٹھا کر لے جائے۔

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم میں ایسا جوان بھی ہے کہ شہر کے دروازے پر کھڑا ہو کر نعرہ لگائے تو شہر کی تمام حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں۔ ان لوگوں نے یہودا کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کے بھائی ایسے ایسے بہادر ہوں اس کو بھیڑیئے کا اٹھا لے جانا حقیقت کے خلاف ہے' تم سب جھوٹے ہو۔ برادران بنیامین یہ باتیں سن کر نہایت شرمندہ ہوئے اور خاموش بیٹھے رہے۔

بنیامین پر شاہی پیمانہ چرانے کا الزام

القصہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اس گفتگو کے بعد اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر فرمایا۔ میں بنیامین کا بھائی یوسف ہوں۔ برادران یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔

بڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو وہ کہنے لگے یاالٰہی ہم خواب دیکھ رہے ہیں یا حقیقت ہے۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے

کنوئیں میں گرنے اور اس کے بعد کے حالات بیان کئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین سے فرمایا کہ میرا جی نہیں چاہتا کہ تم مجھ سے جدا ہو۔ لیکن خیال یہ ہے کہ اگر میں نے تمہیں روک لیا تو والد صاحب کا غم اور صدمہ سے اور بھی برا حال ہو جائے گا۔ اگر تمہاری رائے ہو تو کسی حیلہ بہانے سے تمہیں روک لوں۔ اور دیکھو یہ بات کسی پر ظاہر نہ ہو۔ صرف اپنے ہی تک محدود رکھنا۔

بنیامین نے کہا کہ بہت اچھا۔ جیسی آپ کی رائے ہو' میں تیار ہوں۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان کنعانیوں کے اونٹوں پر غلہ بار کر دیا جائے اور خفیہ طور پر حکم صادر کیا کہ بنیامین کے بار میں گیہو ناپنے کا پیانہ چھپا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔

ابھی یہ لوگ شاید ایک منزل ہی مسافت طے کر پائے ہوں گے پیچھے سے شاہی سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے پہنچے اور ان کو روک کر کہا کہ تم لوگ چور ہو۔ سامان کی تلاشی دو' گیہو ناپنے کا پیانہ گم ہے جو شخص اس پیانہ کی نشاندہی کرے گا۔ اس کو ایک بار شتر غلہ انعام میں ملے گا۔

برادران یوسف نے صفائی پیش کی۔ مگر وہ نہ مانے اور کہنے لگے کہ اگر تمہارے سامان میں سے پیانہ برآمد ہو گیا تو اس کو کیا سزا ملنی چاہئے۔

برادران یوسف نے جواب دیا کہ ہماری شریعت میں چور کی یہ سزا مقرر ہے کہ چوری کرنے والوں کو مال کے مالک کا غلام مقرر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ شاہی سواروں نے تمام اونٹوں کے بار اتروا کر تلاشی لینی شروع کر دی۔

بنیامین کے سامان میں سے وہ پیمانہ برآمد ہو گیا۔ شاہی سواروں نے بنیامین کو گرفتار کر لیا۔ بنیامین کے ساتھ اس کے بھائی بھی مصر واپس ہوئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تم تو کہتے ہو کہ ہم پیغمبر کی اولاد ہیں۔ یہ غیر قانونی حرکت کیوں؟

برادران یوسف علیہ السلام نے بنیامین پر لعن طعن شروع کر دی اور کہا کہ اگر بنیامین نے چوری کی ہے تو کیا تعجب کی بات ہے کیونکہ اس کا بھائی بھی تو چور تھا۔

اس چوری کے واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی خالہ یا باپ کے گھر سے ایک مرغی یا روٹی بلا اجازت کے کسی سائل کو دے دی تھی۔ اس واقعہ کی طرف برادران یوسف کا اشارہ تھا۔ یہ بات سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کو غصہ آگیا اور بنیامین کو پولیس کے سپرد کر کے دوسرے بھائیوں سے کہا کہ تم اسی وقت یہاں سے نکل جاؤ۔ برادران یوسف میں سے ایک بھائی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارا باپ بوڑھا، ضعیف اور نابینا ہے، اگر بنیامین ہمارے ساتھ واپس نہ گیا تو والد کا یہ گمان صحیح ثابت ہو جائے گا کہ ہم یوسف اور بنیامین کی ہلاکت کے درپے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

معاذاللہ میں تو کسی کو بے خطا غلام بنانا نہیں چاہتا۔ بنیامین کے سامان میں سے چونکہ مال مسروقہ برآمد ہوا ہے اس لئے میں مجبور ہوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ میں بنیامین کو چھوڑ دوں اور اس کے بدلہ کسی اور بے خطا کو سزا دوں۔ بنیامین کی رہائی سے مایوس ہو کر روئیل نے یہودا سے کہا تمہیں یاد ہے کہ باپ سے کیا عہد و پیمان کر کے آئے تھے۔ اس سے پہلے حضرت یوسف

علیہ السلام کے معاملہ میں ہم سے کوتاہی سرزد ہو چکی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ میں یہیں رک جاتا ہوں۔ تم سب لوگ چلے جاؤ اور والد صاحب سے ہمارا واقعہ بیان کر دو۔

اس کے بعد یہ نو بھائی کنعان واپس آگئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے حالات بیان کئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بادشاہ مصر کو کیا معلوم تھا کہ چوری کی سزا غلامی ہے۔ چونکہ چور کی سزا زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ چور سے مال مسروقہ کی قیمت کا دوگنا تاوان وصول کر لیا جائے۔ اچھا جہاں میں نے یوسف کا صبر کر لیا ہے وہاں بنیامین کا بھی صبر کر لوں گا۔

اس حادثہ سے بیشتر حضرت یعقوب علیہ السلام نابینا ہو ہی چکے تھے۔ بنیامین کے واقعہ کے بعد ان کی کمر اور بھی خم ہو گئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس موقع پر حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا اگر تم خدا کے سامنے روتے تو وہ تمہارے لئے فائدہ مند تھا۔ دوسروں کے سامنے رونے دھونے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف سے عشق

روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے اس درجہ عشق تھا کہ پچیس سال تک یہ حالت رہی کہ ان کی زبان پر ہر وقت حضرت یوسف علیہ السلام کا نام رہتا تھا۔ ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیغام الٰہی سنایا تم کب تک حضرت یوسف علیہ السلام کو یاد کرتے رہو گے۔ اگر اس کے بعد تمہاری زبان پر حضرت یوسف علیہ السلام کا نام آیا تو

تمہارا نام دفتر نبوت سے خارج کر دیا جائے گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی غمناک حالت دیکھ کر ایک روز برادران یوسف علیہ السلام نے کہا آخر آپ کب تک حضرت یوسف علیہ السلام کو یاد کر کے روتے رہیں گے۔ اگر غم و اندوہ اور گریہ و زاری کا یہی عالم رہا تو ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ مر نہ جائیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں اپنے رنج و غم کی شکایت خدا کے سامنے پیش کرتا ہوں' کسی اور کے سامنے نہیں۔ اسی وقت وحی آئی' اے یعقوب! قسم ہے میری عزت و جلال کی کہ اس نالہ و زاری کے بدلے حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو زندہ سلامت تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے فرمایا جو باتیں میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

حضرت جبرئیل امین سے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق تحقیقات

روایت ہے کہ ایک روز حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا ذرا ملک الموت سے دریافت کرنا کہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی روح قبض کی ہے یا نہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ملک الموت سے دریافت کر کے جواب دیا نہیں۔

تفسیر " بحرالمواج " میں ہے کہ ایک روز حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا اور اس سے پوچھا۔

تو نے یوسف علیہ السلام کی روح قبض کی ہے یا نہیں؟

انہوں نے جواب دیا نہیں اور کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی

بازیابی کے لئے کوشش کرو اسی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے برادران یوسف سے کہا تھا۔ یوسف کو تلاش کرو' خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا خط عزیز مصر کے نام

روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے عزیز مصر کے نام اس مضمون کا ایک خط تحریر کیا ہے۔

یہ خط حضرت یعقوب علیہ السلام' اسرائیل اللہ بن حضرت اسحاق علیہ السلام بن ابراہیم خلیل اللہ کی طرف سے عزیز مصر کے نام ہے۔

" امابعد ! میں اس گھرانے کا ایک فرد ہوں جہاں بلا اور مصیبتوں نے میرے دادا خلیل اللہ ابراہیم کے ہاتھ پاؤں باندھ کر آتش نمرود میں ڈالا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے نجات عطا فرمائی اور میرے باپ نے اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا فدیہ بھیجا۔ میرا ایک لڑکا جو مجھے بہت محبوب تھا۔ میرے دوسرے لڑکے اس کو جنگل میں لے گئے اور اس کا پیراہن خون آلود کر کے مجھے دکھا کر کہا کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ میری آنکھیں اس کے فراق میں روتی رہی اور سفید ہو گئیں۔ اس لڑکے کا ایک حقیقی بھائی تھا اس کو دیکھ کر میرے دل کو تسلی ہو جاتی تھی۔ تو نے اسے چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے۔ ہم ایسے خاندان سے تعلق نہیں رکھتے جو چوری کرتے ہوں پس تو نے اگر میرے لڑکے کو رہا کر کے واپس کر دیا تو بہتر ہے' ورنہ تیرے لئے ایسی دعا کروں گا کہ سات پشت تک اس کا اثر رہے گا۔

یہ خط لکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو دے دیا اور مصر روانہ کر دیا۔ مصر پہنچ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے لڑکوں نے باپ کا

خط عزیز مصر کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام اندرون نقاب اس خط کو پڑھ کر زار زار رونے لگے اور اسی وقت حسب ذیل جواب لکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے لڑکوں کے حوالے کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

حضرت یوسف کا خط حضرت یعقوب علیہ السلام کے نام

یعقوب اسرائیل بن اسحاق بن خلیل اللہ کے نام عزیز مصر کی طرف سے۔

آپ کا خط ملا۔ آپ کے آباء کی محنت اور اولاد امجاد کے فراق میں آپ کے ابتلاء سے واقف ہوا۔ آپ کو صبر سے کام لینا چاہئے۔ جو شخص صبر کرتا ہے اس کو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

اس خط کا مضمون سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس خط کے مضمون سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ خط یوسف ہی کا ہے۔ اس انداز کی تحریر بادشاہوں کی نہیں ہوتی۔ اس تحریر کا انداز پیغمبرانہ ہے۔ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو خط لکھا کہ تم مصر ہی میں رہو۔ شاید عزیز مصر میرے بیٹے کو واپس کر دے۔ غلہ عنایت کرے' قحط اور تنگی کی وجہ سے حالت خراب ہے۔

اس خط کو پڑھ کر فرزندان یعقوب علیہ السلام جمع ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے۔ عرض کیا کہ ہمارے باپ نے یہ بضاعت بے قدر آپ کی خدمت میں بھیجی ہے۔ قبول فرما کر اس کی مقدار برابر غلہ عطا فرمایا جائے اور ہمارے بھائی کو بھی صدقہ کے طور پر ہمیں واپس کر دیا جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ تم نے جو کچھ یوسف اور اس کے ساتھ کیا وہ نہایت ہی افسوس ناک ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا بے پناہ رحم و کرم

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیا بھائی چلا اٹھے تم تو یوسف معلوم ہوتے ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہاں میں یوسف ہی ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے چاہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پیر پکڑ لیں۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام تخت سے اتر کر خود ہی اپنے بھائیوں سے بغلگیر ہوئے۔ بھائیوں نے نہایت عاجزی سے اپنی خطا پر پشیمانی کا اظہار کرتے ہوئے معافی کی درخواست کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

آج کے دن تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ اب تم کبھی ایسی بات منہ پر نہ لانا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا۔

اس عام معافی کی بعد برادران یوسف علیہ السلام شاہی دسترخوان پر کھانا کھانے لگے۔ برادران یوسف نے کہا۔ آپ نے ہم پر وہ بے حد رعایت احسانات کئے ہیں کہ جن کے بارے میں ہماری گردن خم ہے۔ ہمیں بے حد شرمندگی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگوں نے میرے پاس آکر خود احسان عظیم کیا ہے۔

میں اگرچہ مصر کا بادشاہ ہوں اور تمام مصر والے میرے غلام ہیں مگر ان ہی لوگوں نے مجھے غلامی کی حالت میں بیس درہم میں خریدا تھا۔ تمہارے آنے

سے میرے نسب کی شرافت اہل مصر پر واضح ہو گئی۔ آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے والد ماجد کے دیدار سے بھی شرف اندوز فرمائے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی ملاقات اور فراق کا خاتمہ

" بحرالمواج " میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام سے ۸۰ سال جدا رہے تھے۔ اس عرصہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں سے روتے روتے آنسو خشک ہو گئے تھے' آنکھ جاتی رہی تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کا خون بھرا پیراہن منہ پر ڈال کر رویا کرتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اوپر وحی آئی کہ

" پیراہن خلیل جو جبرئیل علیہ السلام نے تمہیں کنوئیں میں پہنایا تھا وہ کنعان بھیج دو۔"

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرا پیراہن لے جاؤ اور ابا جان کے سر پر ڈال دو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور تم ابا جان کو ساتھ لے کر چلے آؤ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہودا نے عرض کیا کہ میں ہی خون آلود کرتا ابا جان کے پاس لے گیا تھا۔ یہ پیراہن مجھے دیجئے میں لے جاؤں گا۔ اس سے سابقہ تقصیر کی تلافی ہو جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے پیراہن خلیل یہودا کے حوالے کیا اور بہت سامان و اسباب والد صاحب اور متعلقین کے لئے دیا اور تمام گھر کے لوگوں کے لئے مختلف قسم کے ہدیئے ارسال کئے۔

مصر سے جب برادران یوسف علیہ السلام کا قافلہ روانہ ہو کر صحرا میں

پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے بادصبا کو حکم دیا کہ پیراہن یوسف کی خوشبو فوراً حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچا دے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام لوگوں کی جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے فرمانے لگے مجھے پیراہن یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ لیکن آپ سمجھیں گے کہ میں نقصان عقل کی وجہ سے ایسی باتیں کر رہا ہوں۔

لوگوں نے کہا آپ تو ۸۰ سال سے حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کی توقع رکھتے ہیں۔ کیا خبر یوسف مل جائے۔

کنعان پہنچ کر یہودا نے حضرت یوسف علیہ السلام کا پیراہن حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالا تو اسی وقت آپ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

" قصص الانبیاء " میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہودا سے پہلے اپنے ایک اور بھائی کو جو پانچ فرسخ روز چلا کرتا تھا روانہ کر دیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو بشارت دو کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر کا بادشاہ ہے۔ بنیامین ان کے پاس خیریت سے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنا پیراہن بھیج رہا ہے۔ آنکھوں سے ملنا روشنی آجائے گی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا کہ یوسف کس دین ملت پر ہے۔
لڑکے نے جواب دیا اسلام پر اور اپنے آبائے کرام کے دین پر۔
یہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام اور اہل کنعان کو بہت خوشی ہوئی۔
تھوڑی ہی دیر میں یہودا پہنچ گیا۔ یہودا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر پیراہن ملا تو فوراً آنکھوں کی روشنی واپس آگئی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ

جن باتوں کو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

برادران یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاؤں میں گر کر عرض گزار ہوئے کہ ہم سراسر خطاوار ہیں۔ آپ اللہ تعالٰی سے دعا فرمائیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا مصر میں استقبال

تفسیر "معالم التنزیل" میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کنبہ کا قافلہ جس میں ۷۰ نفوس تھے مصر کے قریب پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السلام سابق بادشاہ مصر، ارکان و اعیان مصر کے ہمراہ ایک لاکھ چالیس ہزار فوج کو ہمراہ لے کر والد محترم صاحب کے استقبال کے لئے مصر سے باہر تشریف لائے۔ جس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب پہنچے تو آپ نے ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر فوج کی سلامی لی۔

فوج زرق برق لباس سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ جسے دیکھ کر آپ تعجب کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ کو اس فوج کی زیبائش و آرائش سے تعجب ہو رہا ہے ذرا آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو زمین سے لے کر آسمان تک ہر چیز آپ کے استقبال کے لئے آراستہ ہے۔

سلامی کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام ایک مرصع عماری میں بیٹھے نظر آئے۔ اردگرد حکماء و عمائدین کی صفیں مارچ کر رہیں تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر جونہی حضرت یعقوب علیہ السلام پر پڑی عماری سے اتر کر سلام کرنا چاہا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا تم عماری میں بیٹھے رہو وہ خود تمہیں سلام کریں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام

اونٹ سے اتر کر پیدل چلنے لگے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر سلام کیا۔ دونوں باپ بیٹے بغلگیر ہو کر رونے لگے۔

"معالم التنزیل" میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے بغلگیر ہو کر بے ہوش ہو گئے۔ پانچ گھنٹہ کے بعد ہوش آیا۔ اس وقت ملاء اعلیٰ کے فرشتے عاشق معشوق کے ملاپ کا نظارہ کر رہے تھے۔ آپس میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ستر فرشتوں کے ہمراہ باپ بیٹوں کے سروں پر سے زر و جواہر نثار کر رہے تھے اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے تھے کہ خداوند جتنی محبت اور عشق حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہے ایسی محبت کسی کو کسی کے ساتھ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوا۔ مجھے اس سے ستر گناہ زیادہ محبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی سے ہے۔

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جب آپ کو معلوم تھا کہ قیامت کے دن ملاقات ضرور ہو گی تو پھر اس قدر رونے کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔

مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کوئی اور دین اختیار کر کے قیامت کے دن مجھ سے ملو۔

القصہ شاہی مہمانوں کا یہ قافلہ شہر میں داخل ہو کر محل شاہی میں پہنچا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد محترم کو تخت پر بٹھایا اور تمام برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدۂ تعظیم کیا۔ حضرت یوسف

علیہ السلام نے فرمایا کہ بچپن میں جو خواب میں نے دیکھا تھا جس پر حسد کرتے ہوئے بھائیوں نے مجھے کنوئیں میں دھکا دے دیا تھا۔ اس خواب کی تعبیر آج پوری ہو گئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام غلام آزاد کر دیئے

" معارج النبوۃ " میں ہے کہ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کی جامع مسجد میں منبر پر تشریف لا کر خطبہ پڑھا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد اہل مصر سے دریافت کیا۔

بتاؤ تم سب کون ہو ؟

عرض کیا گیا کہ ہم سب آپ کے غلام ہیں ؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

یہ خدا کے برگزیدہ نبی ہیں اور میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کا نور ہوں اور یہ سب میرے بھائی بیٹھے ہیں۔

جاؤ ! آج میں نے تم سب کو اپنے بوڑھے باپ کے طفیل غلامی سے آزاد کیا۔ جامع مسجد یوسف زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔

تم نے اتنے عرصہ تک خط کیوں نہیں لکھا؟

" تفسیر مدارک " میں ہے کہ ایک روز حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کو مصر کے خزانوں کی سیر کرا رہے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کاغذ کا اسٹاک دیکھ کر فرمایا۔

" بیٹے جب تیرے پاس کاغذ کا اتنا اسٹاک تھا تو تو نے مجھے خط کیوں نہیں لکھا۔ آٹھ دن میں نہیں تو کم ازکم مہینہ میں ایک خط لکھنا تو مشکل نہ

تھا۔"

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے ایسا ہی کہا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا' اچھا جبرئیل علیہ السلام سے اس کا سبب دریافت کرنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا' آپ ہی دریافت فرما لیجئے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ تم نے یوسف کو خط لکھنے سے کیوں منع کر دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ خدا کا حکم ایسا ہی تھا۔

جس وقت برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے چلنے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں حضرت یوسف کو تمہارے ساتھ نہیں بھیج سکتا۔ ڈر ہے کہ اسے بھیڑیا نہ اٹھا لے جائے۔ تمہیں بھیڑیئے کا خوف تو اس قدر ہوا مگر خدا کا خوف دل میں نہ آیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات

روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کے بعد بیس سال زندہ رہے۔ اس کے بعد دارالبقاء کو رحلت فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے وصیت کے مطابق آپ کو بیت المقدس میں حضرت اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں سپرد خاک کیا۔

جس روز حضرت یعقوب علیہ السلام کا انتقال ہوا اسی روز ان کے جوڑواں بھائی عیص کا بھی انتقال ہو گیا چنانچہ دونوں بھائی ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے دونوں بھائیوں کی عمر بوقت انتقال ۱۷۴ سال تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا وصال

حضرت یعقوب علیہ السلام کو شام میں دفن کرنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام مصر واپس تشریف لے آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ کے وصال کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے۔ مرنے سے تین روز پہلے حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو خواب میں دیکھا وہ فرما رہے ہیں۔

" ہم تجھ سے ملاقات کے شائق ہیں' تین روز کے اندر اندر ہمارے پاس واپس آجاؤ۔"

خواب سے بیدار ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو وصیت کی اور یہودا کو اپنا ولی عہد قرار دے کر اپنے دونوں لڑکے ان کے سپرد کر دیئے۔ وفات سے کچھ دیر پہلے آپ گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے رکاب میں ایک پیر رکھ پائے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سامنے آئے ان کے ہاتھ میں سیب کا ایک دانہ تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وہ سیب آپ کی ناک کے سامنے کر دیا اسی وقت روح مبارک جسد عنصری سے خارج ہو کر واصل بحق ہو گئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے مدفن پر اہالیان مصر کا نزاع

حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کے بعد اہالیان مصر میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ آپ کو کس جگہ دفن کیا جائے۔ اختلاف نے جھگڑے کی صورت اختیار کر لی۔ تلواریں میان سے نکل پڑیں آخرکار یہ قرار پایا کہ حضرت کے جسد مبارک کو سنگ مرمر کے تابوت میں بند کر کے دریائے نیل میں دفن کر دیا

جائے تاکہ آپ کے فیوض و برکات سے ہر شخص مساوی طور پر مستفیض و مستفید ہو سکے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اس واقعہ کے چار سو سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کا تابوت دریا سے نکال کر شام میں دفن کر دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر بوقت وصال "بستان" کی روایت کے مطابق ۱۱۰ سال تھی۔ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علی جمیع الانبیاء والمرسلین۔

حضرت ایوب (صابر) علیہ السلام

حسب نسب اور بعثت

"انوار التنزیل" میں سورۂ ص کی تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام عیص بن اسحاق کے صاحبزادے تھے اور آپ کی والدہ محترمہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ والدہ کے انتقال کے بعد حق تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی تھی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کثیرالاولاد اور بڑے مالدار تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے سات لڑکے اور تین لڑکیاں تھی۔ تین ہزار اونٹ' سات ہزار بکریاں اور پانچ سو جوڑے گائے کے اور پانچ سو غلام آپ کی ملکیت تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نہایت غریب نواز اور فقیروں کے ازحد ہمدرد تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس وقت تک کھانا نہ کھاتے تھے جب تک دس فقیر آپ کے دسترخوان پر نہ بیٹھتے تھے اور کوئی کپڑا زیب تن نہ فرماتے تھے جب تک دس ننگوں کو لباس نہ پہناتے تھے۔ خیر خیرات کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا

تھا۔ شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

ابتلاء کے اسباب

اس بارے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ تفسیر "کشاف و انوار التنزیل" میں ہے کہ کسی مصیبت زدہ مظلوم نے حضرت ایوب علیہ السلام سے امداد کی درخواست کی تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اسے ٹال دیا۔ مظلوم کی امداد نہ کرنے کی سزا کے طور پر آپ کو اس مصیبت میں مبتلا کیا گیا۔

"مواہب علمیہ" میں ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے ابتلاء کا سبب ابلیس علیہ اللعنتہ کا حسد تھا۔ ابلیس نے جب ملاء اعلیٰ میں فرشتوں کی زبانی ایوب علیہ السلام کی عبادت کی تعریف سنی تو کہنے لگا۔

ایوب کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار مال و دولت عطا فرمایا ہے اس لئے وہ ان نعمتوں کے شکر کے طور پر عبادت کرتے ہیں۔ اگر ان سے یہ نعمتیں واپس لے لی جائیں تو وہ کبھی بھی اتنی عبادت نہیں کر سکتے۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے مال و دولت پر اسے کلی اختیارات عطا فرمائے جائیں۔

اللہ تعالیٰ کو یہ دکھانا منظور تھا کہ حضرت ایوب علیہ السلام واقعی عبادت گزار بندے ہیں اور مال و دولت کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اس لئے ابلیس کو حضرت ایوب علیہ السلام کے مال و دولت پر کلی اختیارات عطا فرمائے۔

بعض مفسرین نے قول متذکرہ بالا کو فرشتوں کی طرف منسوب کیا ہے۔
بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام ایک روز کہیں چلے جا

رہے تھے راستہ میں ان کی نظر ایک ایسے مریض پر پڑی جو نہایت ہی کریہہ مرض میں مبتلا تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اسے اس مرض میں دیکھ کر فرمایا۔ یہ شخص واقعی اس مرض کا سزاوار تھا یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناگوار گذری اور حضرت ایوب علیہ السلام کو مصیبت میں مبتلا کر دیا۔

ابتلاء کی نوعیت

" مواہب علمیہ " میں سورۂ انبیاء کی تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے اونٹ بجلی گر پڑنے سے سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ بکریاں سیلاب میں بہہ گئیں۔ زراعت اور باغات آتشیں ہوا سے تباہ ہو گئے۔ اور سات لڑکے اور تین لڑکیاں دیوار کے نیچے دب کر رہ گئیں اور گھر کا سامان اور تمام گائیں آگ سے جل گئیں۔ اوپر سے مکان گر پڑا۔ حضرت ایوب علیہ السلام چونکہ ہر وقت نماز میں مشغول رہتے تھے۔ ان حادثات کی جوں جوں انہیں اطلاع ملتی رہی یہی فرماتے رہے کہ میں کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ کی چیز تھی اللہ تعالیٰ نے واپس لے لی اور صبر و شکر کے ساتھ عبادت میں لگے رہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام محراب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ یکایک پیر میں درد اٹھا ورم آگیا اور تھوڑی ہی دیر میں زخم کی صورت اختیار کر لی۔ تمام بدن میں زخم ہو گئے۔ کچھ دن بعد کیڑے پڑ گئے۔ گھر والے ان سے نفرت کرنے لگے۔ چار بیویوں میں سے تین نے اسی وقت جدائی اختیار کر لی۔ صرف ایک بیوی رحمت نے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں آپ سے جدائی گوارا نہ کی اور کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عیش کے دن تو آپ کے ساتھ گزاروں اور مصیبت کے دنوں میں آپ کا ساتھ چھوڑ دوں' یہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑ جانے سے تعفن پیدا ہو گیا۔ گاؤں والوں نے کہا کہ تم اس گاؤں سے چلے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری بیماری دوسروں میں سرایت کر جائے اس کے بعد نہایت سختی سے ان کو مکان سے نکال دیا۔ کسی بھی قریبی عزیز نے چوں تک نہ کی۔ صرف دو شاگرد روتے پیٹتے دوسرے گاؤں میں اٹھا کر لے گئے۔ چند روز اس گاؤں کے لوگوں نے بھی حضرت ایوب علیہ السلام کو نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اسی طرح آپ یکے بعد دیگر گاؤں میں پھرتے رہے اور کسی جگہ بھی وہاں کے لوگوں نے آپ کو پڑا نہ رہنے دیا۔ ان دونوں شاگردوں نے جنگل میں لکڑی کی ایک جھونپڑی بنا کر زمین ملائم کر کے لٹا دیا اور یہ دونوں شاگرد بھی اپنے استاد کو جنگل میں ڈال کر رخصت ہو گئے۔ اب آپ کا سوائے ان کی بی بی رحمت کے کوئی غمگسار اور غمخوار نہ تھا۔

ذوق طاعت

اتنی بڑی مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد آپ ہی کا عزم و استقلال تھا کہ ایسی مصیبت میں بھی آپ اطاعت و عبادت سے غافل نہ رہے۔ ایسی حالت میں اگرچہ وہ نماز پڑھنے کے قابل نہ رہے تھے اٹھنا بیٹھنا دشوار تھا۔ پھر بھی آپ کی زبان مبارک ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رہتی تھی۔

مدت ابتلاء

تفسیر " معالم التنزیل " میں ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا یہ دور ابتلاء تین سال یا سات سال سات ماہ اور سات روز کا تھا۔ تفسیر " مدارک " میں تیرہ یا اٹھارہ سال مذکور ہیں۔

رضا بقضاء

کتب تفسیر میں ہے کہ ایک روز بی بی رحمت نے حضرت ایوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ خدا کے نبی ہیں' خدا سے دعا کریں کہ وہ اس بلا سے عافیت عطا فرمائے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا کہ ہم نے عیش و آسودگی کے کتنے سال گزارے ہیں ؟ بی بی رحمت نے کہا اسی سال ! حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی سال آرام و آسودگی اٹھانے کے بعد اس چند روزہ بلا سے عافیت کی درخواست کرتے شرم آتی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی اللہ سے فریاد

" مواہب علیہ " میں ہے کہ ایک روز حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین " الہٰی میں سخت تکلیف میں مبتلا ہوں اور تو ہی ارحم الراحمین ہے۔"

ابلیس علیہ اللعنۃ نے حضرت ایوب علیہ السلام سے عرض کیا ! اگر تم مجھے سجدہ کر لو تو تمہیں اسی وقت اس بلا سے نجات مل جائے۔ شیطان کی اس بات کا حضرت ایوب علیہ السلام کے دل پر سخت ملال گزرا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ بی بی رحمت آس پاس کے دیہات میں گھوم پھر کر محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے مریض شوہر کا پیٹ بھرا کرتی تھی۔ ایک گاؤں میں ایک کافر عورت بی بی رحمت سے کام کاج کروا کر روٹی پانی دے دیا کرتی تھی۔ کئی روز سے فاقہ تھا۔ بی بی رحمت اس کافر عورت کے پاس جا کر کہنے لگی کہ آپ کے پاس کچھ

کام ہو تو دے دیجئے۔ میرا مریض شوہر کئی روز سے بھوکا ہے۔ اس عورت نے اول تو انکار کر دیا۔

"مگر چونکہ وہ آپ کی خوبصورت زلفوں پر عاشق تھی کہنے لگی اگر تو مجھے اپنی ایک زلف کاٹ کر دے دے تو میں تجھے روٹی دے سکتی ہوں۔"

بی بی رحمت نے ایک زلف کاٹ کر دے دی اور اس کے بدلے میں روٹی لے کر چلی آئیں۔

ابلیس نے بی بی رحمت کے آنے سے پہلے ہی حضرت ایوب علیہ السلام سے جا کر کہا۔ لو اب تمہاری بی بی بدکاری بھی کرنے لگی ہے۔ کچھ بدمعاشوں نے پکڑ کر زلف بھی کاٹ لی ہے۔ یہ سن کر حضرت ایوب علیہ السلام بہت روئے اور فرمایا کہ ذرا تندرست ہو جاؤں تو سو کوڑے ماروں گا۔

تیسری وجہ فریاد کی یہ تھی کہ ایک روز بی بی رحمت دیہات میں روٹی کے لئے گھوم پھر رہی تھیں۔

شیطان نے پوچھا! بی بی رحمت کیا بات ہے تو کیوں پریشان رہتی ہے؟ تجھ پر کیا افتاد پڑی ہے۔ بی بی رحمت نے شیطان کو سارا حال سنا دیا جو بھی کیفیت تھی۔

شیطان نے کہا۔ میں حکیم ہوں تجھے ایسا نسخہ بتاتا ہوں کہ پیتے ہی مریض کو شفا ہو جائے گی تو اپنے شوہر کو سور کا گوشت کھلا اور شراب پلا کر دیکھ تکلیف کہاں رہتی ہے۔

بی بی رحمت نے یہ واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام کے سامنے ذکر کیا تو حضرت ایوب علیہ السلام یہ واقعہ سن کر بہت غصہ ہوئے اور شیطان مردود کی اس بکواس پر سخت رنج ہوا فرمایا کہ تو نے شیطان سے یہ کیوں نہیں کہہ دیا تھا

کہ جس خدا نے بیماری دی ہے وہی شفا بھی عطا فرمائے گا۔

ابتلاء سے نجات

حضرت ایوب علیہ السلام بستر علالت پر پڑے ہوئے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر دریافت کیا کہ خاموش کیوں ہو ؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ قضائے الٰہی پر صبر کئے لیٹا ہوں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے خزانے میں بلاؤں کی کمی نہیں ہے لیکن اگر مصیبت برداشت کرنے کی طاقت نہیں تو اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کیوں نہیں کرتے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی درخواست کی۔ چنانچہ قبول ہو گئی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا ! ایوب زمین پر پیر مارو۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے پیر مارا چنانچہ گرم پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر دو بارہ کہا زمین پر پیر مارو۔ اس بار ٹھنڈے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا غسل کر کے ٹھنڈا پانی پیو۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق گرم پانی سے غسل کر کے ٹھنڈا پانی پیا تو ان کی تمام ظاہری و باطنی تکالیف اسی وقت دور ہو گئیں اور آپ بھلے چنگے ہو گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کو جنت کی چادر اڑھائی اور آپ ایک قریب کے ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں بی بی رحمت گھوم پھر کر آئی تو وہاں اپنے شوہر کو نہ پا کر پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا بی بی

کسے تلاش کر رہی ہو۔

بی بی رحمت نے کہا۔ میرا مریض شوہر یہاں پر پڑا ہوا تھا نہ معلوم کہاں چلا گیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا تیرے شوہر کا کیا نام تھا اس کی کوئی نشانی ؟

بی بی رحمت نے کہا جس زمانہ میں وہ تندرست تھا بالکل آپ کے مشابہ تھا اور اس کا نام ایوب ہے۔ چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہی ایوب ہوں۔

بی بی رحمت نے حضرت ایوب علیہ السلام کو غور سے دیکھا جب انہیں یقین ہو گیا کہ واقعی آپ ہی ایوب ہیں تو ان کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔

بی بی رحمت نے پوچھا کہ آپ اتنی جلدی میں کیونکر صحت یاب ہو گئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ان سے سارا قصہ بیان کر کے خدا کا شکر ادا کیا۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے آپ گاؤں میں تشریف لے گئے اپنے مکان پر پہنچے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے لڑکے لڑکیوں کا نام لے کر آواز دی۔ حکم الٰہی سے وہ زندہ ہو کر باہر آ گئے۔

اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام چراگاہ میں پہنچے تو وہاں اپنے سب اونٹ اور بکریاں زندہ پائیں اور جن تین بیویوں نے طلاق لے لی تھی وہ بھی گھر میں آ گئیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا جتنا اور جس قسم کا بھی مال و دولت تھا وہ سب کا سب

واپس مل گیا۔ اور اس پر مزید یہ کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے مکان پر تین روز تک سونے کی ٹڈیوں کی بارش ہوتی رہی۔

" معالم التنزیل " میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی کو بھی ازسرنو نوجوان بنا دیا جس کے پیٹ سے ۲۶ لڑکے پیدا ہوئے۔ " معالم التنزیل اور جلالین " میں ہے کہ جو اور گندم کے خرمن گاہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بالترتیب چاندی اور سونے کی بارش ہوتی رہی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی وفات

یوں تو حضرت ایوب علیہ السلام پہلے ہی سے نبی تھے۔ ابتلاء کے بعد آپ کو رسول بنا کر شریعت عطا کی گئی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی تھی کہ صحت یاب ہونے کے بعد اپنی بیوی کو سو کوڑے ماروں گا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ بات اچھی نہیں کہ آپ اپنی بیوی کو زد و کوب کریں۔ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے چھوارے کا ایک خوشہ جس میں ۱۰۰ تیلیاں ہوں اپنی بیوی کے مار دیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام ۷۴ سال زندہ رہے اور ۱۳۵ سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام مدین کے رہنے والے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا سلسلہ نسب دو واسطوں سے مدین بن ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبری عطا فرما کر اہل مدین اور اہل ایکہ کی ہدایت پر

مامور فرمایا۔

مدین شہر کا نام تھا جس کے بانی مدین بن ابراہیم علیہ السلام تھے اور ایکہ جنگل کا نام تھا جس میں آپ کی قوم آباد تھی۔

قوم مدین کے حالات

یہ لوگ کافر تو تھے ہی' پیمائش اور وزن میں بھی خیانت کیا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے سامان تجارت کی خریداری کے باٹ الگ ہی بنا رکھے تھے۔ یہ لوگ جنگل میں سڑکوں اور راستوں پر بیٹھ جاتے تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آنے جانے سے لوگوں کو منع کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام ان کو ان باتوں سے منع کیا کرتے تھے۔ ایمان کی دعوت دیتے تھے۔ عذاب الٰہی سے ڈراتے تھے۔ فرماتے تھے میں خدا کا رسول اور پیغمبر ہوں۔ آپ کے وعظ اور نصیحت سے تھوڑے سے آدمی ایمان لائے اور ان برائیوں سے باز رہے۔

کفار کی ایک بڑی جمعیت حضرت شعیب علیہ السلام کی ہر بات سے انکار کرتی رہی اور ان کو ڈراتے دھمکاتے رہے کہ تمہیں اور مسلمانوں کو ہم شہر سے نکال دیں گے اور تمہیں ذلیل و خوار کریں گے۔ تمہیں طرح طرح کے طریقوں سے ستائیں گے۔ ہماری بات کو مانو یا تو یہ نیا مذہب چھوڑ کر ہمارے مذہب کو اختیار کرو۔ ورنہ ولیس نکالے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

حضرت شعیب علیہ السلام ان لوگوں کی اس قدر دھمکیوں کے باوجود دن بھر وعظ و تبلیغ کرتے اور رات بھر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ کسی بھی قسم کی دھمکی سے مرعوب نہ ہوتے اور اپنے کام میں مصروف رہتے۔

کفار آپ کو نماز پڑھتا دیکھ کر ازراہ تمسخر کہا کرتے۔ اے شعیب! تمہاری نماز ہمیں حکم دیتی ہے کہ ہم بتوں کی پوجا چھوڑ دیں اور اپنے آباؤ اجداد کا مذہب اختیار کر لیں؟ ناپ تول کے اندر کمی کرنا چھوڑ دیں تمہارے وعظ پر عمل کریں۔

حضرت شعیب علیہ السلام فرماتے اس ذلیل دنیا پر مغرور نہ بنو' اپنے دلوں میں غفلت کے بیج نہ بوؤ۔ ایک دن تمہیں تمہاری اس کرنی کا پھل ضرور ملے گا۔ تم نابینا ہو' کنبہ قبیلے والے ہو اور ضعیف و ناتواں ہو' ورنہ ہم تمہیں سنگسار کر دیتے۔

اہل مدین پر عذاب الٰہی کا نزول

القصہ جب حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو نصیحت کرتے کرتے تھک گئے تو بحکم الٰہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ آپ مسلمانوں کو ساتھ لے کر اس شہر سے نکل جائیں۔ اہالیان شہر پر عذاب نازل ہو گا۔

حضرت شعیب علیہ السلام اپنے اہل و عیال اور مسلمانوں کو لے کر راتوں رات شہر سے باہر چلے گئے۔ صبح صادق کے بعد جب اہالیان شہر خواب استراحت میں مصروف تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے آسمان کی طرف جا کر ایسی زور کی چیخ ماری کہ سارے شہر میں زلزلہ آگیا اور آن کی آن میں سب لوگ سوتے کے سوتے رہ گئے۔

اہل ایکہ پر عذاب خداوندی کی مار

حضرت شعیب علیہ السلام اصحاب ایکہ کے کفر و شرک و شقاوت میں

اہل مدین سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے وعظ و نصائح کے باوجود اس قوم کے ایک فرد نے بھی اسلام قبول نہ کیا۔ بدستور کفر پر قائم رہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام ان لوگوں کو نصیحت کرتے تو وہ کہتے۔ تو بھی تو ہم جیسا آدمی ہے۔ تجھے ہم پر کس بات سے فوقیت حاصل ہے۔ کس خصوصیات کی بنا پر دعوئ فضیلت و رسالت کیا کرتے ہو۔ ہم تو تجھے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر تو سچا ہے تو اپنے خدا سے کہہ کر آسمان کا ایک ٹکڑا (جس میں عذاب ہو) ہم پر گرا دے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا ہر بات اور حال سے واقف ہے۔ بت پرستی' کم تولنا اور دوسرے گناہوں کی ایسی سزا تمہیں ملے گی کہ یاد رکھو گے۔ جس وقت خدا کا عذاب آئے گا۔ تمہیں ہوش آنے کی بھی مہلت نہ دے گا۔

الغرض جب اصحاب ایکہ کا انکار اور غرور حد سے متجاوز ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سات روز تک ان کو ایسی سخت گرمی میں مبتلا رکھا کہ کنوئیں اور چشمے کا پانی بھی شدت حرارت سے جوش مارنے لگا۔ لوگوں کے دم گھٹنے لگے۔ اندر کوٹھوں میں پناہ لینی چاہی مگر وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ مجبوراً گھروں کو چھوڑ کر جنگل کا رخ کیا اور درختوں کے سایہ میں پناہ لینے لگے۔ گرمی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کے دماغ پک رہے تھے۔ خون جوش کھا رہا تھا۔ اسی دوران میں کالے رنگ کی گھٹا اٹھی اور ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ یہ لوگ بہت خوش ہوئے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

مبارک ہو اب تو ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ بادل بھی آگیا۔ اتنے میں اس بادل سے ایک آگ نمودار ہوئی اور ان سب کو جلا کر خاکستر کر گئی۔

اہل ایکہ کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کی ہلاکت پر اس قدر روئے کہ آپ کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اسی دوران میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آکر بکریاں چرانے لگے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاجزادی کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد سات سال اور چار ماہ بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے رحلت فرمائی۔ بوقت رحلت حضرت شعیب علیہ السلام کی عمر ۲۵۴ سال تھی۔ آپ کا مزار مبارک مکہ مکرمہ میں صفا مروہ کے درمیان ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون بے عون کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے تھے۔ فرعون کا اصل نام مصعب بن ولید بن ریان تھا۔ فرعون لقب تھا۔ اسی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ خود ستاروں کی پرستش کرتا تھا۔ یہ فرعون اپنی صورت کے بت بنوا کر لوگوں سے ان کی پوجا کرواتا تھا۔ شیطان کو بھی مجبور ہو کر ایک روز یہ بات کہنی پڑی کہ میں تو تھا ہی جیسا تھا مگر یہ تو مجھ سے بھی بازی لے گیا اور خدا بن بیٹھا۔

"قصص الانبیاء" میں ہے کہ خدائی کا دعویٰ کرنے کے بعد فرعون کے بدن میں بدنما عیب پیدا ہو گئے تھے۔ دریائے نیل خشک ہو گیا تھا۔ لوگوں نے فریاد کی کہ آپ خدائی کے دعویدار ہیں' آپ کی خدائی میں مخلوق پر یہ مصیبت ہے اگر آپ خدا ہیں تو دریائے نیل کو جاری کر دیں۔

فرعون تن تنہا آبادی سے دور جنگل میں گیا اور ایک بھاری طوق گلے میں ڈال کر خدا کے سامنے گڑگڑانے لگا۔

" خداوند تو خدائے برحق و بے نیاز ہے' میں باطل پر ہوں۔ میں نے دنیا کو آخرت کے مقابلہ پر اختیار کیا ہے۔ الٰہی مجھے جس چیز کی ضرورت ہے دنیا ہی میں عطا فرما دے۔ مجھے آخرت درکار نہیں۔ دنیا ہی میں سب کچھ عطا فرما دے۔ اسی وقت جبرئیل علیہ السلام ایک فریادی انسان کی شکل میں ظاہر ہوئے۔

فرعون نے پوچھا تو کون ہے ؟

" حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ ایک فریادی ہوں ! مجھے ایک آدمی سے سخت تکلیف ہے۔ میں داد خواہی کے لئے آیا ہوں۔"

ابھی ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ دریائے نیل جاری ہو گیا۔ فرعون کو بہت خوشی ہوئی۔ فرعون نے کہا۔

" اے جوان ! اپنا قصہ مظلومی سنا ؟ "

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔

" جو غلام اپنے آقا کا نافرمان ہو اور آقا اپنے غلام کو ہر قسم کی ناز و نعمت سے نواز دے تو ایسا نافرمان غلام کس سزا کا مستحق ہے ؟ "

فرعون نے جواب دیا۔

" ایسے نافرمان غلام کی سزا یہ ہے کہ اس کو دریائے نیل میں غرق کر دیا جائے۔"

جبرئیل علیہ السلام نے کہا دربار میں آپ تک رسائی تو دشوار ہے۔ اگر آپ یہ فیصلہ مجھے تحریر کر کے دے دیں تو میں اس فیصلہ کو اس کے سامنے حجت کے طور پر پیش کر سکوں گا۔

"فرعون نے کہا میرے پاس قلم دوات نہیں ہے۔"

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قلم و دوات پیش کر دیا۔ لہٰذا فرعون نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو لکھ کر دیا۔

"جو بندہ اپنے آقا کا نافرمان ہو۔ آقا ہر قسم کی ناز و نعمت سے اس کی پرورش کرتا ہو تو اس کی سزا یہ ہے کہ دریائے نیل میں غرق کر دیا جائے۔"

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس وقت فرعون کو غیبی آواز سنائی دی کہ ہم نے دریائے نیل کو تیرے حوالے کر دیا۔ اب آگے تیری مرضی ہے۔ اس کو جاری رکھ یا خشک رکھ۔ اس آواز کو اہالیان مصر نے بھی سنا تھا اور فرعون کی خدائی کے اور زیادہ معتقد ہو گئے۔

کاہنوں کی پیشین گوئی

ایک روز کاہنوں نے فرعون کے متعلق پیشین گوئی کی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے اور وہ بچہ تیری سلطنت کے زوال کا باعث ہو گا۔

وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرعون نے خواب میں دیکھا تھا کہ کسی شخص نے اسے بتایا تھا کہ تیری سلطنت کا زوال بنی اسرائیل کے ایک بچہ کے ہاتھوں ہو گا۔

فرعون کی آنکھ کھلی بہت مغموم اور پریشان تھا۔ ہزار جادوگر ہزار منجم اور کاہنوں کو بلا کر ان کے سامنے خواب بیان کیا تھا۔ چنانچہ سب ماہرین فن اس خواب کی تعبیر سے عاجز رہے۔ عرض کیا ہم چالیس روز کے بعد اس خواب کی تعبیر بتائیں گے۔ ان لوگوں نے گلیم پوش ہو کر جو کی خشک روٹی کھا کر شب

بیداری اور روزہ رکھ کر اپنے دیوتاؤں کی پوجا کی اور ان کے سامنے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔

اس زمانہ میں شیاطین اور جنات کی آسمان پر آمدورفت تھی۔ شیاطین فرشتوں سے آسمانی باتیں سن کر کاہنوں کو بتایا کرتے تھے۔

اسی دوران میں حاملان عرش کو وحی ہوئی کہ ہم بنی اسرائیل میں ایک پیغمبر پیدا کریں گے۔ فرعون کی سلطنت کا زوال اسی کے ہاتھوں ہوگا۔ یہ بچہ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کو جمعہ کی شب میں فلاں ساعت میں صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہو گا۔ یہ بات شیاطین کے کانوں تک پہنچ گئی۔ انہوں نے کاہنوں اور نجومیوں کو بتایا کہ چالیس روز بعد ایسا ایسا ہونے والا ہے۔ ان لوگوں نے فرعون سے حقیقت حال بیان کی۔

چنانچہ فرعون نے کہا کہ کوئی ایسی تدبیر ہونی چاہیے کہ یہ بچہ عالم وجود میں ہی نہ آنے پائے۔ لہٰذا کاہنوں اور نجومیوں نے فرعون سے کہا کہ اس کی تدبیر یہی ہے کہ اس رات بنی اسرائیل کے تمام مردوں کو شہر سے نکال دیا جائے اور عورت کی قربت سے باز رکھا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد بزرگوار عمران فرعون کے خاص الخاص ملازموں میں سے تھے۔ فرعون کو معلوم ہی نہیں تھا کہ عمران بنی اسرائیل میں سے ہے۔ عمران کی بیوی کو جب معلوم ہوا کہ ان کا شوہر شاہی محل میں موجود ہے تو وہ رات کے اندھیرے میں ان کے پاس چلی آئی۔ حمل رہ گیا۔ عمران کے دو بچے تھے ایک لڑکا (ہارون علیہ السلام) اور ایک لڑکی (مریم) عمران نے کہا کہ فرعون نے جس بچہ کو روکنے کا انتظام کیا تھا وہ ہمارا ہی بچہ ہے۔ دیکھو یہ راز ظاہر نہ ہونے پائے۔

فرعون کی ناکام تدبیر

آخر شب میں نجومیوں نے ستاروں کو دیکھ بھال کر معلوم کر لیا۔ بنی اسرائیل کا وہ بچہ رحم مادر میں منتقل ہو گیا ہے۔ صبح کو منجم پھٹے کپڑوں میں اور چہروں پر سیاہی مل کر فرعون کے پاس آئے اور حقیقت سے آگاہ کیا۔ فرعون کو سخت غصہ آیا اور کہا کہ پیدائش کے وقت کوئی انتظام کروں گا۔

موسیٰ علیہ السلام عالم وجود میں اور بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل

بنی اسرائیل کی تمام حاملہ عورتوں کی نگرانی پر مامور کر دیا۔ اور حکم جاری کر دیا جو لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ۹۰ ہزار بچے قتل کر دیئے گئے۔ جو دایہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگرانی پر مامور تھی۔ اس کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے صورت دیکھتے ہی دایہ کے دل میں ان کی اتنی محبت ہو گئی کہ وہ اپنی نوکری اور ڈیوٹی کو بھول گئی۔

دایہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ تم کسی قسم کا خوف و ہراس نہ کرنا۔ جب کوئی مجھ سے پوچھے گا تو کہہ دوں گی کہ مردہ لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ اس کو کفن دفن کر دیا لیکن شرط یہ ہے کہ تمہارے لڑکے کو کوئی عزیز و رشتہ دار دیکھنے نہ پائے۔

ایک روایت یہ بھی ہے جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور فرعون کے سپاہی ان کو دیکھنے آئے اور عمران کے گھر میں داخل ہوئے تو موسیٰ کی بہن نے آپ کو گرم تنور میں ڈال دیا تھا۔

فرعون کے سپاہی نے جب گھر میں کوئی بچہ نہ دیکھا اور ان سے کہا گیا کہ مردہ لڑکی پیدا ہوئی تھی ہم اسے دفن بھی کر چکے ہیں واپس ہو گئے۔

سپاہیوں کے چلے جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والدین نے تنور پر آ کر دیکھا تو وہ حیران رہ گئے۔ کہ تنور آپ کے لئے گلزار بنا ہوا تھا۔ موسیٰ کھیل رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ آپ کی پوشیدہ پرورش کر رہی تھی مگر ان کو خوف تھا کہ کہیں یہ راز افشا نہ ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام

کچھ دن بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام ہوا کہ بچہ کو دودھ پلاؤ۔ اس کی پرورش کرو اور جس وقت خطرہ محسوس ہو اس بچہ کو صندوق میں بند کر کے دریا میں چھوڑ دو۔ دشمن سے کوئی خوف نہ کرو۔ وہ کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہنچا سکے گا۔ وہ بچہ تھوڑے ہی دنوں بعد تمہیں واپس مل جائے گا۔ اس کے فراق میں غم کرنے کی ضرورت نہیں اور اس بچہ کو نبوت اور رسالت عطا کی جائے گی۔

فرعون کے سپاہی ڈھونڈ ڈھونڈ کر بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایک واقف کار بڑھئی سے پانچ بالشت لمبا ایک لکڑی کا صندوق بنوایا۔ بڑھئی سمجھ گیا کہ فرعون کے سپاہیوں سے بچہ کو بچانے کے لئے صندوق بنوایا جارہا ہے۔ بڑھئی نے چاہا کہ فرعون کے سپاہیوں کو اس واقعہ کی اطلاع دے مگر قدرت الٰہی سے وہ اسی وقت اندھا ہو گیا۔ بڑھئی سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو یہ وہی لڑکا معلوم ہوتا ہے جس کے ظہور کی منجموں نے فرعون کو خبر دی تھی۔ بڑھئی نے فوراً توبہ کی اور حضرت پر غائبانہ

ایمان لے آیا۔ بڑھئی آل فرعون کا سب سے پہلا مسلمان تھا۔

" حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اس صندوق کی درازیں مصالحہ سے بند کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس میں لٹا کر رات کی تاریکی میں دریائے نیل میں چھوڑ دیا۔ اور ان کی ہمشیرہ مریم سے کہا کہ تو دریا کے کنارے کنارے بکس کی نگرانی کرتے رہنا کدھر جاتا ہے اور کہاں پر رکتا ہے۔"

فرعون کے محل میں دریائے نیل کی ایک نہری شاخ جاری تھی' وہ صندوق بہتا بہتا اس نہر کے ذریعہ فرعون کے محل کے پاس پہنچا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام آغوش فرعون میں

اتفاقاً" فرعون اور اس کی بیوی نہر کے کنارے بیٹھے تھے۔ آسیہ کی نظر جونہی اس بکس پر پڑی تو اسے نکلوا لیا۔ کھول کر دیکھا تو اس میں ایک حسین و جمیل لڑکا لیٹا ہوا انگوٹھا چوس رہا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھ کر آسیہ اور فرعون دل و جان سے ان پر نثار ہونے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں اس قدر حسین تھیں اور کیسٹلی کہ جو ان کو دیکھتا ہزاروں جان سے شیدا ہونے لگتا۔

فرعون کے سوائے ایک دختر کے کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ بھی علت برص میں مبتلا تھی۔ کاہنوں نے اسے خبر دی تھی کہ فلاں روز فلاں ساعت طلوع آفتاب کے وقت ایک انسانی بچہ آئے گا اس کے لعاب دہن سے اس کے برص کی بیماری جاتی رہے گی۔ فرعون اور آسیہ اس بچہ کے انتظار میں تھے۔

جس وقت آسیہ نے صندوق کھول کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نکالا تو فرعون نے کہا۔

"یہ بچہ قتل سے کیسے بچا رہا؟"

"ایسا نہ ہو یہ بچہ وہی ہو جو میری تباہی و بربادی کا باعث ہو گا۔"

بی بی آسیہ نے کہا کہ یہ سب تمہارا وہم و خیال ہے تم خاطر جمع رکھو۔ نہ معلوم یہ بچہ کتنی دور اور کہاں سے بہتا ہوا آیا ہے۔ اس کے بعد بی بی آسیہ نے اس بچہ کا لعاب دہن اپنی لڑکی کے جسم پر لگایا تو وہ اسی وقت صحت یاب ہو گئی۔ اس لڑکی نے صحت یابی کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا۔ آسیہ نے فرعون سے کہا میں تو اس بچہ کو اپنا بیٹا بناؤں گی۔ اس بابرکت بچہ کے طفیل میری بیٹی اچھی ہو گئی۔ فرعون نے کہا مجھے تو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری خواہش ہے تو تم خود ختار ہو۔

فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت

القصہ بی بی آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرنے لگیں۔ آسیہ نے فرعون سے کہا کہ اس بچہ کا نام تجویز کر دو۔ آپ کو چونکہ پانی سے نکالا گیا تھا۔ اس لئے فرعون نے آپ کا نام موسیٰ تجویز کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جب علم ہوا کہ فرعون نے وہ صندوق پکڑ لیا ہے تو وہ بے صبر و بے قرار ہو گئی اور لڑکی سے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خبر لے کر آؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن فرعون کے باغ میں جا کر کھڑی ہو گئی اور دور سے نظارہ کرنے لگی۔ بی بی آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گود میں لے رکھا تھا۔ آپ انگوٹھا چوس رہے تھے۔ انگوٹھے میں سے دودھ نکل رہا تھا۔ فرعون نے ایک دایہ کو دودھ پلانے کے لئے بلایا۔ موسیٰ نے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ دودھ تو کیا پیتے۔ کئی دایہ بلائی گئیں مگر

انہوں نے کسی کا دودھ نہ پیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ شہر میں ایک بہت اچھی دایہ ہے کہو تو بلا لاؤں۔ اس گفتگو کے وقت فرعون کا وزیر ہامان بھی موجود تھا۔ اس نے جب یہ بات سنی تو اسے کچھ شبہ ہوا اس نے حکم دیا کہ اس عورت کو پکڑو۔ پوچھ گچھ کرو اس سے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا میں نے یہ بات ہمدردی کے طور پر کہی تھی۔ اس بات سے اس کا شبہ دور ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا جاؤ اس دایہ کو بلا لاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن دوڑتی ہوئی اپنی ماں کے پاس گئی اور حالات سے آگاہ کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب اپنے بیٹے کو گود میں لیا تو وہ ان سے چمٹ کر دودھ پینے لگے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی تنخواہ مقرر کر دی اور ان کو والدہ کے سپرد کر کے حکم دیا کہ ہفتہ میں ایک بار آ کر اس بچے کو ہم سے ملا جایا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ آپ کو گود میں لے کر اپنے گھر چلی آئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے منہ پر طمانچہ

ایک روز فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گود میں لے کر کھلا رہا تھا۔ فرعون کی داڑھی جواہرات سے مرصع تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ہاتھ سے اس کی داڑھی نوچ لی۔ کچھ موتی اس میں سے جھڑ گئے اور دوسرے ہاتھ سے ایک چانٹا فرعون کے منہ پر رسید کیا۔

اس حرکت پر فرعون کو سخت غصہ آیا اور حکم دیا کہ اس بے ادب

بچے کو قتل کر دو۔"

"آسیہ خاتون نے کہا یہ بچہ ہے اس نے چمک دار موتی دیکھ کر ہاتھ بڑھایا ہو گا' یہ ناسمجھ ہے' اگر اس کے سامنے آگ رکھ دی جائے تو یہ اسے بھی اٹھا کر کھیلنے لگے گا۔"

چنانچہ اسی وقت ایک طشت میں موتی اور دوسرے میں آگ کا ایک انگارا لایا گیا۔ آپ نے انگارا اٹھا کر منہ میں رکھ لیا جس سے ان کی انگلی اور زبان جل گئی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی زبان میں لکنت تھی۔ صاف بول نہ سکتے تھے۔ فرعون نے ہرچند علاج کرایا مگر فائدہ نہ ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو قتل کرنا اور مدین روانگی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ فرعون پرورش کر رہا تھا اس لئے آپ کی بڑی عزت تھی۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر بیس سال ہو گئی تھی۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ شام کے وقت شہر میں تشریف لائے۔ قبطیوں اور اسرائیلیوں میں لڑائی ہو رہی تھی۔ بات یہ تھی کہ وہ فرعون کی روٹی پکایا کرتا تھا اور اسرائیلی کو مجبور کر رہا تھا کہ جنگل سے لکڑیاں چن کر لائے۔

اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر فریاد کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو ڈانٹا کہ وہ ظالمانہ حرکت سے باز آجائے مگر اس نے آپ کی بات کی طرف توجہ نہ کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کے گھونسا مارا اور وہ گرتے ہی فوراً مرگیا۔

دوسرے روز بھی اسی قسم کا ایک اور واقعہ پیش آیا۔ جس کا فرعون کو علم ہو گیا۔ فرعون نے اعیان سلطنت کی رائے سے فیصلہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بڑھئی نے جس نے آپ کے لئے لکڑی کا صندوق تیار کیا تھا اور آپ پر غائبانہ ایمان لے آیا تھا۔ اور جو فرعون کا رشتہ دار تھا۔ فرعون کے ارادہ سے مطلع کرتے ہوئے رائے دی کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ اور ناصر ہے پھر بھی احتیاط کا تقاضا ہے کہ آپ کچھ دنوں کے لئے شہر مصر سے باہر چلے جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تیار ہو گئے۔ یہ سوال درپیش تھا کہ جائیں تو جائیں کہاں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رائے دی کہ مدین کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ مصر سے مدین کا آٹھ دن کا راستہ تھا اور تعاقب کا اندیشہ بھی تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام توکل علی اللہ چل پڑے۔ آٹھ دن تک سوائے گھاس کے کوئی چیز کھانے کو نہ ملی۔ نویں دن آپ کا گزر شہر کے کنارے ایک کنوئیں پر ہوا جس پر بہت سے آدمی اپنے اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ آپ نے دیکھا دو عورتیں اپنی بکریوں کو بار بار کنوئیں پر سے واپس لوٹا لوٹا کر لا رہی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ادب سے ان عورتوں سے پوچھا کیا بات ہے آپ اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پینے دیتیں؟

عورتوں نے جواب دیا کہ ابھی ہمارا نمبر نہیں آیا ہے۔ جب یہ سب لوگ اپنے اپنے مویشیوں کو پانی پلا چکیں گے تو بچا کھچا پانی ہماری بکریاں پی لیں

گی۔ ہمارا بوڑھا نابینا باپ ہے ہماری مدد سے قاصر ہے۔ ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ پانی کا بھرا ڈول کھینچ سکیں۔

یہ بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کنوئیں پر چرواہوں سے جا کر کہا کہ ان کمزور لڑکیوں کو تم لوگوں نے کیوں انتظار میں ڈال رکھا ہے۔ سب سے پہلے ان کی بکریوں کو پانی پلاؤ تاکہ وہ اپنے گھر چلی جائیں۔

چرواہوں نے تحکمانہ انداز میں مگر مذاق کے طور پر جواب دیا۔ ہم ان لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلانے کی بالکل اجازت نہیں دیں گے۔ اگر تم میں طاقت ہو تو ڈول کھینچ کر پانی پلا دو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجودیکہ آٹھ دن سے بھوکے تھے' ایک لقمہ نہ کھایا تھا۔ فوراً کنوئیں پر چڑھ گئے۔

یہ دونوں لڑکیاں شعیب علیہ السلام کی تھیں اور دور سے نظارہ کر رہی تھیں۔ اس کنوئیں پر اتنا بڑا ڈول پڑا ہوا تھا جسے دس آدمی بمشکل کھینچ سکتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تنہا کھینچ کر ان بکریوں کو سیراب کر دیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں فوراً ہی گھر چلی گئیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں چونکہ وقت مقررہ سے پہلے گھر آئیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے پوچھا! آج اتنی جلدی کیونکر گھر آگئیں ؟ حضرت شعیب علیہ السلام نابینا تھے۔ بکریوں کے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو وہ خوب سیر تھیں۔

لڑکیوں نے سارا قصہ بیان کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعریف کی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی چھوٹی لڑکی کو بھیجا کہ ان کو بلا لائے۔

لڑکی نے کہا۔ میرے والد نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور بلایا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لڑکی کے ساتھ حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں آگئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے حالات دریافت کئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ آپ اہل بیت نبوت میں سے ہیں۔ تو فرمایا بہت اچھا ہوا۔ ظالموں کے ہاتھ سے نجات پائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ہم آخرت کو دنیا کے بدلے فروخت نہیں کرتے۔ میں نے بکریوں کو پانی اس لئے نہیں پلایا تھا کہ اس خدمت کا معاوضہ حاصل کروں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ آپ کی خدمت کا معاوضہ نہیں ہے۔ ہماری عادت ہے کہ ہم مہمانوں کو کھانا کھلایا کرتے ہیں۔ آپ ہمارے مہمان ہیں لہٰذا آپ کو ہماری دعوت رد نہ کرنی چاہئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کھانا کھا رہے تھے کہ ان لڑکیوں نے کہا۔ ابا جان اگر آپ اس مسافر کو بکریاں چرانے پر رکھ لیں تو یہ آدمی بڑا طاقتور ہے اور ایماندار بھی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا' تمہیں ان کی طاقت کا اندازہ کیونکر ہوا ؟ تو انہوں نے ڈول کھینچنے کا واقعہ سنایا۔

میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا عقد تمہارے ساتھ کر دوں مگر شرط یہ ہے کہ تمہیں آٹھ سال میرے پاس رہ کر بکریاں چرانی ہوں گی اور اگر دس سال پورے کر دو تو تمہارا کرم اور احسان ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے منظور ہے۔ میری بھی دلی

خواہش ہے کہ آپ کی خدمت بابرکت میں رہ کر سعادت دارین حاصل کروں۔

"معین المعافی" میں سورہ قصص کی تفسیر میں لکھا ہے کہ پچھلی امتوں میں اس زمانہ کی شریعت کے مطابق لڑکی کا مہر کا حقدار باپ ہوا کرتا تھا۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اب مہر کی حقدار عورت ہوتی ہے۔

القصہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ عصا عطا فرمایا جو حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لے کر آئے تھے اور بطور ورثہ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس موجود تھا۔ عصا عطا فرمانے کے بعد شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نصیحت کی کہ فلاں جگہ بکریوں کو نہ لے جانا وہاں اژدہا رہتا ہے۔

اتفاق کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریوں کو چراتے چراتے اسی جگہ پہنچ گئے جہاں بکریوں کو لے جانے سے حضرت شعیب علیہ السلام نے منع فرمایا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ٹیلے پر لیٹ کر سو گئے۔ بکریاں چر رہی تھیں۔ بغل میں لاٹھی رکھی ہوئی تھی۔ اسی دوران وہ اژدھا باہر نکلا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عصاء نے بکریوں کی حفاظت کرتے ہوئے اژدھا کو مار ڈالا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو اژدھا مرا ہوا پڑا نظر آیا بہت تعجب ہوا۔ گھر آکر حضرت شعیب علیہ السلام سے ذکر کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ عصا کی برکت تھی۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سال بکریوں کے جتنے بھی سفید اور سیاہ سر کے بچے پیدا ہوں گے وہ تمہارے لئے ہبہ ہیں۔ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کو خواب میں بتلایا گیا کہ جس جگہ بکریاں پانی پیتی ہیں اس جگہ اپنی عصا مارنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ اس سال تمام بکریوں کے بچے سفید اور سیاہ سر کے پیدا ہوئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے حسب وعدہ سب بچے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہبہ کر دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس مقررہ مدت پوری ہونے تک بکریوں کا ایک بڑا بھاری ریوڑ جمع ہو گیا۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی رسالت اور فرعون کو اسلام کی دعوت

" مواہب علیہ " میں سورہ طٰہٰ کی تفسیر میں مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر چالیس سال ہو گئی تو انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے عرض کیا کہ بہت عرصہ سے والدہ اور بھائی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ مصر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اجازت حاصل کرنے کے بعد اپنی بیوی کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔

وادی ایمن میں پہنچ کر بارش' برف باری اور سرد ہوا چلنے لگی۔ اسی وقت بی بی صفورا (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی) کا وضع حمل ہوا۔ آگ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنگ چقماق سے آگ جلانی چاہی۔ مگر نہ جلی۔ اتفاقاً" دور سے کوہ طور کی جانب آگ نظر آئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی اور خادموں کو چھوڑ کر آگ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ ایک سبز درخت پر جو غالباً عناب کا درخت تھا آگ لگی ہوئی نظر

آئی۔ اس درخت کے آس پاس کوئی نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس نظارہ کو دیکھ کر خوف کے مارے بے ہوش ہو گئے۔ بڑی دیر کے بعد ہوش آیا۔

ندا آئی اے موسیٰ! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کون بول رہا ہے؟

جواب ملا تیرا پروردگار! اپنے پیروں سے جوتے نکال دے تو اس جگہ پاک سرزمین پر بیٹھا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی وقت ننگے پاؤں ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا تھا۔ خطاب ہوا اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا یہ لاٹھی ہے؟ ٹیک لگانے کے کام آتی ہے۔ ندا آئی اس لاٹھی کو زمین پر پھینک دو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا زمین پر پھینک دی۔ وہ اسی وقت سانپ بن کر چاروں طرف بھاگی بھاگی پھرنے لگی اور کچھ دیر بعد ایک خونخوار اژدھا بن گئی۔ اتنی زبردست کہ بڑے بڑے پتھروں اور سالم درختوں کو جڑ سے اکھاڑ کر ہڑپ کر جاتی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔ بھاگنے لگے۔ ندا آئی موسیٰ! ڈرو مت۔ اس اژدھا کا سر پکڑ لو وہ بدستور سابق لاٹھی بن جائے گی۔ چنانچہ وہ پھر لاٹھی بن گئی۔ دوبارہ ندا آئی کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گریبان میں ہاتھ ڈالا تو وہ قدرت ربانی سے بجلی کی طرح چمکنے لگا۔ اس کی روشنی کے سامنے آفتاب کی روشنی ماند پڑ گئی۔ اس کے بعد خطاب ہوا کہ ہم نے تمہیں یہ دو معجزے عطا کئے اب تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو دین حق کی تبلیغ کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سوچنے لگے کہ میں تنہا فرعون اور اس کے لشکر کا کیونکر مقابلہ کر سکوں گا۔ اللہ تعالیٰ سے عرض گزار ہوئے۔

" الٰہی میرے سینے کو کھول دے تاکہ اس میں تیری وحی سما سکے۔ میں متحمل اور بردبار بن جاؤں اور سختی سے تنگ دل نہ ہوں اور میرے لئے تبلیغ رسالت کو آسان کر اور میری زبان سے گرہ کو کھول دے تاکہ میں صاف صاف تقریر کر سکوں اور میرے بھائی ہارون کو نبوت عطا کر کے میرا رفیق اور مددگار بنا دے۔"

تفسیر " معالم التنزیل " میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رات بھر غائب رہے۔ دن بھر غائب رہے۔ بیوی بچے اور خادم حیران تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہاں چلے گئے۔ اتفاقاً" شہر مدین کے کچھ لوگوں کا ادھر سے گزر ہوا انہوں نے بی بی صفورا کو پہچان کر ان کو ہمراہ لے کر ان کے والد حضرت شعیب کے پاس پہنچا دیا۔ فرعون کے غرق ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان لوگوں کو علم ہوا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور سے واپس آئے تو آپ نے دیکھا کہ بی بی صفورا کے پاس جنت کی حوریں بیٹھی ہوئی ہیں۔ بھیڑیئے بکریوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ حال دیکھ کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور کی ساری روئیداد سنائی۔ بی بی صفورا نے کہا حکم الٰہی کی تعمیل میں آپ کو تاخیر نہ کرنی چاہئے۔ آپ جلد از جلد مصر پہنچیں۔ بعدازاں حضرت موسیٰ علیہ السلام بال بچوں کو وہیں چھوڑ کر تن تنہا مصر روانہ ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں اور فرعون کو دعوت توحید و تبلیغ

حضرت موسیٰ علیہ السلام عشاء کی نماز کے وقت مصر پہنچے اپنے گھر گئے دروازہ بند تھا۔ کنڈی کھٹکھٹائی۔

پوچھا کون ہے ؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا " مہمان "

گھر والوں نے تھوڑا سا کھانا ان کے سامنے رکھ دیا۔ عمران کا انتقال ہو چکا تھا۔ اتنے میں ہارون علیہ السلام بھی آگئے۔ انہوں نے آتے ہی پوچھا یہ کون ہے ؟

جواب دیا گیا یہ مہمان ہے۔

اس کے بعد جب حضرت ہارون علیہ السلام نے قریب آکر دیکھا تو چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ ماں اور بہن بھی آپ کو پہچان کر بے ہوش ہو گئیں۔ بڑی دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا تو ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے اور ایک دوسرے کی مزاج پرسی کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ لوگوں کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیغمبری عطا فرمائی' بے واسطہ کلام کیا۔ حضرت ہارون یہ سن کر اپنے بھائی کے پیر پکڑ کر مؤدب کھڑے ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بھائی اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیغمبری میں میرا شریک بنایا ہے تاکہ ہم دونوں فرعون کو عبادت الٰہی کی تبلیغ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو معجزے بھی عطا فرما دیئے ہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا۔ بھائی جان اب فرعون کی شان و شوکت پہلے سے بھی دوبالا ہو گئی ہے۔ وہ ذرا ذرا سی بات میں لوگوں کو قطع اعضاء قتل یا پھانسی کی سزا دینے لگا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ بات سن کر سوچ میں پڑ گئے۔

دونوں بھائی کہنے لگے یاالٰہی ایسا نہ ہو کہ ہم فرعون کے پاس جائیں اور وہ ہمیں معجزہ دکھلانے کی بھی مہلت نہ دے یا وہ آپ کی شان میں بے ادبی یا گستاخی کا کلمہ نکالے۔

خطاب خداوندی ہوا۔

" تم فرعون سے نہ ڈرو تمہاری حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ فرعون تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔"

" معالم التنزیل " میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کے وقت فرعون کے پاس گئے۔ دروزاہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے حکم ہوا دیکھ دروازے پر کون ہے ؟ نوکروں نے دروازہ کھول کر پوچھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا میں رسول رب العالمین ہوں۔

فرعون نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت موسیٰ و حضرت ہارن علیہما السلام ساری رات اس کے دروازے پر کھڑے رہے۔ صبح ہوئی فرعون نے طلب کیا۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ کہنے لگا اے موسیٰ تمہیں یاد نہیں ہے میں نے تمہاری پرورش کی۔ یہاں تک کہ تم بیس برس کے جوان ہو گئے تو نے میری نعمتوں کی ناشکری کرتے ہوئے قبطی کو قتل کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ اس وقت مجھے خبر نہ تھی کہ

وہ مکا مارنے سے مرجائے گا۔ میں تمہارے خوف سے مدین چلا گیا۔ وہاں سے واپسی میں اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرمائی۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے کہا کہ ہم دونوں خدا کے رسول ہیں۔ تجھے خدا کی عبادت کی دعوت دینے آئے ہیں۔

فرعون نے کہا تمہارا خدا کون ہے ؟ جس کی عبادت کی تم مجھے دعوت دے رہے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا ہمارا خدا وہ ہے جس نے اپنی مختلف الانواع مخلوقات کو صورت و شکل لائق اور موافق حال عطا فرمائی ہے۔

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقریر سن کر ڈر گیا۔ اسے خوف محسوس ہوا ایسا نہ ہو کہ موسیٰ کی تقریر سن کر لوگ مجھ سے برگشتہ ہو کر خدائے برحق کی طرف رجوع نہ ہو جائیں۔ فرعون نے سخت و سست باتیں کہیں۔ مگر چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم تھا کہ فرعون سے بات چیت کرنے میں بہت نرم و ملائم لہجہ اختیار کریں۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا' اچھا اگر میں تمہارے خدا پر ایمان لے آؤں تو خدا مجھے کیا دے گا ؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے تین چیزیں عطا فرما دے گا۔

اول : یہ کہ اللہ تعالیٰ تجھے از سر نوجوان بنا دے گا۔

دوم : یہ کہ تمام عالم تیرے زیر نگیں رہے گا۔

سوئم : یہ کہ تیری عمر ۱۰۰ سال بڑھ جائے گی۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ اب تو تم چلے جاؤ۔ میں

اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کر لوں۔

فرعون نے وزیر ہامان سے جب اس قصہ کا ذکر کیا تو اس نے کہا میری اور تو خواہش نہیں۔ ہاں ایک خواہش ہے کہ کسی طرح میری جوانی لوٹ آئے۔ ہامان نے کہا یہ کیا بڑی بات ہے۔ میں آج ہی تمہیں جوان بنا دوں گا۔ ہامان نے رات کو فرعون کی سفید ڈاڑھی اور سر کے بالوں میں خضاب لگا دیا۔ فرعون سمجھنے لگا میں واقعی جوان ہو گیا ہوں۔

اگلے روز حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس گئے اور اس سے کہا ہم خدا کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں معجزات عطا فرمائے ہیں۔ پس اب تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے تا کہ وہ سب ارض مقدس میں جا کر آباد ہو جائیں۔

فرعون نے بنی اسرائیل کو کیوں غلام بنایا

"مواہب علیہ" میں فارسل معنا بنی اسرائیل کی تفسیر میں مذکور ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کو اس لئے غلام بنا رکھا تھا کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں آ کر آباد ہو گئے اور ان کی نسل پھیلی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام دنیا سے رحلت فرما گئے۔ فرعون کا بیٹا مصعب بھی اس دنیا سے گزر گیا اور اس کی جگہ حضرت کے عہد کا فرعون تخت نشین ہو کر انا ربک الاعلیٰ کا دعویٰ کرنے لگا تو اس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ ہم نے تمہارے باپ دادا کو روپیہ دے کر خرید ا تھا۔ چونکہ تمہارا باپ غلام تھا۔ اس لئے تم سب غلام زادے ہو۔ اس کے بعد فرعون نے تمام بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت مبعوث ہوئے اس وقت بھی بنی اسرائیل کا دور غلامی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلیوں کو فرعون سے نجات دلانے کے لئے فرعون سے ان کی آزادی کا مطالبہ کیا۔

تفسیر "مدارک" میں ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں معجزہ دکھلانے کا مطالبہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عصا زمین پر پھینک دی۔ وہ عصا اژدھا بن گئی۔ جس وقت اس اژدھا نے فرعون کے تخت کی طرف رخ کیا تو فرعون اور دربار کے تمام ملازمین بھاگ گئے۔

فرعون نے فریاد کی کہ میں ایمان لانے اور بنی اسرائیل کو آپ کے سپرد کرے کا وعدہ کرتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اژدھا کی کمر پر ہاتھ رکھا تو وہ بدستور سابق عصا بن گئی۔ فرعون اپنے تخت پر آبیٹھا اور کہنے لگا اس کے علاوہ کوئی اور معجزہ بھی دکھاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں بغل کے نیچے تھوڑی دیر رکھ کر باہر نکالا تو وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور منور ہو گیا۔ اس کی روشنی زمین سے آسمان تک پھیل گئی۔ کچھ دیر بعد آپ نے اس ہاتھ کو بغل کے اندر رکھا تو ہاتھ اپنی اصل حالت میں عود کر آیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساحرین فرعون سے مقابلہ

یہ معجزہ دیکھنے کے بعد فرعون نے اشراف و اعیان مصر کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ لوگوں نے رائے دی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑا پکا ساحر ہے۔ سحر کے زور سے اس نے عصا کو اژدھا بنا کر دکھلا دیا۔ اب اس کے دفعیہ کی

تدبیر یہ ہے کہ ہر شہر میں منادی کرا دی جائے کہ جو شخص فن سحر کا ماہر ہو وہ حاضر ہو۔ مدائن میں دو بھائی بڑے زبردست ماہر فن سحر تھے انہیں جب فرعون کے حکم کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنی والدہ سے کہا۔ ذرا ہمیں ابا جان کی قبر پر لے چلو۔ ان دونوں بھائیوں نے اپنے باپ کی قبر پر جا کر آواز دی کہا۔ ابا جان ہمیں فرعون نے بلایا ہے۔ اس کے پاس دو آدمی آئے تھے' نہ ان کے پاس فوج تھی نہ لشکر مگر انہوں نے فرعون کا ناطقہ بند کر دیا۔ ان لوگوں کے پاس عصا ہے وہ جب اس کو زمین پر ڈالتے ہیں تو فوراً خوفناک اژدھا بن جاتی ہے۔ ہمیں ان لوگوں کا مقابلہ کرنا ہے کس صورت سے کیا جائے۔ قبر سے آواز آئی کہ یہ بات معلوم کرو کہ وہ لوگ جس وقت سو جاتے ہیں کیا اس وقت بھی وہ عصا اژدھا بن جاتا ہے یا نہیں۔ اگر اژدھا بن جاتا ہے تو اس کو سحر نہ سمجھنا کیونکہ ساحر کے سحر کا اثر جب ساحر سو جاتا ہے جاتا رہتا ہے۔

مصر میں جادوگروں کا اجتماع

غرض چند روز میں فرعون کی سلطنت کے بڑے بڑے جادوگر جمع ہو گئے۔ ان جادوگروں کی مجموعی تعداد ستر یا اسی ہزار بتائی جاتی ہے۔ ان تمام جادوگروں کے چار سردار تھے جن میں سے دو تو وہ دو بھائی تھے جو مدائن کے رہنے والے تھے۔ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ باقی دو اور تھے۔ مصر پہنچ کر ان دونوں بھائیوں نے عصائے موسیٰ کے متعلق تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سو جانے کے بعد اژدھا بن کر حفاظت کرتا ہے۔ یہ بات معلوم کر کے ان دونوں بھائیوں کو تردد ہوا معاملہ ٹیڑھا ہے کیا کرنا چاہئے۔

القصہ ہزار جادوگر اپنے کھیل کھلونے لے کر ایک صف بنا کر میدان میں کھڑے ہو گئے۔ ان کے مقابلے میں خدا کے صرف دو بندے حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کھڑے تھے۔ عام لوگوں کا خیال تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی سحرکاری ان بڑے بڑے جادوگروں کے سامنے نہ چل سکے گی۔ لیکن مسلمان اور صاحب ایمان سمجھتے تھے کہ سحر کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ وہ ایک وہم اور خیال ہوا کرتا ہے۔

مقابلہ کی ٹکر

ساحرین فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ اس کام میں پہل کریں گے یا ہم کریں ؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم ہی کرو۔ ساحرین فرعون نے فوراً اپنی اپنی رسیاں میدان میں ڈال دیں۔ چونکہ ان رسیوں کے اندر پارہ بھرا ہوا تھا گرمی کے اثر سے اس میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا ہونے لگی تمام میدان میں سانپ ہی سانپ نظر آنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں بہ تقاضائے بشریت کچھ ہراس سا محسوس ہوا تو وحی آئی۔

" اے موسیٰ گھبراؤ مت ابھی حقیقت حال کھل جاتی ہے۔ غالب تم ہی رہو گے۔ حکم ہوا اپنا عصا زمین پر ڈالو۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو جونہی زمین پر ڈالا تو وہ اژدھا بن کر جادوگروں کے تمام مصنوعی سانپوں اور دوسرے سامانوں کو کھا گیا۔ بھگدڑ مچ گئی۔ سینکڑوں آدمی اس بھگدڑ میں دب کر مر گئے۔ ساحر یہ معجزہ دیکھ کر فوراً سجدے میں گر پڑے اور بے چون و چراں ایمان لے آئے۔ فرعون نے ان مسلمان ہونے والوں کو دھمکی دی کہ اگر تم اپنے سابقہ دین پر واپس نہ آئے تو

تمہیں عبرتناک سزا دوں گا۔ یہ مسلمان نشہ توحید سے سرشار ہو چکے تھے۔ سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے حجابات اٹھا کر انہی عالم بالا و سفلی کا معائنہ کرا دیا تھا۔ ان لوگوں نے خدا سے درخواست کی الٰہی ہمیں صبر و استقامت عطا کر اور اس سچے دیں پر دنیا سے اٹھا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ بازاروں اور محلوں میں مسجدیں تعمیر کر کے خدا کی عبادت کرو۔ مسلمانوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق مسجدیں تعمیر کیں مگر فرعون نے طیش میں آکر تمام مساجد کو منہدم کرادیا۔ اب چونکہ کھلے راہ نماز پڑھنے سے جان کا خطرہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ تم اپنے گھروں میں نمازیں پڑھ لیا کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکست کھانے کے بعد خدا سے جنگ

ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کو عبادت الٰہی کی دعوت دے رہے تھے۔ (فرعون نے کہا میرے سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کس خدا کی عبادت کی دعوت مجھے دے رہے ہو۔ خدا تو میں ہی ہوں)

" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو خدا کیوں ہوتا۔ خدا تو وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔"

یہ بات سن کر فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ پختہ اینٹیں تیار کراؤ اور ایک نہایت اونچا محل تعمیر کروا تا کہ اس کے اوپر چڑھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھوں کیا وہ واقعی ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہے۔ فرعون کا یہ خیال تھا کہ شاید اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور وہ

آسمان پر رہتا ہے۔

صاحب "کشاف" اور سالم نے لکھا ہے کہ ہامان نے پچاس ہزار ماہرین فن تعمیر جمع کئے۔ اینٹوں کے پزادے لگ گئے۔ گچ اور چونے کی بھٹیاں لگ گئیں۔ لکڑی کا کام شروع ہو گیا۔ نہایت عجلت کے ساتھ تھوڑے ہی دنوں میں ایک بہت اونچا محل تعمیر ہو گیا۔ فرعون سمجھتا تھا کہ آسمان زمین سے زیادہ دور نہیں ہے چنانچہ اس محل کی سب سے آخری چھت پر چڑھ کر آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو وہ وہاں سے بھی اتنا ہی اونچا نظر آیا جتنا زمین سے اونچا نظر آتا تھا۔

فرعون کو بڑی شرمندگی ہوئی۔ چنانچہ فرعون نے ایک تیر آسمان کی طرف چلایا جو قدرت الٰہی سے خون آلود ہو کر واپس آیا۔ فرعون کہنے لگا لو آج میں نے موسیٰ کے خدا کا قصہ پاک کر دیا۔

" معالم التنزیل " میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد فرعون کا یہ عالیشان اور نہایت ہی بلند محل تین حصے ہو کر گر پڑا۔ ایک حصہ فوج پر گرا۔ جس سے دس ہزار قبطی ہلاک ہو گئے۔ ایک حصہ دریا میں گر گیا۔ تیسرا حصہ جو گرا تو اس محل کی تعمیر کرنے والے راج مزدور انجینئر سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ اس حادثہ سے فرعون کا غرور اور تکبر بھی زیادہ ہو گیا۔

بی بی آسیہ کا اسلام اور عقیدت میں ابتلاء

روایت ہے کہ فرعون کی بیوی آسیہ خاتون حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر ایمان لے آئی تھی۔ مگر جب بی بی آسیہ نے اسلام کا علی الاعلان اظہار کیا تو فرعون نے کہا۔ اس نئے مذہب سے رجوع کر ورنہ تجھے سخت سزا دوں

گا۔

" حضرت آسیہ نے کہا کوئی پرواہ نہیں۔ مگر اسلام سے منحرف نہیں ہو سکتی۔"

فرعون نے ان کو برہنہ کر کے چاروں ہاتھوں پاؤں میں میخیں ٹھکوا کر دھوپ میں ڈال دیا۔ فرعون نے کہا اگر اب بھی توبہ کر لے تو اس عذاب سے نجات مل جائے گی۔ لیکن حضرت آسیہ نے انکار کر دیا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت آسیہ نے پوچھا؟

" اے موسیٰ خدا مجھے اس مصیبت و بلا میں دیکھ رہا ہے یا نہیں ؟ "

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کیوں نہیں۔ تمام آسمانوں کے فرشتوں کی نظریں تیری ہی طرف ہیں۔ آسیہ خدا سے اپنی حاجت طلب کر۔

" حضرت آسیہ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا۔ رب ابن لی بیتا فی الجنة و نجنی من فرعون و عمله من و بنجینی من القوم الظالمین " یاالٰہی بہشت میں میرے لئے ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کی ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ کے آنکھوں کے سامنے سے حجابات اٹھا دیئے۔ حضرت آسیہ نے اپنی آنکھوں سے جنت میں اپنا محل دیکھ لیا۔ حضرت آسیہ یہ نظارہ دیکھ کر ہنسی اور کہنے لگیں اب مجھے فرعون کے عذاب کی کوئی پرواہ نہیں۔

فرعون نے حکم دیا کہ حضرت آسیہ کے پیٹ پر بھاری پتھر رکھ دو۔ پتھر

کا رکھنا تھا کہ روح بہشت کی طرف پرواز کر گئی۔ بعض تفسیر کی کتابوں میں یہ بھی تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ کو مع جسم کے آسمان پر اٹھا لیا تھا اور وہ اب جنت میں ہیں۔

بنی اسرائیل پر فرعون کی زیادتی اور بنی اسرائیل کے لڑکوں کا قتل عام

فرعون کے اعیان سلطنت نے عرض کیا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو اسی حالت پر چھوڑ دیا گیا تو اندیشہ ہے کہ ملک خراب ہو جائے۔ لوگ تیری عبادت کرنا چھوڑ دیں۔ تجھ سے نفرت کرنے لگیں گے۔ اس لئے ہماری یہ رائے ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قتل کر دیا جائے۔

فرعون نے کہا۔ "حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے برگزیدہ بندے ہیں، ان کو قتل کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ قوم بنی اسرائیل کو قتل کر دیا جائے۔"

چنانچہ فرعون نے حکم جاری کیا کہ قوم بنی اسرائیل کے تمام لڑکوں کو قتل کر دیا جائے تاکہ بنی اسرائیل دل شکستہ ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت سے باز آئیں۔ لڑکیوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

بنی اسرائیل کو فرعون کی اس ظالمانہ کارروائی کا علم ہوا تو وہ دوڑے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے، کہنے لگے کہ آپ کی پیدائش کے وقت بھی فرعون نے ہماری قوم کے ہزاروں لڑکے مروا دیئے تھے۔ آپ کے پیدائش کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا تھا۔ اب پھر فرعون ہمارے لڑکوں کے قتل

کے درپے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔

" صبر سے کام لو اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر کے یہ پورا ملک تمہارے سپرد کر دے گا۔ مگر اس کے لئے کچھ وقت درکار ہے۔"

قبطیوں کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا

" مواہب علیہ " میں ہے کہ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطیوں کے لئے بد دعا کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے ایسی خشک سالی اور قحط ہوا کہ الامان و الحفیظ۔ مگر یہ لوگ کفر سے باز نہ آئے۔ چند سال بعد طوفان کا عذاب آیا۔ حالت یہ تھی کہ سارے قبطیوں کے مکانوں کے اندر پانی بھرا کھڑا تھا۔ جو بھی قبطی گھر میں داخل ہوتا تھا فوراً غرق ہو جاتا تھا۔ بنی اسرائیل کے مکانات بھی قبطیوں کے مکانوں کے متصل تھے۔ مگر ان کے مکانوں میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ وہ بالکل محفوظ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے قبطیوں پر وبا کا عذاب بھی نازل ہوا۔ ایک رات میں اسی ہزار قبطی لقمہ اجل بن گئے۔ اسی طرح کچھ عرصہ بعد آبلوں کا عذاب آگیا۔ تمام قبطیوں کے جسم پر آبلے پڑ گئے۔ غرضیکہ قبطی عذاب سے تنگ آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔

" اے موسیٰ ! دعا فرمایئے۔ یہ عذاب رفع ہو جائے۔ ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے عذاب رفع ہو گیا۔ اب یہ لوگ

پہلے سے بھی زیادہ سرکش ہو گئے۔ اسلام قبول نہ کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان قبطیوں پر ٹڈیاں بھیج دیں۔ جنہوں نے تمام کھیتی اور باغات کا صفایا کر دیا۔

قبطی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور ان سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صحرا میں جا کر عصا کو مشرق و مغرب کی طرف گھمایا' اسی وقت تمام ٹڈیاں منتشر ہو گئیں۔ مگر یہ بدبخت پھر بھی ایمان نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر ٹڈیوں کو بھیج دیا۔ ان ٹڈیوں نے باقی ماندہ سبزی اور کھیتی کا صفایا کر دیا۔ ٹڈیاں قبطیوں کے مکانات کی کڑیاں۔ چوکھٹ اور لکڑی و لوہے کے سب ہی سامان کو کھا گئیں۔ یہ عذاب صرف قبطیوں ہی کے لئے تھا۔ بنی اسرائیل کا ذرہ برابر نقصان نہ ہوا۔ یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی برکت تھی۔

اس کے بعد قبطیوں پر جوؤں کا عذاب نازل ہوا۔ جس سے قبطیوں کے جسم پر ایک بال بھی باقی نہ رہا۔ جوؤں نے ابرو' پلکیں' کھالیں اور تمام جسم پر پھوڑے پھنسیوں کی طرح چسپاں تھیں۔ قبطیوں کا خون چوستی اور گوشت کھاتی تھیں۔ کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے تو کھانے میں جوئیں ہی جوئیں بھر جاتی تھیں۔ اس بار بھی قبطیوں نے حضرت موسیٰ سے کہا۔

" اے موسیٰ علیہ السلام ! دعا کر دیجئے۔ اب کی بار یہ عذاب رفع ہو جائے تو ہم آپ پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔"

عذاب رفع ہونے کے بعد قبطی کہنے لگے۔ واقعی موسیٰ تو زبردست جادوگر ہے۔ جادو کے زور سے اس نے ہمیں بڑی تکلیف پہنچائی ہے اور اس بار بھی قبطی ایمان نہ لائے۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈکوں کا عذاب نازل کر دیا۔ مینڈک ان کے

سونے کے کپڑوں میں گھس جاتے تھے۔ کھانے پینے کے برتنوں میں گھس جاتے تھے۔ قبطی کھانا کھانے کے لئے منہ کھولتے تھے تو حلق میں مینڈک کودنے لگتا تھا۔ قبطیوں نے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی۔

چنانچہ بارش ہوئی اور تمام مینڈک دریا میں چلے گئے۔ اب بھی یہ شقیق القلب ایمان نہ لائے۔ اس کے بعد اللہ تعالٰی نے دریائے نیل اور کنوؤں کا پانی خون بنا دیا جو قبطی دریا یا کنوئیں سے پانی لیتا فوراً خون بن جاتا۔ بنی اسرائیل کے لئے صاف اور خالص پانی رہتا۔

فرعون کے زوال نعمت کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا ہے کہ مصر سے سرزمین حبشہ تک پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔ ان پہاڑوں میں سونے چاندی اور جواہرات کی کانیں تھیں۔ یہ سارا علاقہ فرعون کے زیر تصرف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قوم فرعون آسودہ حال اور مال دار تھی اور یہی سبب اس قوم کی گمراہی کا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے پروردگار فرعون اور اس کی قوم کو تو نے بے انداز مال و دولت عطا فرمایا ہے۔ یہ لوگ اس نعمت سے مغرور ہو کر خود بھی گمراہ ہو گئے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ الٰہی! اس مال و دولت کو ان سب سے لے لے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کا یہ اثر ہوا کہ ان قبطیوں کا تمام مال، روپیہ پیسہ، کھانے پینے کا سامان سب کے سب پتھر ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ معلوم ہو چکا تھا کہ یہ لوگ ایمان ہرگز نہ لائیں گے۔ آپ

نے فرمایا۔

" اے پروردگار ان کے دلوں پر مہر لگا دے تا کہ اسلام کی نعمت سے سراسر محروم رہیں۔ اور ان پر دردناک عذاب نازل فرما۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کر رہے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے۔ تفسیر " معالم التنزیل " میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس بددعا کا اثر چالیس سال بعد ظہور میں آیا۔

بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات مصر سے نکل جانے کا حکم

" معالم التنزیل " میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کی قوم کو تبلیغ کرتے رہے' معجزے دکھاتے رہے مگر قوم فرعون کا عناد روز بروز تیز ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ اب قبطیوں پر عذاب کا وقت آگیا ہے۔ تم اپنی قوم کو ساتھ لے کر راتوں رات مصر سے چلے جاؤ۔ تم عافیت و سلامتی کے ساتھ دریائے نیل سے گزر جاؤ گے۔ فرعون اور اس کی قوم غرق کر دی جائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم اس بہانے سے قبطیوں سے زیورات عاریت پر لے لو کہ ہماری عید ہے۔ ہمیں زیورات عاریتاً دے دو۔ عید کے بعد واپس کر دیں گے اور ان کو حکم دیا کہ فلاں شب طلوع قمر کے وقت تم سب لوگ فلاں جگہ جمع ہو جانا۔ بنی اسرائیل وقت مقررہ پر جمع ہو گئے۔ بنی اسرائیل ابھی شہر سے باہر جانے بھی نہ پائے تھے کہ راستہ بھول گئے۔ اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یاد آیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے

دعا کی تھی کہ جب تک بنی اسرائیل میرے تابوت کو نکال کر ساتھ نہ لے جائیں۔ مصر سے باہر نہ جا سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان کیا جو شخص مجھے تابوت یوسف علیہ السلام کی صحیح خبر دے گا وہ جو مراد مانگے گا ملے گی۔ بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا نے اس شرط پر تابوت یوسف کا پتا بتایا کہ میں بہشت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیوی کے ساتھ رہوں گی اس بڑھیا نے بتایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت فلاں جگہ پر دریائے نیل میں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام راتوں رات کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر دریائے نیل پر گئے اور تابوت یوسف علیہ السلام کو نکال لائے اور شام کے وقت روانہ ہو گئے۔ قبطی سمجھتے تھے کہ بنی اسرائیل عید منانے میں مصروف ہیں۔ اگلے دن جب قبطیوں کو معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل مصر چھوڑ کر چلے گئے تو انہوں نے تعاقب کرنا چاہا مگر قبطی قبیلوں میں کچھ اس طرح موتیں ہوئیں کہ کسی قبطی کو شہر سے باہر جانے کی مہلت نہ ملی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں جاسوس روانہ کئے۔ انہوں نے فرعون سے اسرائیلیوں کی تعداد دو لاکھ بیان کی۔ فرعون دو لاکھ چالیس ہزار فوج لے کر اسرائیلیوں کی گرفتاری کے لئے روانہ ہو گیا۔

فرعون دریائے نیل پر

طلوع آفتاب کا وقت تھا اور بنی اسرائیل دریا کے عبور کی تدبیریں سوچ رہے تھے کہ پیچھے سے فرعون پہنچ گیا۔ بنی اسرائیل گھبرائے اور کہنے لگے کہ لو اب دشمن سر پر آگیا ہے۔ ہم سب کو گرفتار کر کے لے جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں۔ خدا ہمارے ساتھ

ہے اور وہ ضرور ہمیں ان ظالموں سے نجات دے گا۔

اتنے میں قدرت خدا سے دریا کے بخارات کا ایک گہرا بادل فرعون اور اسرائیلیوں کے درمیان حاجب آگیا۔ اور ایسا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ بجھائی نہیں دیتا تھا۔ فرعون نے کہا۔ سورج نکل آئے اور یہ بخارات ہٹ جائیں تو آگے بڑھیں گے۔

بنی اسرائیل خیر وعافیت سے دریا پار ہوئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل دشمن کو سر پر دیکھ کر رو رہے تھے۔ وحی نازل ہوئی کہ ہم نے دریا کو حکم دیا ہے۔ تم دریا کو اس کی کنیت سے آواز دو اور اپنا عصا پانی پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر عصا مار کر دریا سے کہا۔ اے ابا خالہ ہمیں راستہ دے اسی وقت دریا پھٹ گیا اور بارہ راستے ظاہر ہو گئے اور ان راستوں پر سورج کی دھوپ پڑنے لگی۔ راستہ خشک ہو گیا۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ایک ایک راستہ سے روانہ ہو کر دریا کے پار ہو گئے۔

فرعون لعین نے یہ نظارہ دیکھ کر اپنی قوم کو فریب دینے کے لئے کہا۔

"دیکھا میری ہیبت سے دریا میں شگاف پڑ گئے۔"

ہامان نے آہستہ سے کہا۔ یہ صورت حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ خبردار دریا میں قدم نہ رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ ہلاک ہو جاؤ۔

فرعون نے ہامان کی زبان سے یہ سن کر گھوڑے کی باگ ڈور موڑنی چاہی۔ سامنے سے حضرت جبرئیل علیہ السلام گھوڑی ڈوراتے ہوئے آئے اور

فوراً دریا میں گھس آئے۔

فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا

فرعون کا گھوڑا جبرئیل علیہ السلام کی گھوڑی کو دیکھ کر بے قابو ہو گیا۔ فرعون نے ہر چند روکنا چاہا مگر نہ رکا۔ بے تحاشا حضرت جبرئیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پیچھے بھاگنے لگا۔ فرعون کو دیکھ کر اس کا لشکر بھی دریا میں گھس گیا۔ میکائیل علیہ السلام فرعون کے لشکر کے پیچھے تھے۔ جب فرعون کی ساری فوج دریا میں گھس گئی تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آ۔ اسی وقت دریا میں پانی آگیا۔ فرعون اور اس کا تمام لشکر غرق ہو گیا۔

فرعون نے جب اپنے کو غرق ہوتے دیکھا تو کہنے لگا کہ میں خدائے برحق پر ایمان لاتا ہوں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اب ایمان لانے کا ہوش آیا ہے جب اپنے اختیار سے باہر ہو گیا۔ اس سے پہلے ایمان لانے کا ہوش نہ آیا تھا۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرعون کو وہ تحریر دکھائی جس میں لکھا تھا۔

"مالک کے نافرمان بندے کی یہی سزا ہے کہ اس کو دریائے نیل کے اندر غرق کر دیا جائے۔"

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا تیرے فتوے اور فیصلے کے مطابق آج تجھے سزا ملی ہے۔

فرعون کی لاش پانی پر

فرعون اور اس کی قوم اگرچہ غرق ہو چکی تھی۔ مگر بنی اسرائیل کو شبہ تھا کہ وہ ملعون غرق نہ ہوا ہو اور وہ کشتیوں پر اپنی فوج سوار کرا کر ہم پر حملہ آور ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا شبہ دور کرنے کے لئے فرعون کی لاش پانی پر ظاہر کر دی۔ بنی اسرائیل فرعون کی لاش دیکھ کر مطمئن ہوئے۔

تفسیر "بحرالمواج" میں ہے کہ فرعون کی ایک نوکرانی پانی لانے کے لئے دریا کے کنارے گئی۔ پانی میں ہاتھ ڈالا تو جواہرات سے مرصع داڑھی اس کے ہاتھ میں آئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس کی داڑھی چہرے سے اکھاڑ کر پھینک دی ہو۔ اس عورت نے فرعون کی داڑھی کی شناخت کر کے لوگوں کو بتایا کہ واقعی فرعون غرق ہو چکا ہے۔ یہ اس کی داڑھی ہے۔

قبطیوں کو دونوں وقت ان کا دوزخ کا ٹھکانا دکھایا جاتا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ قبطیوں کی ارواح ایک سیاہ مکان میں محبوس ہیں۔ صبح و شام ان کو آگ دکھلا کر بتایا جاتا ہے کہ تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔

فرعون کی عمر

روایت ہے کہ غرقابی کے وقت فرعون کی عمر ۴۰۰ سال تھی۔ "مواہب علمیہ" میں ہے کہ قبطیوں کے ہلاک ہو جانے کے بعد اب بنی اسرائیل مصر آ کر قبطیوں کی املاک و جائیداد پر قابض ہو گئے تھے لیکن صحیح یہ

ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل نے مصر پر غلبہ کر کے قبطیوں کی املاک اور جائیداد پر قبضہ کر لیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور پر روانگی اور سامری کے فریب گئوسالہ پرستی کا آغاز

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ فرعون کے ہلاک ہو جانے کے بعد خدا کے پاس سے تمہارے لئے کتاب لے آؤں گا۔ فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد بنی اسرائیل نے کتاب کا مطالبہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں درخواست پیش کی۔

حکم ہوا کہ "تیس روزے رکھ کر کوہ طور پر آؤ۔"

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ماہ ذیقعدہ کے تیس روزے رکھ کر یکم ذی الحجہ کو کوہ طور پر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے وقت میرے منہ سے روزہ کی خوشبو آئے گی' مسواک کر لی۔

فرشتوں نے کہا اے موسیٰ! تمہارے منہ سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی تم نے یہ کیا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس خطا کے جرمانے میں دس روزے اور رکھو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عشرہ ذی الحجہ کے دس روزے رکھے۔ ذی الحجہ کے روز آپ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو بلا کر کہا۔

"میں کوہ طور پر کتاب لینے کے لئے جا رہا ہوں' تم میرے قائم مقام ہو۔ قوم کی دیکھ بھال رکھنا۔"

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے کوہ طور کے اردگرد سات سات کوس تک تاریکی اور ظلمت چھائی ہوئی تھی۔ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس تاریکی میں قدم رکھا اس علاقہ سے شیطان کو نکال دیا گیا۔ کراماً کاتبین بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے جدا ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آسمان کی طرف نظر کی تو فرشتے ہوا میں کھڑے دکھائی دیے۔ عرش عظیم بھی دکھائی دیا اور خدا سے ہمکلامی ہوئی۔

تفسیر "کشاف" میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن رات تک خدا سے ہمکلام رہے۔ اس عرصے میں آپ نے ۹۰ ہزار کلمات اللہ تعالیٰ سے سنے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کے دوران یہ بھول گئے کہ وہ دنیا میں ہیں۔ وہ خیال کرنے لگے کہ میں فردوس بریں میں ہوں۔ جنت میں چونکہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی دیدار کی درخواست کی۔ حکم ہوا۔

لن ترانی " تو مجھے نہیں دیکھ سکتا کیونکہ دنیا میں کوئی شخص خدا کو دیکھنے کے بعد زندہ نہیں رہ سکتا۔" ضعف و بشریت کی وجہ سے تم مجھے دنیا میں نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن پہاڑ پر نظر ڈالو' اگر یہ پہاڑ میری تجلی پڑنے کے بعد برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا نور سوئی کے ناکہ کے برابر پہاڑ پر ڈالا۔ اسی وقت دنیا کے تمام دیوانے ہوش میں آ گئے۔ مریض صحت یاب ہو گئے۔ تمام زمین سرسبز ہو گئی۔ کھارا پانی شیریں بن گیا۔ بت اوندھے منہ گر پڑے۔ مجوسیوں کے آتش کدہ کی آگ سرد ہو گئی۔ کوہ طور پارہ پارہ ہو گیا۔ مدینہ میں جبل احد' قاف اور رضویٰ اور مکہ میں جبل ثور'

حرا گر پڑے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس نظارہ کو دیکھ کر بیہوش ہو گئے اور ایک دن رات بے ہوش رہے۔ جب ہوش آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی پاکی اور عظمت بیان کرتے ہوئے اپنی گرویدگی کا اقرار کیا اور عرض کیا تیری عظمت و جلال کی قسم تجھے کوئی شخص دنیا میں نہیں دیکھ سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اگر تم میرا دیدار نہ کر سکے تو غم نہ کرو۔ میں نے تمہیں بنی اسرائیل میں سے رسالت کے لئے منتخب کیا ہے۔ تم سے بلاواسطہ ہم کلام ہوا۔ میں نے تمہیں جو کچھ عطا کیا ہے تم اس پر عمل کرو اور میرا شکر ادا کرو۔

توریت کا نزول

اس کے بعد آسمان سے ۷ یا ۹ لوح نازل ہوئیں۔ اہل کتاب کی روایت کے مطابق یہ الواح یاقوت سرخ یا زبرجد کی تھی۔ اور ان کا طول ۱۰ یا ۱۴ گز تھا۔ صحیح یہ ہے کہ وہ زمرد سبز کی تھیں اور ان الواح پر ہر قسم کے احکامات کندہ تھے۔ ان الواح کا وزن ۷۰ کلو تھا۔ حکم ہوا عزم تمام کے ساتھ ان الواح کو لو اور اپنی قوم کو صدق دلی سے عمل کرنے کا حکم دو۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ توریت میں ہزار سورتیں تھی اور ہر سورت میں ہزار آیات تھیں۔

سامری کون تھا؟

سامری کا نام موسیٰ بن مظفر تھا۔ یہ اس زمانے میں پیدا ہوا تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر بنی اسرائیل کے لڑکے قتل کئے جا رہے تھے۔ اس کی ماں نے پیدائش کے بعد ایک جزیرہ میں ڈلوا دیا۔ وہاں پر حضرت

جبرئیل علیہ السلام نے حکم الٰہی سے اس کی پرورش کی۔ فرعون کی غرقابی کے دوران سامری نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑی کے سم کے نیچے کی تھوڑی سی خاک اٹھا کر رکھ لی تھی۔ سامری اپنے زمانے کا ایک مشہور زرگر تھا۔ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے سامری نے حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا ہم نے قبطیوں سے زیورات عاریتاً" لئے تھے۔ بنی اسرائیل ان کی خرید و فروخت کرنے لگے ہیں۔ ان زیورات کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا۔

" جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف نہ لائیں وہ تمام زیورات اپنی تحویل میں رکھو۔"

سامری نے بنی اسرائیل سے تمام زیورات حاصل کر کے انہیں پگھلا کر ایک بچھڑے کی مورتی بنوائی اور اس کے منہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے سم کی خاک ڈال دی۔ وہ بچھڑا ایک وقت بولنے لگا۔

سامری جس وقت اس کارروائی میں مشغول ہوا اس نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے بات چیت کرنے کوہ طور پر گئے ہیں۔ میں تمہیں خدا کو یہیں دکھا دوں گا۔ بشرطیکہ تم میرا کہا مانو اور میری ہدایت پر عمل کرو۔ جس وقت بچھڑا بولنے لگا سامری نے کہا یہی تمہارا خدا ہے۔ بنی اسرائیل نے سامری کی ہدایت کے مطابق اس کی پوجا شروع کر دی۔ بنی اسرائیل کی اکثریت گئوسالہ پرستی کرنے لگی۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے ہر چند بنی اسرائیل کو گئو پرستی سے منع کیا مگر وہ نہ مانے۔ انہوں نے کہا جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ آجائیں

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بچھڑے کی عبادت کرتے یا نہ کرتے دیکھ لیں ہم اس کی پوجا کو نہ چھوڑیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی اور حضرت ہارون علیہ السلام پر غصہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر مطلع کر دیا تھا کہ تمہاری قوم گئوسالہ پرستی کرنے لگی ہے اور سامری نے ان کو گمراہ کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لے کر واپس تشریف لا رہے تھے۔ غصہ میں بھرے ہوئے تھے قوم کو دیکھا کہ وہ اس بچھڑے کے سامنے دف بجا بجا کر ناچ گانا کر رہی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے کہا۔

" میں تم سے یہ کہہ کر گیا تھا کہ میں تمہارے واسطے کتاب لینے جا رہا ہوں۔ میں اپنے وعدے کے مطابق کتاب لے کر آگیا ہوں۔ کیا تم اس بات کے خواستگار ہو کہ تم پر عذاب نازل ہو !

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے الواح پھینک دیں۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے الواح کے پانچ ٹکڑے آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ صرف ایک ٹکڑا باقی رہ گیا۔ اس ٹکڑے میں ہدایت اور رحمت کا بیان تھا۔

" معالم التنزیل " میں ہے کہ لوح کے اس ٹکڑے پر نصیحت' حدود اور بیان احکام حصول و دوام تھا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے

پاس جا کر ان کی پیشانی اور ڈاڑھی کے بال پکڑ کر کہا۔
" جب تم نے ان لوگوں کو گمراہ ہوتے دیکھا تو ان کو تم نے منع کیوں نہیں کیا۔"

حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا۔ میں نے تو ان لوگوں کو بہت منع کیا۔ مگر انہوں نے میری ایک بھی نہ مانی۔ اگر میں ان پر سختی کرتا تو مجھے یہ قتل کر ڈالتے اور اگر ان سے لڑائی جھگڑا کرتا تو آپ فرماتے کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا۔

حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چار سال بڑے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سگے بھائی تھے۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا تو انہوں نے خدا سے استغفار کیا کہ غصہ میں آ کر الواح پھینک دیں اور بڑے بھائی کی بے حرمتی کی۔

اس کے بعد سامری کو بلا کر سخت غصہ کا اظہار کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ سامری کو قتل کر دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو منع کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گئوسالہ کو منگوا کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں جلا کر دریا میں پھنکوا دیا اور کہا۔

"کم بخت اس خدا کی پوجا تو لوگوں سے کرا رہا تھا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جی تو میرا چاہتا ہے تجھے قتل کر دوں مگر خدا کا حکم نہیں ؟ اس لئے تو ابھی اسی وقت یہاں سے دفع ہو جا اور تیری سزا یہ ہے کہ جب کوئی شخص تیرے پاس آئے تو اس سے کہنا کہ مجھے ہاتھ مت لگائے (سامری کی اولاد میں یہ چھوت کی بیماری آج بھی موجود ہے)

تیرے پاس جو شخص آئے گا اسے بخار آنے لگے گا۔ سامری سے لوگ نفرت کرنے لگے اور وہ تنہا صحرا میں گھومنے لگا۔ اسے جب کوئی آدمی نظر آتا تو یہی کہتا۔ خبردار میرے پاس نہ آنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم توریت پر عمل کرو تو انہوں نے کہا کہ آپ دعویدار ہیں کہ خدا نے مجھ سے ہمکلام ہو کر توریت عطا فرمائی۔ ہم جب تک خدا کا کلام اپنے کانوں سے نہ سن لیں توریت کو خدا کا حکم ماننے کے لئے تیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کے ستر منتخب افراد کو لے کر کوہ طور پر آؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر آدمیوں کو ہمراہ لے کر کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ ایک غیبی ندا آئی اور ایک بادل کا ٹکڑا ان ستر آدمیوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان حائل ہو گیا۔ یہ لوگ تو اس آواز کو سن کر سجدہ میں گر پڑے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہمکلام ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے امرو نواہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مطلع کیا۔ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کے بعد جب حجاب دور ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان منتخب نمائندوں سے کہا۔ سن لیا تم نے خدا کا کلام ؟ ان لوگوں نے کہا کہ سنا ضرور ہے مگر بولتے نظر نہ آیا۔ اس لئے ہم جب تک اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ نہ لیں گے آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔

اسی وقت آسمان سے بجلی گری اور یہ ستر آدمی وہیں ہلاک ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے اور کہنے لگے یا الٰہی ! میں قوم کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا۔ یااللہ ! اگر انہیں ہلاک کرنا ہی تھا تو توریت لے کر ان کے پاس جانے سے پہلے ہلاک کر دیا ہوتا۔ یا تو مجھے یہیں ہلاک کر دے۔ اب ان

کے سامنے جاؤں گا تو وہ یہی کہیں گے کہ موسیٰ نے ہمارے آدمیوں کو قتل کرا دیا۔

چنانچہ حکم ہوا' اے موسیٰ یہ سب آزمائش تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دلداری کے لئے ان ستر آدمیوں کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

غرضیکہ نزول توریت کے بعد بنی اسرائیل کی سرکشی حد سے فزوں ہو گئی۔ انہوں نے توریت کے احکام ماننے اور ان پر عمل کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

" توریت کے احکام بہت سخت ہیں۔ ہم اس پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔"

اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کو ان پر مسلط کر دیا۔ وہ ان کے سروں پر مثل سائبان کے فضا میں معلق ہو گیا۔ سامنے سے آگ بھڑک اٹھی۔ پیچھے سے سیلاب روانہ ہوا۔ اور ان کو ڈرایا گیا اگر توریت کو نہیں مانو گے تو ابھی ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ تب ان سرکشوں نے عذاب الہٰی کا آنکھوں سے مشاہدہ کر کے توریت پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔

قصہ قارون ملعون

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی اور بہنوئی بھی تھا۔ تمام بنی اسرائیل میں قارون سے زیادہ کوئی شخص صاحب جمال اور مال و منال نہ تھا۔ یہ شخص ایک زمانہ میں فقیر' محتاج' متواضع اور بااخلاق تھا۔ مال و دولت ملتے ہی اس کی حالت بدل گئی۔ کہا جاتا ہے کہ فرعون نے اس شخص کو بنی

اسرائیل کا حاکم بنا دیا تھا۔ بڑا ظالم اور جابر اور ازحد متکبر تھا۔ رنگین کپڑے اور اس قدر دراز پہنا کرتا تھا کہ راستہ میں مہتر کو جھاڑو دینے کی ضرورت باقی نہ رہتی تھی۔

قارون کو اتنا مال و دولت کہاں سے ہاتھ لگا تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خزانے اس کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ ایک روایت یہ بھی ہے قارون فرعون کا خزانچی تھا۔ فرعون کی غرقابی کے بعد فرعون کے تمام خزانوں کا مالک بن گیا۔ لیکن معتبر قول یہی معلوم ہوتا ہے اور اسی کو مستند مورخین نے تحریر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیمیاگری جانتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بہن کو کیمیاگری سکھائی تھی۔ قارون نے ان سے سیکھ لی تھی۔

قارون حاسد تھا

"مواہب علیہ" میں ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دیرینہ حسد و کینہ رکھتا تھا۔ جب قارون سے نہ رہا گیا تو اس نے ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

"رسالت کا منصب تو تم نے سنبھال لیا اور قربانی ذبح کرنے کا منصب حضرت ہارون علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔ اب رہ ہی کیا گیا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ازخود رسول نہیں بنا ہوں بلکہ خدا نے بنایا ہے۔

قارون نے قسم کھا کر کہا جب تک تم اپنی رسالت پر دلیل نہیں پیش کرو گے۔ میں تمہاری رسالت کی تصدیق نہیں کروں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سب کو حضرت ہارون علیہ السلام کی عصا کے ساتھ ایک مکان میں رکھ کر مقفل کر دیا۔ رات گزرنے کے بعد جب مکان کھول کر دیکھا گیا تو حضرت ہارون علیہ السلام کے عصاء میں سبز سبز پتے نکل آئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ علامت حضرت ہارون علیہ السلام کی کرامت کی ہے۔

قارون یہ کہہ کر کہ یہ سب تمہاری جادوگری ہے۔ اپنے متبعین کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت سے علیحدہ ہو گیا۔

حضرت موسیٰ پر زنا کی تہمت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑانا قارون کا روزمرہ کا مشغلہ تھا۔ اسی دوران میں بحکم خداوندی زکوٰۃ فرض ہوئی۔ مقررہ حساب سے قارون کو اپنے کل مال کا چوتھائی یا دسواں حصہ فقراء کو دینا چاہئے تھا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش پر اللہ تعالیٰ نے قارون پر ایک ہزار دینار پر صرف ایک دینار فرض قرار دیا۔ اس حساب سے بھی قارون پر مال کی ایک بڑی مقدار کی ادائیگی واجب تھی۔ قارون چونکہ بخیل اور خسیس تھا اس لئے زکوٰۃ کی ادائیگی اس پر شاق گزری اور اس نے بنی اسرائیل سے کہا لو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارا مال تم سے لے کر مالدار بننا چاہتے ہیں۔ بنی اسرائیل نے کہا پھر اب کیا کرنا چاہئے۔

بنی اسرائیل نے ایک فاحشہ عورت کو بلا کر ایک ہزار دینار دے کر وعدہ لیا کہ کل مجمع عام میں صرف اتنی سی بات کہہ دینا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ اگلے روز تمام بنی اسرائیل قارون کے مکان

پر جمع ہو گئے۔ ان ہی لوگوں میں سے ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کیا۔ بنی اسرائیل جمع ہیں تشریف لے چلئے۔ وعظ و نصیحت ارشاد فرمایئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت کے احکام بیان فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کا حکم ہے کہ جو شخص چوری کرے اس کا ہاتھ قلم کر دیا جائے۔ جو شخص زنا کرے اگر وہ شادی شدہ نہ ہو تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں اگر شادی شدہ ہو تو سنگسار کر دیا جائے۔

قارون نے فوراً اٹھ کر کہا۔

"اگر آپ پر زنا کا الزام ہو تو کیا آپ کو بھی سنگسار کر دیا جائے؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ جی ہاں! خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔

قارون نے کہا۔ بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ تم نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے۔ چنانچہ اس عورت کو اسی وقت بلایا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ بات سن کر حیران رہ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس عورت کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تجھے اس خدا کی قسم جس نے دریا کو شق کیا۔ توریت بھیجی ہے' جو بات بھی ہے صاف صاف بیان کر دے۔

اس عورت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ اس نے مال و زر کی پروا نہ کرتے ہوئے صاف طور پر بیان کر دیا۔

اے موسیٰ! مجھ سے تو قارون نے یہ ایک ہزار دینار دے کر وعدہ لیا

تھا کہ لوگوں کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنے ساتھ زنا کی تہمت لگا دینا۔

اس عورت نے اسی وقت وہ ہزار دینار سامنے ڈال دیئے اور عرض کیا۔ میں تو خود ہی گنہگار ہوں' بدکردار ہوں' مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ پر زنا کی تہمت لگاؤں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سجدہ میں سر رکھ کر اللہ تعالٰی سے قارون کی شکایت کی۔ چنانچہ وحی آئی۔

"اے موسیٰ! ہم نے زمین کو آپ کے تابع کر دیا۔ اب تمہیں اختیار ہے جو چاہے کرو۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا' جو لوگ قارون کے ساتھ ہیں وہ تو قارون کے ساتھ رہیں اور جو میرے ساتھ ہیں وہ اٹھ کھڑے ہوں۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان سنتے ہی بنی اسرائیل اٹھ کھڑے ہوئے۔ صرف دس آدمی قارون کے پاس رہ گئے۔

قارون اور اس کے ہمنوا زمین میں دھنس گئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا۔ ان بے ایمانوں کو ایڑیوں تک پکڑ' پھر فرمایا گھٹنوں تک پکڑ' یہ سب بے ایمان کمر تک زمین میں دھنس گئے۔ فریاد کرتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جلال میں تھے ان کی فریاد کی طرف توجہ نہ دی۔

اس کے بعد فرمایا۔ اب گردن تک پکڑ' یہ گیارہ آدمی گردن تک زمین

میں دھنس گئے۔ یہاں تک کہ ان کے وجود نامسعود کو زمین نے ہضم کر لیا۔

" معالم التنزیل " میں ہے کہ قارون روز بروز زمین میں دھنستا جارہا ہے۔ قیامت کے دن ساتویں زمین کے آخری حصہ پر پہنچے گا۔

اس واقعہ کے بعد بھی بنی اسرائیل کی آنکھ نہ کھلی۔ وہ اب بھی آپ کی تکذیب کرتے رہے۔ بنی اسرائیل کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مال و دولت پر قابض ہونے کے لئے قارون کے لئے بددعا کی تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اس کے تمام مال و دولت بھی زمین میں دھنس گئے۔

ایک بوڑھے بنی اسرائیل کا قتل، قاتل کو معلوم کرنے کیلئے گاؤ کشی کا حکم

کتب تفاسیر میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بوڑھا جو نہایت مالدار تھا اس کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ صرف چچازاد بھائی تھے جو اسی تاک میں لگے رہتے تھے کہ بوڑھا مرے تو اس کی دولت ہمارے ہاتھ آجائے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ دونوں بھائیوں نے مل کر اس بوڑھے کو قتل کر کے ایک دوسرے گاؤں کی سرحد پر ڈال دیا اور گاؤں والوں سے اس کے خون بہا کا مطالبہ کیا۔ گاؤں والے جمع ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا!

" یا کلیم اللہ ! دعا فرما دیجئے کہ قاتل کا پتہ چل جائے کس نے قتل کیا ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ وحی آئی، کہ گائے ذبح کر کے

اس کے فلاں حصے کا گوشت مقتول کے جسم سے ملو۔ وہ خود ہی زندہ ہو کر بتا دے گا کہ کس نے قتل کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم الٰہی ان لوگوں کو سنایا تو وہ کہنے لگے۔

" بھلا اس طرح بھی کہیں مردہ زندہ ہوا کرتا ہے ؟ آپ ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم ! میں نے تم لوگوں سے جو کچھ بھی کہا ہے وہ خدا کے حکم سے کہا ہے۔ میں تم لوگوں سے بھلا مذاق کیوں کرتا۔ ان لوگوں نے گائے کے بارے میں بڑی بڑی موشگافیاں شروع کر دیں۔

تفسیر " معالم التنزیل " میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بوڑھا بہت ہی صالح اور متقی تھا۔ اس کا ایک لڑکا صغیر سن تھا۔ اس بوڑھے نے ایک گائے کا بچہ جنگل میں چھوڑ کر خدا سے دعا کی۔ یاالٰہی ! یہ گئوسالہ تیرے حوالہ ہے۔ جب میرا لڑکا جوان ہو جائے گا تو یہ اس کی امانت اس کو مل جائے اور اس کے بعد اس بوڑھے کا انتقال ہو گیا۔ وہ گئوسالہ جنگل میں چرتا پھرتا تھا اور کسی کے ہاتھ نہ آتا تھا۔

الغرض جب وہ لڑکا جوان ہو گیا تو ایک روز اس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ فلاں جنگل میں ایک بچھڑی سنہری رنگ کی چھوڑ کر آیا تھا۔ جا اسے لے آ۔ لڑکے نے جنگل میں جا کر دعا کی۔

" یاالٰہی ! تجھے میرے باپ نے ایک بچھڑی سپرد کی تھی وہ مجھے واپس عطا فرما۔"

یہ آواز سنتے ہی وہ بچھڑی لڑکے کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ لڑکا اسے پکڑ کر ماں کے پاس لے آیا۔ لڑکا چونکہ اپنی ماں کا بہت ہی تابعدار تھا۔ اس نے دریافت کیا کہ اس بچھڑے کو کتنے روپے میں فروخت کر آؤں۔ والدہ نے کہا کہ اس کو تین دینار سے کم میں فروخت نہ کرنا۔ مگر فروخت کرتے وقت خریدار سے کہہ دینا کہ میں اپنی والدہ سے اجازت لے آؤں۔

چونکہ قدرت کو اس بڑھیا اور لڑکے سے ہمدردی مقصود تھی قدرت نے ایک فرشتہ گاہک کی صورت میں بھیج دیا۔ فرشتے نے پوچھا یہ بچھڑی کتنے میں فروخت کرو گے ؟

لڑکے نے جواب دیا تین دینار میں۔ بشرطیکہ میری والدہ کو منظور ہو۔

فرشتے نے کہا۔ اچھا تین دینار دے دوں گا۔

لڑکا والدہ کے پاس اجازت لینے گیا۔

والدہ نے کہا بیٹا دیکھو وہ فرشتہ ہے تیری آزمائش کے لئے آیا ہے تو اس سے یہ پوچھ کہ میں اس گائے کو فروخت کروں یا نہ کروں ؟

لڑکے نے اس فرشتے سے پوچھا کہ یہ گائے فروخت کروں یا نہ کروں ؟ فرشتے نے جواب دیا۔ اس گائے کو فروخت نہ کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس گائے کو خریدیں گے اور اس کی قیمت اس گائے کی کھال میں جتنا سونا آئے گا دیں گے۔

اس بوڑھے کے انتقال کو چالیس سال گزر چکے تھے۔ بنی اسرائیل نے گائے کی جو جو صفات حق تعالیٰ سے بذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دریافت کی۔ ان صفات کی کوئی گائے دستیاب نہیں ہوئی تھی۔

چنانچہ جب اس گائے کا انہیں پتا چلا تو انہوں نے اس شرط پر خریدی

کہ اس کی کھال میں جتنا سونا آئے گا اس کے بدلے اتنا سونا ہم دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق بنی اسرائیل نے گائے ذبح کر کے اس کی دمچی مقتول کے دل سے ملی وہ اسی وقت بحکم خدا زندہ ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ مجھ کو میرے چچا زاد بھائیوں نے قتل کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر سے ملاقات

فرعون کی غرقابی کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں وعظ فرما رہے تھے۔ یکایک مجمع میں سے آواز بلند ہوئی۔

"اے موسیٰ! ہمیں بتاؤ کہ اس روئے زمین پر آپ سے افضل و برتر کوئی اور شخص ہے یا نہیں؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں، مگر دل میں یہ خیال کہ مجھ سے افضل دنیا میں کون ہو گا؟

چنانچہ وحی آئی۔ اے موسیٰ! مجمع البحرین میں (جہاں دریائے فارس اور روم ملتے ہیں) وہاں پر ہمارا ایک خاص بندہ ہے اور اس بندہ کو ہم نے اپنا خصوصی علم عطا فرمایا ہے، تم ان سے ملنے جاؤ۔ اپنے ساتھ ایک خاص آدمی اور بھنی ہوئی مچھلی لے کر جاؤ اور یہ مچھلی تمہیں خود بخود اس شخص کا راستہ بتا دے گی۔ تمہیں اس شخص سے ملوانے میں معاون و مددگار ثابت ہو گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع سے کہا، میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے جا رہا ہوں، تم بھی میرے ساتھ چلو۔ حضرت یوشع چند روٹیاں اور بھنی ہوئی مچھلی لے کر ہمراہ ہو لئے۔ یہ دونوں بزرگ چلتے چلتے مجمع البحرین پر پہنچے۔ وہاں چشمہ آب حیات بہہ رہا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سو گئے۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے وضو کیا۔ اتفاقاً" وضو کے پانی کا ایک دو قطرہ ان کے ہاتھوں سے ٹپک کر اس مچھلی پر جا پڑا۔ وہ اسی وقت زندہ ہو کر پانی میں گھس گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خواب سے بیدار ہو کر چل دیئے۔ سفر کی عجلت میں حضرت یوشع علیہ السلام بھی مچھلی کے واقعہ کو ذکر کرنا بھول گئے۔ مجمع البحرین کی حد سے نکل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ آؤ کھانا کھا لیں۔ کچھ دیر آرام کر لیں۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے مچھلی کے واقعہ کو بیان کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مجھے مطلع کیا تھا کہ تمہیں حضرت خضر سے ملاقات کا راستہ اسی مچھلی کے ذریعہ ملے گا۔ یہ دونوں بزرگ وہاں سے لوٹ کر اسی مقام پر آئے۔ جہاں مچھلی دریا میں کودی تھی۔ جس جگہ مچھلی دریا میں کودی تھی وہاں ایک خشک راستہ بنا ہوا تھا۔ اس راستہ سے چل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ دیکھا حضرت خضر علیہ السلام تکیہ پر سر رکھے چادر تانے لیٹے ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے پاس پہنچتے ہی سلام عرض کیا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے سلام کا جواب دیتے ہوئی دریافت کیا۔

" تم کون ہو ؟ "

" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ میں بنی اسرائیل کا پیغمبر ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ کیا آپ مجھے اپنے ساتھ رکھنے کے لئے رضامند ہیں ؟ "

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہ کر سکو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیوں ؟

حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس لئے کہ تم پیغمبر ہو تمہارا حکم ظاہر پر چلتا ہے۔ شاید میں کوئی ایسا کام کر بیٹھوں جو تمہاری سمجھ میں نہ آئے اور تم مجھ پر اعتراض کر بیٹھو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں انشاء اللہ کسی معاملہ میں آپ کی ہدایت کے خلاف نہ چلوں گا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا اگر یہ بات ہے تو جب تک میں خود نہ بیان کروں کسی معاملہ کی علت یا سبب دریافت نہ کرنا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' بہت اچھا۔ اس کے بعد یہ تینوں بزرگ دریا کے کنارے آگئے۔ دریا کے کنارے کشتی کھڑی ہوئی تھی اس میں سوار ہو گئے۔ کشتی چلنے لگی' چلتے چلتے حضرت خضر علیہ السلام نے کلہاڑی سے تختے کاٹ کر سوراخ کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نہ رہا گیا انہوں نے پوچھا یہ آپ نے کیا کیا؟ کشتی کو غرق کرو گے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا تم نے خلاف عہد مجھ سے کیوں بات کی ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں بھول گیا تھا۔ اب کی بار آپ مواخذہ نہ کیجئے۔

کچھ دیر کے بعد کشتی سے اتر کر یہ تینوں بزرگ ایک قریبی گاؤں کی طرف چل دیئے۔ گاؤں کے پاس کچھ لڑکے کھیل رہے تھے۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے ان لڑکوں میں سے ایک سبز آغاز کو قتل کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ خون ناحق کیوں کیا۔ کیا اس کا

قصاص تم سے نہ لیا جائے گا۔ یہ آپ نے بہت ہی برا فعل کیا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ اسی لئے تو میں آپ کو اپنی رفاقت سے منع کر رہا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ اگر آئندہ ایسا ہو تو آپ مجھے اپنی رفاقت سے علیحدہ کر دینا۔ اسی قصہ میں رات ہو گئی۔ گاؤں والوں نے اپنے اپنے مکانوں کے دروازے بند کر لئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ چونکہ ناشتہ نہ تھا۔ اس لئے آپ نے گاؤں کے متعدد مکانات پر دستک دی۔ مگر کسی نے اپنا دروازہ نہ کھولا۔ مجبور ہو کر بھوکے پیاسے گاؤں سے باہر بسیرا کرنا پڑا۔ صبح ہوئی تو وہاں سے چل پڑے۔ اسی گاؤں کی حد میں ایک دیوار کج نظر آئی (گرنے ہی والی تھی) حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ ان گاؤں والوں نے تو آپ کو کھانے کو بھی نہیں پوچھا۔ آپ کو کیا ضرورت تھی کہ گرتی دیوار کو درست کر دیا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا بس اب میرا تمہارا ساتھ ختم ہوتا ہے۔ اچھا اب تم بات سن لو۔

"اس کشتی میں سوراخ میں نے اس لئے کیا تھا کہ اگر ایسا نہ کرتا تو وہ کشتی جس بادشاہ کی حدود و سلطنت میں چل رہی تھی وہ اس کشتی کو پکڑ کر ضبط کر لیتا۔ عیب دار کشتی دیکھ کر اس نے اسی لئے اسے چھوڑ دیا۔"

"اور جس لڑکے کو میں نے قتل کیا تھا اس کے ماں باپ دونوں مسلمان تھے یہ لڑکا کافر تھا۔ اندیشہ تھا کہ محبت مادری و پدری کی وجہ سے اس

کے ماں باپ کفر میں داخل نہ ہو جائیں اس لئے ایسا کیا۔"

" اور جس گرتی ہوئی دیوار کو میں نے سیدھا کر دیا تھا اس میں حکمت یہ تھی کہ اس دیوار کے مالک کے دو یتیم بچے ہیں۔ اور اس دیوار کے نیچے خزانہ تھا۔ ان بچوں کے باپ نے یہ دعا کی تھی الٰہی! یہ خزانہ تیرے سپرد ہے جب میرے بچے جوان ہو جائیں۔ ان کو مل جائے۔

" حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ! میرے ان تینوں کاموں میں یہ حکمت تھی اور میں نے جو کچھ کیا خداوند قدوس کے ایماء سے کیا۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رخصت کر دیا۔ چلتے وقت حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ اے موسیٰ! میری دو نصیحتیں یاد رکھنا۔

(۱) مخلوق کے ساتھ نہایت خوش خلقی سے پیش آنا۔

(۲) کسی شخص سے کسی قسم کی طمع نہ رکھنا۔

بنی اسرائیل کو عمالقہ سے جنگ کرنے کا حکم اور چالیس سال تک میدان تیہ میں محاصرہ

فرعون کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔ وحی آئی کہ بنی اسرائیل کو اریحا کی طرف لے جاؤ اور عمالقہ سے جنگ کرو۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہ فوجیں تھیں۔ ہر فوج میں ایک لاکھ بیس ہزار مرد علاوہ بچوں اور عورتوں کے تھے۔ ہر لشکر پر ایک ایک نقیب مقرر تھا۔ جو اپنی اپنی فوج کا حاکم اور افسر اعلیٰ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زہد

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس فرعون کی ہلاکت کے بعد نہ کوئی سواری تھی نہ رہنے کے لئے مکان تھا۔ آپ ایک پوستین پہنے رہتے تھے۔ سر پر نمدے کی ٹوپی اور پیر میں کچے چمڑے کی جوتی پہنے رہتے تھے۔ آپ کے پاس ایک عصا دو شاخہ تھی جو ہر وقت ہاتھ میں رہتی تھی۔ جہاں رات ہو جاتی تھی وہیں قیام فرماتے تھے۔ کھانا پینا بنی اسرائیل کے ذمہ تھا۔ کسی کے یہاں سے صبح کا کھانا آتا تھا اور کسی کے یہاں سے شام کو۔

عمالقہ کے حالات

اریحا نواح بیت المقدس کے ایک مقام کا نام ہے' جہاں قوم عمالقہ آباد تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ تم بنی اسرائیل کو وہاں لے جاؤ اور عمالقہ سے جنگ کرو۔ عمالقہ بڑے لمبے تڑنگے مرد تھے۔ اسی اسی گز لمبا ان کا قد تھا۔ ارض مقدسہ کے اردگرد ایک ہزار کے قریب دیہات تھے جن میں یہ لوگ آباد تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بارہ فوجوں کو لے کر ارض مقدسہ کے قریب پہنچ گئے اور نقیبوں کو حکم دیا کہ عمالقہ کے حالات کی تفتیش کر کے آؤ۔ یہ بارہ فوجی افسر اریحا کے پاس ایک شخص عوج بن عنق سے ملے۔ باغات کا معائنہ کیا۔ پیداوار کا یہ عالم تھا کہ ایک خوشہ انگور ایک جوان آدمی سے نہ اٹھتا تھا۔ یک انار اتنا بڑا تھا کہ اس کے چھلکے کے اندر ایک آدمی بعد فراغت بیٹھ سکتا تھا۔ عوج بن عنق کو جب معلوم ہوا تھا کہ یہ لوگ ساری قوم سے لڑنے آئے ہیں تو یہ ان بارہ آدمیوں کو ایک مٹھی میں پکڑ کر گھر لے آیا اور بیوی سے کہنے لگا یہ لوگ ہم سے لڑنے آئے ہیں کہو تو ان کا کچومر نکال دوں۔

بیوی نے کہا نہیں نہیں، ایسا نہ کرنا، انہیں چھوڑ دو۔ یہ لوگ جب اپنی قوم سے ہمارے حالات سنائیں گے تو وہ خود ہی ڈر کے مارے بھاگ جائیں گے۔ اس کے بعد عوج بن عنق نے اپنے باغ سے ایک دانہ انار کا توڑوا کر ان لوگوں کے سامنے ڈلوا دیا۔ نصف دانے سے بارہ کے بارہ آدمی سیر ہو گئے۔ عون بن عنق نے کہا جاؤ تم واپس چلے جاؤ اور یہ نصف دانہ انار بھی ساتھ لیتے جاؤ۔

الغرض عون بن عنق کی اسارت سے رہائی پا کر یہ لوگ واپس آگئے اور باہمی طے کیا کہ اپنی قوم سے ان لوگوں کے حالات بیان نہ کرنا۔ ورنہ وہ ان لوگوں سے جنگ کرنے سے صاف انکار کر دیں گے۔

اس کے بعد ان بارہ نقیبوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عمالقہ کے حالات سنائے مگر باہمی عہد پر قائم نہ رہے۔ دس نقیبوں نے اس قوم کا آنکھوں دیکھا حال اپنی قوم کے سامنے بیان کیا۔ یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا اپنے عہد پر قائم رہے۔

بنی اسرائیل کا جہاد سے انکار

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جنگ کرنے کے لئے فوج کو ترتیب دی۔ عوج بن عنق پہاڑ کی برابر زمین کا ایک ٹکڑا سر پر اٹھا کر بنی اسرائیل سے مقابلہ کے لئے آیا۔ مگر قدرت خداوندی سے ہدہد نے اپنی چونچ سے اس میں سوراخ کر دیا۔ جس سے وہ زمین کا ٹکڑا طوق کی طرح گردن میں پڑ گیا۔ ادھر یہ ہوا ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عصا عوج بن عنق پر پھینک کر ماری تو اس کی ایڑی میں جا کر لگی۔ جس سے وہ خطرناک طریقہ پر

زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فوج نے بڑی سخت محنت اور کوشش سے اس کافر کو جہنم رسید کیا۔

عوج بن عنق اتنا لمبا آدمی تھا کہ اس کے پیر کی ایک ہڈی دریائے نیل پر ایک سال تک پل کا کام دیتی رہی۔ لوگ اس کے اوپر چلتے پھرتے اور ادھر سے ادھر آتے رہے۔

عوج بن عنق کو دیکھ کر بنی اسرائیل کے چھکے چھوٹ گئے اور کہنے لگے کہ ایسی زبردست اور طاقتور قوم سے لڑنا ہمارے بس کا کام نہیں۔ یہ لوگ اس علاقہ سے خود ہی نکل جائیں تو ہم داخل ہو سکتے ہیں۔

یوشع بن نون اور کالب نے ہر چند ان لوگوں کو سمجھایا مگر یہ لوگ نہ مانے بلکہ الٹا جواب دینے لگے۔ تم اپنے خدا کو ساتھ لے کر اس قوم سے لڑو۔ ہم آگے قدم نہیں بڑھائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کی بزدلی اور نافرمانی کا سخت صدمہ ہوا۔ دست بدعا ہو کر عرض کیا۔

" الٰہی ! ہمارے اور ان کے درمیان جدائی پیدا کر دے' یہ لوگ بڑے ہی نافرمان اور سرکش ہیں۔"

حکم ہوا کہ ان لوگوں پر ارض مقدسہ حرام ہے۔ نہ یہ اس علاقے سے باہر جاسکیں گے نہ ارض مقدسہ میں داخلہ ان کو نصیب ہو گا۔ یہ لوگ اپنی نافرمانی کی پاداش میں چالیس سال تک حیران و سرگرداں رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

میدان تیہ میں پہنچ کر یہ لوگ صبح کو چلتے رہتے۔ شام ہو جاتی تو ٹھہر جاتے۔ صبح سو کر اٹھتے تو اسی مقام پہ موجود ہوتے جہاں سے وہ کل کو چلے

تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون' حضرت یوشع اور کالب بھی قوم کے ساتھ رہتے تھے۔

میدان تیہ چھ فرسخ طویل و عریض وادی تھی۔ اس وادی میں ایک کنواں تھا۔ بنی اسرائیل اس کا تمام پانی پی گئے۔ کنواں خشک ہو گیا۔ پیاس کے مارے مرنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے مناجات کی۔

وحی آئی۔ موسیٰ! پتھر پر عصا مار۔ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا ماری تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ ہر قبیلہ کے لئے ایک چشمہ۔

ان چشموں کا پانی نہایت شریں اور خوشگوار تھا۔ یہ چشمے عصا مارنے سے جاری بھی ہو جاتے تھے اور بند بھی۔ کچھ عرصہ بعد جب بنی اسرائیل کے پاس سایہ کے لئے خیمہ' شامیانہ اور کھانے پینے کا سامان نہ رہا تو وہ بھوک اور دھوپ کی وجہ سے بدحال ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ایک بادل ان پر سایہ کرنے لگا اور کھانے کے لئے من و سلویٰ اترنے لگا۔ میدان تیہ میں بنی اسرائیل کے کپڑے میلے ہو جاتے تو وہ ان کو آگ میں ڈال دیتے وہ صاف ستھرے اور نئے ہو جاتے تھے۔ رات کو روشنی کے لئے آسمان سے نور کا ستون نازل ہوتا تھا۔ چالیس سال پورے ہونے کے بعد جو بنی اسرائیل میدان تیہ میں زندہ رہ گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ساتھ لے کر اریحا کو فتح کیا اور ایک مدت تک اقامت پذیر رہے۔

حضرت ہارون و حضرت موسیٰ علیہما السلام کی وفات

حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہما السلام سے تین یا چار سال بڑے

تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وفات سے ایک سال پہلے وفات پا گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو آپ کی وفات کی اطلاع دی۔ بنی اسرائیل کہنے لگے غلط بات ہے۔ تم نے ہارون کو قتل کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکار کیا مگر وہ نہ مانے اور کہنے لگے۔ اگر تم سچے ہو تو ان کو دکھاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے حضرت ہارون علیہ السلام نے زندہ ہو کر قوم کو بتایا کہ مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قتل نہیں کیا۔ میں خود اپنی موت مرا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ انتقال فرما گئے۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ چھ دنوں کے بعد ملک الموت روح قبض کرنے آئے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اتنی زور سے ان کے منہ پر چانٹا مارا کہ ان کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔

ملک الموت نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ درست کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تمہیں زندہ ہی رہنے کا شوق ہے تو کسی بیل کی پشت پر ہاتھ رکھو۔ تمہارے ہاتھ سے نیچے جتنے بال آئیں گے اتنے سال تمہاری عمر بڑھا دی جائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے بعد کیا ہو گا ؟ ملک الموت نے کہا۔ اس کے بعد بھی پھر وہی موت آجائے گی جو پہلے آئی تھی۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اول بھی مرنا' آخر بھی مرنا۔ میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔

ملک الموت نے آپ کی روح قبض کر لی۔ فرشتوں نے آپ کو غسل

دے کر نماز جنازہ پڑھ کر سپرد خاک کیا۔ بوقت وصال آپ کی عمر ۱۲۳ سال تھی۔

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ حضرت الیسع علیہ السلام کے چچا زاد بھائی تھے۔ تین واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی بعثت کا قصہ یہ ہے کہ حزقیل کے وصال کے بعد بنی اسرائیل بدراہ بن کر فسق و فسادات' بت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو نبوت و رسالت عطا فرما کر بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں جتنے نبی آئے وہ سب توریت کے پیروکار اور مبلغ تھے) حضرت یوشع بن نون نے شام فتح کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو تقسیم کر دیا تھا۔ بعلبک میں جو لوگ آباد تھے وہ بعل بت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ یہ بت زر خالص کا تیں گز لمبا تھا۔ اس کے چالیس منہ تھے۔ لوگ اس کی حد سے زیادہ تعظیم و پرستش کرتے تھے۔

۴۰۰ ملازم تو صرف اس بت کی خدمت پر مامور تھے۔ شیطان اس کے کھوکھلے پیٹ میں بیٹھ کر لوگوں کو اپنی باتوں سے گمراہ کیا کرتا تھا۔ پجاری اس کی باتوں کو وحی خداوندی کی طرح قطعی اور یقینی سمجھ کر فوراً ہی یاد کر کے ان لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ اس قوم کا بادشاہ بھی بت پرست تھا اور بت پرستی کی ترویج میں کوشاں رہتا تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے اس بادشاہ کو ہر جمعہ

دعوت توحید دی، مگر اس نے ایک بات پر بھی کان نہ دھرا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی دعوت پر اس بادشاہ کے امراء میں سے صرف ایک امیر نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس بادشاہ کی بیوی بھی بادشاہ کی غیر موجودگی میں اپنے شوہر کی طرح حکومت کیا کرتی تھی۔ اس بڑھیا ملکہ نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو قتل کرایا تھا بہت معمر اور سن رسیدہ تھی۔ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام بھی اسی ظالم کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو اس ظالم اور جابر بادشاہ اور ملکہ کو غضب الٰہی سے خبردار کرنے بھیجا کہ مالک باغ کا قتل ناحق ہوا ہے۔ اگر قتل ناحق سے توبہ نہ کر کے باغ مقتول کے ورثا کو واپس نہ کیا تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے غضب سے ہلاک کر دے گا۔

بادشاہ راندۂ درگاہ فرمان خداوندی کو سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔

کہنے لگا واہ! یہ بھی کوئی بات ہے۔ فلاں بادشاہ کا بھی یہی مذہب تھا اور فلاں فلاں کا بھی، یہ سب لوگ غلط راستے پر تھے۔ اس کے بعد وہ حضرت الیاس علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے کے درپے ہو گیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کو جب بادشاہ کی بدنیتی کا علم ہوا تو وہ شہر چھوڑ کر کوہستان کی طرف چلے گئے۔

حضرت الیاس علیہ السلام ایک دشوار گزار پہاڑ پر رہنے لگے۔

بادشاہ نے حضرت الیاس علیہ السلام کی جستجو کے لئے جاسوس چھوڑ دیئے مگر سات سال تک پتہ نہ چل سکا۔ اسی دوران میں بادشاہ کا اکلوتا بیٹا بیمار ہو گیا۔ صحت کی امید نہ رہی بعل بت کی ہر چند خوشامد کی اور اس کے پجاریوں نے گھنٹے بجا بجا کر خوب نعرے لگائے۔ مگر شیطان کو چونکہ خدا نے بعل کے پیٹ میں داخل ہو۔ سے روک رکھا تھا اس لئے نہ تو اس کی

درخواست اور فریاد کا کوئی جواب ہی ملا اور نہ شفا کی کوئی صورت نظر آئی۔ مجبور ہو کر یہ طے پایا کہ ملک شام کے خدا کی طرف رجوع کیا جائے۔

اس زمانے میں ملک شام میں کسی دوسرے بت کی پرستش ہوا کرتی تھی۔ پجاریوں نے بادشاہ سے کہا کہ آپ سے بعل بت سخت ناراض ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کیوں؟

پجاریوں نے جواب دیا۔ اس لئے کہ آپ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ مجھے حضرت الیاس علیہ السلام کا ٹھکانا معلوم ہے ذرا میرا بچہ صحت یاب ہو جائے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا ظہور

حضرت الیاس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے سات سال تک پہاڑ پر رہے۔ وحی آئی اب پہاڑ سے اترو اور ان لوگوں کے پاس جاؤ۔ ان سے کسی قسم کا کوئی خوف نہ کرنا۔ میں تمہارا محافظ ہوں۔ تمہارا رعب ان کے دلوں پر ڈال دوں گا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے قوم کو طلب کر کے خدا کا پیغام سنایا۔

لوگوں نے حضرت الیاس علیہ السلام کی زبانی خدا کا پیغام بادشاہ کو پہنچایا۔ بادشاہ نے کہا جب تک میری جان میں جان ہے میں حضرت الیاس علیہ السلام کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔

بادشاہ نے پچاس آدمیوں کی ایک جماعت کو یہ پڑھا کر بھیجا کہ تم حضرت الیاس علیہ السلام کے پاس جاؤ اور یہ ظاہر کرو کہ ہم اور بنی اسرائیل

آپ پر ایمان لے آئے ہیں۔ آپ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے تشریف لے چلیں۔

دشمنوں پر قہر الٰہی

مکار اور جھوٹے لوگوں کی جماعت حضرت الیاس علیہ السلام کے پاس آئی اور انہوں نے خوب جھوٹی سچی باتیں ملائیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے خدا سے دعا کی "اگر یہ لوگ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو تو میری مدد فرما اور اگر جھوٹے ہوں تو مجھے ان کی شرارت سے بچا۔"

ابھی حضرت الیاس علیہ السلام دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ فوراً آسمان سے آگ نازل ہو کر ان جھوٹوں اور مکاروں کو جلا کر خاکستر کر گئی۔

آسمانی آگ میں سوخت ہونے کے بعد بادشاہ نے بڑے بڑے طاقتور لوگوں کی ایک جماعت حضرت الیاس علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے بھیجی۔ یہ جماعت بھی آسمان کی آتش سوزاں کی نذر ہو گئی۔ تیسری بار بادشاہ نے اپنے مسلمان وزیر کو حضرت الیاس علیہ السلام کو بلانے کے لئے بھیجا اور اپنے آدمیوں کو ہدایت کی کہ اگر وزیر اعظم نے ان کی گرفتاری میں تساہل کیا تو تم ان کو فوراً باندھ کر میرے پاس لے آنا۔ وزیر اعظم حضرت الیاس علیہ السلام کا متبع تھا وہ جونہی حضرت الیاس علیہ السلام سے ملا سارا قصہ گوش گزار کیا۔

وحی آئی کہ دشمن کی طرف سے یہ سارے مکر و فریب تمہیں اسیر کرنے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ اچھا اب تم دونوں بادشاہ کے پاس جاؤ۔ میں تمہیں بچاؤں گا حفاظت کروں گا بادشاہ کو اس کے بیٹے کی موت میں اس

طرح مبتلا کروں گا کہ اسے تمہارا خیال بھی نہ رہے گا۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا دوسری مرتبہ ظہور

سات سال تک پہاڑ پر رہتے رہتے آپ کی طبیعت گھبرا گئی تھی۔ خدا کے حکم سے پہاڑ سے اترے۔ تب حضرت یونس علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کو چونکہ پہاڑ کی کھلی فضا میں رہنے کی عادت ہو گئی تھی اس لئے وہ شہر کے مکان کی تنگی سے دل برداشتہ ہو کر پہاڑ پر واپس چلے گئے اور معبود حقیقی کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی والدہ آپ کو ڈھونڈتی پھرنے لگی۔ بڑی جستجو اور تلاش کے بعد ملے۔

جب قوم کی نافرمانی اور بداعمالی حد سے بڑھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کیا بات ہے تم بنی اسرائیل سے کیوں خائف ہو۔ میں نے تم سے حفاظت کا وعدہ کیا تھا تم جو کچھ مانگنا چاہو مانگو۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے عرض کیا میں بنی اسرائیل سے بہت ہی رنجیدہ ہوں مجھے تو تو اپنے پاس بلا لے۔

دوبارہ وحی آئی۔ اے الیاس ! میں دنیا کا نظام و صلاح قائم رکھنے کے لئے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو برقرار رکھوں گا۔ خواہ تم تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ میں تم سے کچھ اور ہی کام لینا چاہتا ہوں۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر مجھے زندہ رکھنا ہی منظور ہے تو بنی اسرائیل سے انتقام لے !

حکم ہوا۔ بنی اسرائیل سے کس قسم کا انتقام لینا چاہتے ہو ؟

عرض کی یا الٰہی ! میں چاہتا ہوں کہ سات سال تک بغیر میری اجازت کے بارش نہ برسے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ! اے الیاس ! میری مخلوق میں خواہ کتنے ہی ظالم اور بدکار کیوں نہ ہوں میں ان پر نہایت شفیق و مہربان ہوں۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے عرض کیا ! یا الٰہی میں کس چیز سے اپنا گزر اوقات کروں گا ؟ حکم ہوا۔ پرندوں کو تمہارے لئے مسخر کروں گا وہ تمہارے کھانے پینے کا سامان فراہم کر دیں گے۔ اس کے بعد بارش ہونی بند ہو گئی۔ اس کے بعد درخت سوکھ گئے۔ کھیت سوکھ گئے۔ جانور بے آب و گیاہ مرنے لگے۔ لوگوں پر سخت تباہی اور مصیبت آئی۔

حضرت الیاس علیہ السلام اپنی قوم سے پوشیدہ پہاڑوں جنگلات میں رہتے تھے۔ وہاں اللہ تعالیٰ ان کا رزق پہنچاتا رہتا تھا۔ لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ اگر کسی مکان سے دھواں اٹھتا دیکھتے تو یہی کہتے کہ اس مکان میں حضرت الیاس علیہ السلام ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی قوم تین سال تک قحط میں مبتلا رہی۔ ایک دن حضرت الیاس علیہ السلام نے ایک بڑھیا سے دریافت کیا کہ تیرے پاس کچھ کھانے پینے کو ہے۔

بڑھیا نے جواب دیا کہ تھوڑا آٹا اور روغن زیتون ہے ؟ حضرت الیاس علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ حق تعالیٰ نے اس قدر برکت عطا فرمائی کہ لوگ حیران رہ گئے۔ لوگوں نے آخر اس بڑھیا سے دریافت کیا کہ تیرے پاس یہ دولت کہاں سے آئی ؟ بڑھیا نے بیان کیا کہ فلاں دن ایک بزرگ میرے پاس آئے تھے یہ سب انہی کی کرامت اور برکت ہے۔

لوگوں نے کہا ہوں نہ ہوں وہ حضرت الیاس علیہ السلام تھے۔ لوگ آپ کی تلاش میں گھومنے لگے۔ آخر ایک روز آپ مل گئے۔ حضرت الیاس

علیہ السلام نے حضرت الیسع کی والدہ کے گھر میں پناہ لی۔ حضرت الیسع ان دنوں بیمار تھے۔ آپ کی دعا کی برکت سے صحت یاب ہو گئے۔ الیسع آپ پر ایمان لا کر ہر وقت آپ کے ساتھ رہنے لگے۔

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام حضرت ہود علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام متا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل نینوا کی تبلیغ و ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام ایک مدت تک اہل نینوا کو تبلیغ و ہدایت کرتے رہے مگر انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی ایک بات پر بھی کان نہ دھرا۔ آخر تنگ آکر خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ قوم میری بات نہیں مانتی ان پر اپنا عذاب نازل فرما۔

حکم ہوا۔ "ان لوگوں سے کہہ دو تین دن انتظار کرو تین دن بعد عذاب نازل ہو گا۔"

حضرت یونس علیہ السلام قوم کو فرمان خداوندی سنا کر ایک پہاڑ کی کھوہ میں چھپ گئے۔ تین دن پورے ہو جانے پر مالک جہنم کو حکم دیا گیا کہ دوزخ کی آتش بار ہوا اہل نینوا چھوڑ دو۔ چوتھے روز جب وقت موعود پر کالی گھٹا اٹھ کر آسمان سے آگ برسانے لگی تو حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش ہوئی۔ مگر ان کا پتا نہ چل سکا۔ مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے گڑگڑانا شروع کر دیا۔ چالیس روز کی مسلسل گریہ و زاری اور توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے عذاب سے

قوم کو نجات عطا فرمائی۔

حضرت یونس علیہ السلام اور مچھلی کا واقعہ

چالیس روز بعد حضرت یونس علیہ السلام قوم کی خبر لینے نینوا آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب رحمت میں تبدیل ہو گیا۔ انہیں فکر ہوا کہ میں نے انہیں عذاب سے ڈرایا تھا' خدا کا عذاب رحمت کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ اگر میں اب ان لوگوں کے پاس جاؤں تو وہ کہیں گے کہ میں نے ان سے جو کچھ وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا تھا۔

یہ سوچ کر آپ واپس چلے گئے۔ چلتے چلتے دریا کے کنارے پہنچے تو حضرت یونس علیہ السلام کا بڑا لڑکا دریا میں غرق ہو گیا۔ چھوٹے لڑکے کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام تنہا کھڑے رہ گئے۔

اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کشتی میں سوار ہو کر چل دیئے۔ یکایک بیچ دریا میں کشتی کھڑی ہو گئی۔ ملاح نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہے۔ دیکھ بھال ہوئی مگر ایسا کوئی آدمی نظر نہ آیا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے کہا میں اپنے آقا کے پاس سے بھاگ کر آیا ہوں۔ مجھے دریا میں پھینک دو (اس زمانے میں اپنے آقا کے پاس سے جو شخص بھاگ کر کشتی میں سوار ہو کر راہ فرار اختیار کرتا تو کشتی چلتے چلتے رک جایا کرتی تھی اور جب تک اس غلام کو دریا میں نہیں پھینکا جاتا تھا کشتی آگے نہ چلتی تھی۔)

حضرت یونس علیہ السلام نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ وہ خدا کی اجازت کے بغیر اپنی قوم کے پاس سے بھاگ کر آئے تھے۔ الغرض حضرت یونس

علیہ السلام کے فرمانے پر ملاح نے کہا معاذاللہ ! آپ کیوں غلام مفرور ہوتے۔ جب کشتی کو رکے ہوئے بہت دیر ہو گئی اور حضرت یونس علیہ السلام کا اصرار جاری رہا تو آپ خود ہی دریا میں کود گئے۔

ایک مچھلی خدا کے حکم سے منہ کھولے کھڑی تھی جیسے ہی آپ کودے مچھلی آپ کو نگل گئی۔ حضرت یونس علیہ السلام اپنے نفس کو ملامت کرنے لگے۔ تو کیوں اپنی قوم سے بھاگ کر آیا تھا' یہ تیری زیادتی ہے۔

ادھر مچھلی کو حکم خداوندی ہوا ' " ہم نے حضرت یونس علیہ السلام کو تیری غذا نہیں بنایا ہے بلکہ تیرا پیٹ ان کے لئے قیدخانہ ہے۔"

بہرحال آپ باختلاف رائے سات ماہ یا چھ سال تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ روایت ہے کہ اس عرصہ میں اس مچھلی نے سات دریاؤں کے چکر لگائے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اس کے پیٹ کی کھال کو آئینہ کی طرح صاف شفاف بنا دیا۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ کے اندر سے دریاؤں کے اندرونی عجائبات کی سیر کرتے رہے۔ " معالم التنزیل " میں ہے کہ اس مچھلی نے اس عرصہ میں چھ ہزار سال کی مسافت پانی میں طے کی تھی۔

حضرت یونس علیہ السلام شکم ماہی میں ذکر حضرت ذوالجلال میں مصروف رہے۔ آپ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت الظالمین ○

مدت معینہ پوری ہونے کے بعد مچھلی نے آپ کو ایک صحرا میں جہاں پر نہ کوئی درخت تھا' نہ پہاڑ' نہ دریا۔ پیٹ سے نکال کر پھینک دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام اس درجہ بیمار اور ضعیف ہو گئے تھے گویا ابھی آپ ماں کے

پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ سر اور داڑھی کے بال تک جھڑ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر سایہ کرنے کے لئے درخت کدو دراز کی۔ بیل پھیلا دی۔ جس کے پتوں سے دھوپ سے حفاظت کی، مکھی بھی قریب نہ آتی تھی اور ایک پہاڑی بکری کو مامور کر دیا وہ دونوں وقت آپ کو دودھ پلا جاتی تھی۔

کچھ دنوں کے بعد جب آپ کے جسم کی کھال درست ہو گئی اور بال وغیرہ نکل آئے جسم میں بھی توانائی آ گئی تو ایک روز آپ دن میں سو گئے۔ بیدار ہوئے تو کدو کی بیل خشک تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام کو یہ خشک بیل دیکھ کر بہت صدمہ ہوا سوچ میں مبتلا ہو گئے۔

وحی آئی کہ پتے خشک ہو جانے کا تمہیں اتنا صدمہ ہوا۔ مگر میرے ہزاروں بندوں کو ٹھکرایا ان کے لئے تم نے بددعا کی ان کا صدمہ نہ ہوا۔

القصہ صحت یابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو پھر نینوا بھیجا۔ اس وقت نینوا کی آبادی ایک لاکھ یا کم و بیش تھی۔ اہالیان نینوا کو جب آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو وہ آپ سے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آئے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے مواعظ و ارشادات پر عمل پیرا ہوئے۔

آخرکار وہ وقت بھی آ ہی گیا جو ہر فرد بشر کے لئے آیا کرتا ہے۔ واصل بحق ہو گئے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا مزار مبارک کوفہ میں ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت شموئیل علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ ہم میں سے کسی شخص کو بادشاہ بنا دیا جائے جس کی مدد سے ہم خدا کی راہ میں لڑیں اور جالوت سے جنگ کریں۔ جالوت عمالقہ میں سے تھا۔ بت پرست اور مشرک تھا۔ بنی اسرائیل اس کے مظالم سے پریشان تھے۔ بنی اسرائیل میں چونکہ کوئی بادشاہ نہ تھا اس لئے ان کی طاقت منتشر تھی۔ جالوت نے چونکہ بنی اسرائیل کو ان کی املاک سے بے دخل کر دیا تھا۔ اس لئے جالوت کے خلاف بنی اسرائیل کو بہت غصہ تھا۔

الغرض شموئیل علیہ السلام سے جب بنی اسرائیل نے اپنی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے فرمایا۔ ایسا نہ ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنگ کی اجازت مل جائے اور تم گھر میں چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ بنی اسرائیل نے کہا واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے' ہم اپنے دشمن سے بدلہ لینے میں سر تن کی بازی لگا دیں گے۔

روایت ہے کہ جالوت اتنا ظالم و جابر بادشاہ تھا کہ اس زمانہ میں مختلف ملکوں کے شہزادے اس کی قید میں تھے۔ کتنی ہی بے گناہ رعایا کو ان کی املاک سے محروم کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ جلاوطنی اور خانہ بدوشی پر مجبور ہو گئے تھے۔

حضرت شموئیل علیہ السلام کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ایک تیل کا بھرا ہوا پیالہ اور ایک عصا بھیجا کہ تمہارے گھر میں آنے والے لوگوں میں سے

جس کی آمد پر تیل خود بخود جوش مارنے لگے اور عصا بھی اس کے قد سے برابر ہو جائے بس وہی شخص بادشاہت کے لائق ہو گا۔

حضرت شموئیل علیہ السلام نے یہ حکم قوم کو سنا دیا۔ حضرت شموئیل علیہ السلام کے گھر لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی اتفاقاً" ایک دباغ جس کا نام طالوت تھا حضرت شموئیل علیہ السلام کے پاس آیا تو وہ تیل خود بخود جوش مارنے لگا اور عصا بھی اس کے قد کے برابر ہو گیا۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے قوم کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بادشاہی کے لئے طالوت کو منتخب کر لیا۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ یہ شخص قوم کا دباغ ہے۔ بنیامین کی اولاد میں سے ہے' جس میں آج تک نہ کوئی نبی ہوا ہے' نہ بادشاہ' ہم یہودا کی اولاد ہیں۔ ہم سلطنت کے مستحق ہیں یہ نہیں۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے کہا کہ اس شخص میں اللہ تعالیٰ نے صلاحیت دیکھی تھی تو سلطنت کے لئے منتخب کیا۔ بنی اسرائیل خاموش ہو گئے۔

طالوت مردانہ حسن و جمال کا مالک تھا' نہایت دانا اور صاحب فراست اور امور سلطنت کا عالم و ماہر تھا۔ طالوت کا قد چونکہ دراز تھا۔ اس لئے وہ ابنائے جنس میں ممتاز نظر آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا۔

" اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے وہ جس کو چاہتا ہے اور جس کو مستحق سمجھتا ہے سلطنت عطا فرما دیتا ہے۔"

بنی اسرائیل نے کہا کہ بادشاہی تو ہمیں مل گئی لیکن بادشاہی کی علامت اور نشانی بھی تو ہونی چاہئے۔

حضرت شموئیل علیہ السلام نے کہا ہے کہ طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تابوت سکینہ عطا فرمائے گا۔ عمالقہ تابوت سکینہ کو بنی

اسرائیل سے چھین کر اپنے علاقہ میں لے گئے تھے۔ اس تابوت کو ان لوگوں نے جہاں جہاں رکھا وہاں کے لوگ آفت میں مبتلا ہوئے۔ مجبور ہو کر کوڑے میں دفن کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ اس کو اٹھوا کر پیغمبر زماں کے پاس بھجوا دیا۔

جالوت سے جنگ کی تیاری

الغرض طالوت ۷۰ ہزار فوج لے کر پیغمبر زماں کی ہدایت کے مطابق ایلیا کی طرف چل پڑا اور طالوت نے کہا کہ تم میں سے اچھے اور برے کی تمیز کے لئے اللہ تعالیٰ تمہارا اردن اور فلسطین کے درمیان ٹھنڈے پانی کی نہر سے امتحان لے گا۔ ہر شخص کو چاہئے کہ اس کو کتنی ہی پیاس کیوں نہ لگی ہو ایک چلو پانی سے زیادہ نہ پیئے۔ جو شخص ایک چلو سے زیادہ پانی پیئے گا وہ ہمارے مذہب اور جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ فوج مارچ کر رہی تھی۔ گرم ہوا چل رہی تھی۔ سب کے سب پیاس سے بیتاب تھے۔ راستہ میں ٹھنڈے پانی کی نہر پڑی۔ چنانچہ ایمان دار لوگوں نے حسب ہدایت پیاس بجھانے کے لئے صرف ایک چلو پانی پر اکتفا کیا اور بے ایمان لوگوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔

جن لوگوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا ان کے دل سیاہ ہو گئے اور ان پر اس قدر تشنگی غالب ہوئی کہ پانی پیتے پیتے ان کے پیٹ پھول گئے اور وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے۔ صرف ۳۱۳ آدمیوں نے بادشاہ اور پیغمبر کے حکم کی تعمیل کی تھی۔

القصہ طالوت کے ساتھ صرف ۳۱۳ جوان رہ گئے۔ جنھوں نے جالوت کی ۷۰ ہزار فوج کا مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر زماں پر وحی بھیجی کہ جالوت'

حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہو گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو طلب کیا گیا۔ راستہ میں تین پتھروں نے بحکم الٰہی ناطق ہو کر کہا کہ ہمیں اٹھا لو۔ ہمارے ذریعہ جالوت کی موت واقع ہو گی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان تینوں پتھروں کو اٹھا لیا اور طالوت کے لشکر میں پہنچ کر خدا سے فتح و نصرت کی دعا کی۔

اس کے بعد جب لڑائی کے لئے صفیں آراستہ ہوئیں اور مقابلہ شروع ہوا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے گوپھن میں پتھر رکھ کر جو پھینکا تو وہ جالوت کے سر میں جا کر لگا۔ سر پھٹ گیا۔ جالوت کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ طالوت نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اپنی لڑکی کا عقد اس سے کر دوں گا۔ طالوت نے حسب وعدہ اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ کر کے نصف سلطنت بخش دی۔ کچھ دنوں بعد بقیہ نصف سلطنت بھی دے دی اور حضرت داؤد علیہ السلام بجائے طالوت کے بادشاہ بنی اسرائیل بن گئے۔

سلطنت کے بعد اعزاز رسالت

سلطنت ملنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو اعزاز رسالت عطا فرمایا گیا۔ توریت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور وعظ و نصیحت اور حضور نبی کریم آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مذکور ہے۔ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک چار ہزار پیغمبر ایک ہی شریعت کے مبعوث ہوئے۔ حضرت ایوب' حضرت الیاس' حضرت الیسع' حضرت یوشع' حضرت شمعون' حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت زکریا'

حضرت یحییٰ علیہم السلام یہ سب حضرات توریت کے متبع تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنایا کرتے تھے

تفسیر " معالم التنزیل " میں ہے کہ ایک روز ایک فرشتہ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے عرض کیا۔ یانبی اللہ بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بسر اوقات کیا کریں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں درخواست پیش کی۔ یا الٰہی میں کیا کام کروں گا؟

حکم ہوا کہ " لوہے کی زرہ بنایا کرو۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہے کو نرم کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنانے لگے۔ ایک زرہ چھ ہزار درہم میں فروخت ہوا کرتی تھی۔ چار ہزار درہم تو آپ راہ خدا میں صرف کر دیتے تھے اور دو ہزار درہم آپ اپنے اہل و عیال کے مصارف میں لے آتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا نغمہ

حضرت داؤد علیہ السلام نہایت خوش آواز تھے۔ آپ کا نغمہ جانفزا سن کر ہوا اور بہتا ہوا پانی بھی کھڑا ہو جاتا تھا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے پہاڑ بھی آپ کے ہمراہ چل پڑتا تھا اور تسبیح خوانی میں پہاڑ بھی آپ کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ جس وقت حضرت داؤد علیہ السلام خوش آوازی سے توریت پڑھتے تو آپ کے سرپر ہزاروں خوش الحان پرندے جمع ہو کر شریک ہوتے تھے۔ بہت سے لوگوں پر وجد و کیف کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ بے ہوش ہو جاتے۔

" شفاء " قاضی عیاض میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اتنی دیر میں پوری زبور تلاوت کر لیتے تھے کہ جتنی دیر میں گھوڑے پر زین کسی جاسکتی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ہفتہ کے دن اور دن کے چوبیس گھنٹے مختلف کاموں کے لئے مخصوص کر رکھے تھے۔ دن کے چوبیس گھنٹے میں کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ آپ کے اہل خانہ میں سے کوئی نہ کوئی نماز پڑھتا ہوا نظر نہ آتا ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام طے کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ ایک دن روزہ رکھتے تھے ایک دن افطار کرتے تھے۔

اوریا کی بیوی سے نکاح کا قصہ

اوریا کی بیوی کا قصہ کتب تفاسیر میں مختلف انداز سے مذکور ہے اور بعض ارباب قلم نے وہ بے تکی باتیں لکھ دی ہیں کہ عقل سلیم ان کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن جو بات قریب قریب صحیح معلوم ہوتی ہے وہ صرف اتنی سی ہے کہ اوریا نے اپنے نکاح کا پیغام کسی عورت کے پاس بھیجا تھا۔ عورت نے کسی وجہ سے اس کے پیغام کو رد کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا پیغام منظور کر لیا۔ نکاح ہو گیا اور اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام کے گھر میں ۹۹ بیویاں موجود تھیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر عتاب

اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند آئی کہ جب اوریا نے اس عورت کے پاس اپنا پیغام بھیج رکھا تھا تم نے اس کے پیغام پر اپنا پیغام کیوں بھیجا؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام کو بصورت فریق متخاصم بھیج کر حضرت داؤد

علیہ السلام کو ان کی خطا پر متنبہ کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن رات سر بسجود روتے رہے توبہ قبول ہونے کے بعد مدت العمر صوم دوام رکھنے لگے اور شرم و حیا سے آخر عمر تک بھی آسمان کی طرف نگاہ نہ اٹھائی۔

ایک عجیب و غریب زنجیر

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک زنجیر عطا فرمائی تھی جس کا ایک سرا آسمان پر اور دوسرا صومعہ حضرت داؤد علیہ السلام میں تھا۔ جو بیمار اس زنجیر کو مس کرتا تو فوراً صحت یاب ہو جاتا۔ فریق متخاصم میں سے جو دعویدار حق پر ہوتا اس زنجیر کو پکڑ لیتا تھا اور جھوٹے شخص کا ہاتھ زنجیر تک نہ پہنچ پاتا تھا۔ اور اس زنجیر سے بعض غلط کار قسم کے لوگوں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ زنجیر اٹھالی تھی۔

بنی اسرائیل کی نافرمانی اور اس کا انجام

تفسیر "مدارک" میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں جمعہ کا دن یہودیوں کے لئے عبادت کے واسطے مقرر کیا گیا تھا۔ مگر انہوں نے جمعہ کا دن چھوڑ کر ہفتہ کا دن اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ اس دن کی تعظیم یہودیوں پر فرض تھی۔

دنیاوی کاروبار میں مصروفیت اور مچھلی کا شکار کرنے کی ممانعت تھی۔ بنی اسرائیل نے چونکہ حکم خداوندی کی نافرمانی کر کے عبادت کے لئے ازخود ایک دن مقرر کر لیا۔ اس لئے وہ عتاب خداوندی کا شکار ہوئے۔ ہفتہ کے دن یہودی مچھلی کا شکار نہیں کر سکتے تھے مگر اس روز مچھلیاں پانی سے منہ نکال کر

سطح آب پر نمودار ہو جاتی تھیں۔ یہودیوں نے حوض بنا رکھے تھے جن کا تعلق دریا سے تھا ہفتہ کے دن مچھلیوں کو حوض کی طرف ہانک کر راستہ میں جال لگا دیتے تھے۔ اتوار کی صبح کو پکڑ لیتے۔ غرض یہ کہ جب یہودیوں کا اس پر عمل جاری رہا اور خدا کا عذاب ظاہر نہ ہوا تو وہ اور بھی دلیر ہو گئے اور انہوں نے اس دن کی تعظیم بالکل ترک کر دی۔ بنی اسرائیل میں سب ہی لوگ نہ برے تھے نہ اچھے۔

بعض لوگ اس قدر دلیر تھے کہ انہیں خدا کے حکم کی کوئی پرواہ ہی نہ تھی اور بعض ایسے تھے جو کہ ان نافرمانوں کو منع کرتے تھے۔ ان سے کوئی واسطہ نہ رکھتے تھے۔ خدا کے عذاب سے ڈراتے تھے اور بعض اس معاملہ میں بالکل غیر جانب دار تھے' نہ ان نافرمانوں کو منع کرتے تھے اور نہ ہی تائید کرتے تھے۔

ایک روز ایسا ہوا کہ دن بھر کوئی شکاری گھر سے باہر نظر نہ آیا۔ لوگوں نے تفتیش حال کیا تو معلوم ہوا کہ ان سب بدکاروں کی صورتیں مسخ ہو گئیں۔ یہ سب بندر بن گئے۔ تین دن تک یہ لوگ اسی حالت میں رہے اور چوتھے دن سب کے سب مر گئے۔ نوجوانوں کی شکل و صورت بندروں کی اور بوڑھوں کی شکل خنزیر کی بن گئی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانشینی

روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے درباری ملازم تھے۔ چونکہ صاحب زہانت و ذکاوت تھے اور بعض عدالتی امور میں

مشورہ دیتے تھے۔ " معالم التنزیل " میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس لڑکے تھے۔ ہر ایک لڑکا بادشاہ بننے کا خواہش مند تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سربمہر خط حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ اس خط میں چند سوالات تحریر تھے۔ ارشاد ہوا کہ تمہارا جو لڑکا ان سوالات کا جواب دے گا وہ مستحق حکمرانی سمجھا جائے گا۔ اور تمہارے بعد وہی تمہارا وارث اور جانشین ہو گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک لڑکا بھی کسی سوال کا جواب نہ دے سکا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام سے عرض کیا اگر اجازت ہو تو ان سوالات کے صحیح جواب عرض کروں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سوالات کے صحیح جواب بیان کئے۔ تمام اکابر بنی اسرائیل آپ کے فضل و کمال کے قائل ہو گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی سلطنت حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرما دی اور اس سے اگلے روز انتقال کر گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر بوقت وصال ۱۷۰ سال تھی۔ مزار مبارک بیت المقدس میں ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت نشین ہونے کے بعد وہ انگشتری زیب انگشت مبارک فرمائی جسے حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے لے کر آئے تھے۔ انگشتری پہنتے ہی پرندے صف بستہ کھڑے ہو گئے۔ وحشی جانور' جنگلات اور پہاڑوں سے آ آ کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تمام پریاں' دیو' جنات حاضر ہو کر اظہار اطاعت کرنے لگے۔ تمام روئے زمین

اور جو چیزیں زمین پر ہیں آپ کی تابع ہو گئیں۔ آپ جس دریا پر تشریف لے جاتے تھے دریا پکار کر کہتے تھے کہ میرے اندر موتی جواہرات ہیں' لینا چاہو تو لے لو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام دیوؤں کے ذریعہ موتی جواہرات نکلوا لیتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ اسلام روئے زمین کے شہنشاہ تھے۔

حضرت سلیمان پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے

تفسیر " مواہب علیہ " میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی زبان کی تعلیم فرمائی تھی اس لئے وہ ہر پرندے کی بولی سمجھتے تھے۔ تفسیر " مدارک " میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ

☆ ... فاختہ بولتی ہے لیت الخلص لم یخلق " کاش کہ دنیا پیدا نہ ہوئی ہوتی "

☆ ... مور بولتا ہے۔ کما تدین تدان " جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔"

☆ ... سنگ خورہ کہتا ہے۔ من سکت سلم ومن سلم نجا "جو شخص خاموش رہا' سلامت رہا۔ جس شخص کو سلامتی حاصل ہوئی اس نے نجات پائی۔"

☆ ... کرگس کہتا ہے۔ یا ابن ادم عش ماشئت آخرک الموت " اے ابن آدم دنیا میں جب تک جی چاہے جیتا رہ انجام کار موت آئے گی۔"

☆ ... باز کہتا ہے فی البعد من الناس انس " آدمیوں سے دور رہنا ہی انس اور راحت ہے۔"

☆ ... مینڈک بولتا ہے۔ سبحان ربی القدوس مینڈکی کہتی ہے سبحان المذکور لکل لسان۔

☆ ... ہد ہد کہتا ہے من لا یرحم لا یرحم۔

☆ ... شپر کہتی ہے قدموا خیراً تجدوہ۔

☆ ... قمری کہتی ہے سبحان ربی الاعلیٰ۔

☆ ... طوطا بولتا ہے کل حی یموت کل جدید بال۔

☆ ... چیل بولتی ہے کل شئی ھالک الا وجھہ۔

☆ ... بلبل کہتی ہے سبحان الخالق الدائم۔

☆ ... کوا چنگی اور ٹیکس وصول کرنے والوں پر لعنت بھیجتا ہے۔ تفسیر "وسیط" میں سند صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ مرغا اپنی زبان میں کس بات کی بانگ دیتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اذکروا اللہ یاایھا الغافلون کہتا ہے۔

بہرحال جانوروں کی بولیاں سمجھنا حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ دیو چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مسخر اور تابع فرمان تھے اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام دیوؤں سے کام لیتے تھے۔ دیو چونکہ نہایت سرکش قوم ہیں اس لئے حق تعالیٰ نے ان کی نگرانی کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا تھا۔

تفسیر " مدارک " اور " معالم التنزیل " میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک ہزار شیش محل تھے۔ تین سو میں منکوحہ بیویاں اور ۷۰۰ سریت تھیں۔

"معالم التنزیل" میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بیس ہزار گھوڑے تھے۔ ایک روز آپ ان گھوڑوں کا معائنہ کرنے لگے تو بہت دیر ہو گئی۔ عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ (عصر کی نماز حضرت سلیمان علیہ السلام پر فرض تھی) مغرب کا وقت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے موکلین کو حکم دیا کہ آفتاب لوٹا لاؤ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس اعزاز کے شکرانہ میں تمام گھوڑے راہ خدا میں قربانی کر دیئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں گھوڑے کی قربانی جائز تھی۔ یہ گھوڑے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مال غنیمت میں عمالقہ سے ہاتھ لگے تھے۔ گھوڑے کی قربانی کے بعد چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سواری کے لئے جانور نہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو آپ کے لئے مسخر کر دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر

تفسیر "کشاف" اور "مدارک" میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج ایک ہزار مربع فرسخ میں قیام کرتی تھی (یعنی تین ہزار مربع میل) پچیس فرسخ میں آدمیوں کی فوج، پچیس فرسخ میں جنات کی فوج، پچیس فرسخ پر پرندوں کا لشکر اور پچیس فرسخ میں وحوش کا۔ ربط و ضبط کا یہ عالم تھا کہ اتنی طویل و عریض جگہ میں کوئی سپاہی اپنی فوج سے جنبش نہ کر سکتا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت شاہی

روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت بچھانے کے لئے ایک خاص قسم کا فرش بنایا گیا تھا، جس کا طول و عرض ایک فرسخ یعنی تین میل تھا۔

اس فرش کے درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت بچھایا جاتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کی بناوٹ خالص سونے چاندی کی تھی۔ تخت کے نیچے دو شیر بنے ہوئے تھے۔ جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر تشریف لاتے تھے تو وہ دونوں شیر اپنے بازو پھیلا دیتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام آتے تھے تخت کے اوپر جو دو کرگس بنے ہوئے تھے۔ تخت نشین ہونے پر وہ اپنے دونوں پروں سے سر پر سایہ کرتے تھے۔

" ذخیرۃ الملوک " میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کا طول و عرض ایک فرسخ (تین میل) تھا۔ تخت کے داہنی طرف سونے کی چھ ہزار کرسیاں اور بائیں طرف چاندی کی چھ ہزار کرسیاں بچھی ہوئی تھیں اور اس کے برابر چھ محرابیں بنی ہوئیں تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جس وقت تشریف رکھتے تھے سنہری کرسیوں پر انبیاء علیہم السلام تشریف رکھتے تھے۔ علماء چاندی کی کرسیوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ محرابوں میں بنی اسرائیل کے عبادت گزار لوگ نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا دارالحکومت

روایت ہے کہ جنات نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ملک شام میں شہر تدمر آپ کے لئے تعمیر کیا تھا۔ آپ روزانہ صبح کو تدمر سے چلے آتے تھے اور شام کو واپس چلے جاتے تھے۔ " مختار القصص " میں مذکور ہے کہ آپ صبح کو تدمر سے روانہ ہو کر قیلولہ اصطخر اور شیراز میں فرمایا کرتے تھے۔ رات کو کابل میں قیام کر کے اگلے دن چاشت کے وقت اصطخر پہنچ جاتے تھے اور رات ہونے سے پہلے پہلے تدمر واپس آجاتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہو جاتا تھا کہ

دوپہر کا کھانا شہر رے میں تناول فرماتے تھے اور شام کا سمرقند میں۔

ایک عجیب و غریب کرسی

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک عجیب و غریب کرسی تھی جس کے ایک ہزار حصے تھے اور ہر حصے میں ایک ہزار خانے تھے جس میں انسان و جنات بیٹھے رہتے تھے۔ نیز اس کرسی کے ہر حصہ پر ایک ہزار شیاطین مامور تھے جو کرسی کو اٹھائے رکھتے تھے۔ جس وقت کرسی فضا میں اٹھ جاتی تو ہوا اس کو چلا کر اس مقام تک پہنچا دیتی تھی جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام تشریف لے جانا چاہتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے باورچی خانہ کا خرچ

تفسیر "مدارک" میں ہے کہ جنات نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج کے کھانا کھانے کے لئے لکڑی کے اتنے بڑے پیالے تیار کئے تھے جس کے گرد ایک ہزار آدمی بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور کھانا پکانے کی دیگیں پتھر کی بنی ہوئی تھیں۔ دسترخوان پر پتھر کی خالی دیگیں رکھی ہوتی تھیں۔ بادل کو حکم ہوتا تو وہ پانی سے پر کر دیتا تھا۔ کئی ہزار اونٹ اور کئی ہزار بکریاں روز ذبح ہوتی تھیں۔ ایک دیگ میں دس اونٹوں کا گوشت پکتا تھا۔ صبح و شام ایک ہزار دیگیں پکائی جاتی تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے باورچی خانہ کے علاوہ ملازموں کے باورچی خانوں سے ہزارہا مخلوق خدا سیر ہوتی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام دن بھر روزے سے رہتے تھے۔ عدالت کے کاموں سے فارغ ہو کر جو وقت بچتا تھا اس میں زنبیل بنا کرتے تھے اور شام کو اسے فروخت کر کے جو کی دو ٹکیاں پکا کر قبرستان تشریف لے جاتے۔ کوئی مسکین مل جاتا تھا تو اس

کے ساتھ روزہ افطار فرماتے۔ رات کو ایک کمبل اوڑھ کر سو جایا کرتے تھے۔ یہ تھا آپ کا کھانا اور روزہ افطار کا عمل۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا گزر وادی نمل پر

تفسیر " معالم التنزیل " میں ہے کہ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کے وقت ملک شام سے روانہ ہو کر یمن کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کا گزر طائف کے جنوب میں ایک ایسی وادی پر ہوا جہاں چیونٹیاں ہی چیونٹیاں رہا کرتی تھیں۔ یہ چیونٹیاں جنات کی سواریاں تھیں۔ جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر اس وادی سے گزرنا شروع ہوا تو ایک لنگڑی چیونٹی نے پکار کر اعلان کیا' اے چیونٹیو ! اپنے اپنے گھروں اور ٹھکانوں میں آجاؤ' ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے تم پامال ہو جاؤ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی یہ بات سن کر ہنسنے لگے اور اس لنگڑی چیونٹی کو بلا کر فرمایا۔

تجھے معلوم نہیں کہ میرا لشکر کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ چیونٹی نے عرض کیا یا نبی اللہ ! آپ جو کچھ ارشاد فرما رہے ہیں بجا اور درست ہے۔ میں چونکہ اپنی قوم کی سردار ہوں۔ اس لئے اپنی قوم کو ہدایت کرنا میرا فرض اولین ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا لشکر تو ہوا میں پرواز کر رہا ہے۔ پھر تمہیں خطرہ کیونکر محسوس ہوا؟

چیونٹی نے عرض کیا۔ اس بات سے میری غرض یہ تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ چیونٹیاں آپ کے لشکر کے نظارہ میں مشغول ہو کر خدا کے ذکر سے غافل ہو جائیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا کہ تیرے پاس کتنی فوج ہے؟

چیونٹی نے عرض کیا کہ میرے پاس فوج کے چار ہزار افسر ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ماتحت چار ہزار کے قریب چیونٹیاں موجود ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تمہاری فوج زیر زمین کیوں پوشیدہ رہتی ہے؟

چیونٹی نے عرض کیا یا نبی اللہ' اللہ تعالیٰ ہمیں رہائش کے لئے زمین عطا فرما رہے تھے مگر ہم نے زیر زمین رہنا ہی پسند کیا تا کہ کسی کو ہمارے حال سے واقفیت اور خبر نہ ہو۔

چیونٹی نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے ایک آدھ کا حال بیان کرو؟

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو میری سواری بنا دیا ہے جو ایک ماہ کی مسافت شام کو طے کرا دیتی ہے۔

چیونٹی نے کہا یا نبی اللہ آپ کو معلوم ہے کہ ہوا کو مسخر کئے جانے کے کیا معنی ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دولت و حکومت عطا فرمائی ہے وہ ہوا کی طرح آنی جانی ہے۔

ہدہد کا حال اور ایک دن کی غیرحاضری

تفسیر "مدارک" میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں ہدہد پانی تلاش کرنے والی پارٹی کا افسر تھا۔ ہدہد کو زمین کے نیچے کا پانی اس طرح نظر آتا تھا جس طرح شیشے میں رکھی چیز نظر آتی ہے۔ ہدہد کی ہدایت پر دیو زمین

گھود کر پانی نکال لیتے تھے۔

" منتخب حیواۃ الحیوان " میں ہے کہ ہدہد کے ماتحت بارہ ہزار افسر تھے اور ہر افسر کی ماتحتی میں بارہ ہزار ماتحت تھے۔ جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی سواری رواں ہوتی تھی پرندوں کی فوج فضا میں سایہ افگن رہتی تھی۔

" معالم التنزیل "میں ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہو کر آپ سرزمین حرم تشریف لے گئے۔ وہاں چند روز قیام فرمایا۔ ان دنوں آپ کے باورچی خانہ میں پانچ ہزار اونٹ' پانچ ہزار گائیں اور بیس ہزار بکریاں ذبح ہوا کرتی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی پیشین گوئی

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اس زمانہ کے قوم کے بڑے بڑے لوگ ملنے کے لئے آتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اسی مقام سے نبی عربی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء کا ظہور ہو گا۔ وہ ان خوبیوں کے مالک ہوں گے۔ لوگ دریافت کرتے تھے کہ نبی آخرالزماں کا ظہور کس زمانہ کے اندر ہو گا' تو ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ایک ہزار سال کے بعد۔

غرضیکہ مکہ مکرمہ میں چند روز قیام کے بعد آپ ایک روز صبح کے وقت روانہ ہو کر زوال کے وقت صنعا یمن پہنچے۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا' آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔ ہدہد نے موقع غنیمت جان کر آسمان کی طرف پرواز شروع کر دی اور بہت اونچائی پر پہنچ کر ادھر ادھر نظر ڈالی تو ایک نہایت خوبصورت اور عالیشان باغ نظر آیا۔ ہدہد فوراً اس باغ کی طرف پرواز کرنے لگا۔ اتفاقاً" اس باغ میں ایک اور ہدہد رہا کرتا تھا۔

دو طرفہ ملاقات ہوئی اور ایک نے دوسرے سے پوچھا۔ یمن کے ہدہد نے بتایا کہ تمہارے بادشاہ حضرت سلیمان علیہ السلام تو صاحب حشمت و دولت ہیں مگر ہماری ملکہ بھی بڑی آن و شان کی ہے۔ یمن کے اس ہدہد نے کہا اگر تم نیچے اتر آؤ تو اپنے ملک کی سیر کراؤں۔

ہدہد نے کہا اب نماز کا وقت ہے ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پانی کی ضرورت پیش آجائے اور میری غیرحاضری سے ان کو غصہ آجائے۔

القصہ ہدہد سرسری معائنہ کے بعد واپسی کے لئے پرواز کرنے لگا۔ ہدہد تو آسمان میں پرواز کر رہا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پانی کی ضرورت پیش آئی۔ ہدہد کی طلب ہوئی مگر وہ غیرحاضر تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہت غصہ آیا اور باز کو عملاً کہا کہ فوراً ہدہد کو تلاش کرنے کے لئے جاؤ۔ اگر کوئی معقول وجہ ہدہد نے اپنی غیرحاضری کی بیان نہ کی تو میں اسے قتل کرا دوں گا یا سخت ترین سزا دوں گا۔

ہدہد واپس ہی آرہا تھا کہ راستہ میں باز پرواز کرتا ہوا نظر آیا۔ باز نے ہدہد کو دیکھتے ہی ڈانٹ پلائی۔ تو ہدہد ڈر گیا۔ ہدہد نے خدا کی قسم دے کر رحم کی درخواست کی۔ باز نے اسے چھوڑ دیا اور کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تجھ پر سخت خشمناک ہیں۔ انہوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ یا تو تجھے سخت سزا دیں گے یا قتل کرا دیں گے۔ کچھ دیر بعد یہ دونوں اڑتے ہوئے دربار میں حاضر ہوئے۔ باز نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضور والا میں ہدہد کو گرفتار کر لایا ہوں۔

ہدہد حاضر ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پر انتہائی خفگی کا

اظہار کیا۔ پھر دریافت کیا۔ آخر تو کہاں چلا گیا تھا۔ کیوں غیر حاضر تھا؟

ہدہد نے عرض کیا کہ آج میں ایسی چیز دیکھ کر آیا ہوں کہ آپ کی نظر سے بھی نہ گزری ہو گی۔ قصہ یہ تھا کہ میں ہوا میں اڑ رہا تھا۔ ایک ہدہد اڑتا ہوا میرے پاس آیا وہ ہدہد شہر سبا کا (جو کہ یمن کے علاقہ میں واقع ہے) رہنے والا تھا۔ اس نے میرے سامنے اپنے شہر اور اپنے باشاہ کی خوب تعریف بیان کی۔ مجھے اس کی باتیں سن کر شہر سبا اور اس کے بادشاہ کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ میں اس کے ساتھ چلا گیا۔ شہر سبا اور اس کی ملکہ کو دیکھ کر آیا ہوں۔

ہدہد نے ملکہ اور شہر سبا کی تعریفوں کے پل توڑ دیئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ اس شہر کا بادشاہ کون ہے؟ رعیت کیسی ہے اور ان کا دین و مذہب کیا ہے؟

ہدہد نے عرض کیا۔ یانبی اللہ! اس شہر پر ملکہ بلقیس حکومت کرتی ہے اس کا تخت نہایت، عظیم الشان ہے، سونے چاندی کا بنا ہوا ہے۔ ہیرے جواہرات سے مرصع و مزین ہے ملکہ بلقیس اور اس کی رعایا آفتاب کی پرستش کرتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا فرمان بلقیس کے نام

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے نام ایک خط سربمہر ہدہد کر دے کر روانہ کیا۔ بلقیس دربار میں بیٹھ ہوئی تھی۔ اردگرد اراکین کا مجمع تھا۔ ہدہد اڑتا اڑتا دربار میں پہنچا اور وہ سربمہر خط بلقیس کے سامنے ڈال کر بیٹھ گیا۔

بلقیس اور اس کے درباری اس حیرت انگیز نظارہ کو دیکھ کر محو حیرت رہ

گئے۔ درباریوں نے ہدہد سے دریافت کیا کہ یہ خط کس کے پاس سے لائے ہو ؟
ہدہد نے جواب دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ کے پاس سے لایا ہوں۔
خط کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان لا تعلوا علّی واتونی مسلمین O

خط کا مضمون پڑھ کر درباری اور ملکہ بلقیس ششدر رہ گئے۔ بلقیس نے درباریوں سے کہا کہ کہو کیا رائے ہے۔ بلقیس نے درباریوں کا رجحان جنگ کی طرف دیکھا مگر اس نے اس مشورہ کو پسند نہ کیا۔ بلقیس نے کہا اچھا میں پہلے کچھ تحائف بھیج کر دیکھ لوں کہ وہ انہیں قبول کرتے ہیں یا نہیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ صرف بادشاہ ہی ہیں یا پیغمبر بھی ہیں۔

بلقیس کا وفد دربار سلیمانی میں

بلقیس نے پانچ سو غلام اور پانچ سو حسین دوشیزائیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں بھیجنے کے لئے منتخب کیں۔ غلاموں کو زنانے کپڑے اور زیورات پہنا دیئے۔ دوشیزاؤں کو مردانے کپڑے اور غلاموں کو ہدایت کی کہ تم دربار میں پہنچ کر زنانہ انداز میں گفتگو کرنا۔ باندیوں سے کہا تم مردانہ انداز میں بات چیت کرنا۔ کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے تمہارے مرد یا عورت ہونے میں ان کو شبہ ہو۔ ان کے علاوہ ایک ہزار اینٹیں سونے چاندی کی۔ سونے کا تاج جواہرات سے مرصع۔ مشک و عنبر اور ایک ایسا خم دار مہرہ جس میں دھاگا پرونا دشوار تھا۔

القصہ بلقیس نے یہ سب ہدایا ایک شخص منذر کے ہاتھ روانہ کئے اور

اس کو ہدایت کی دربار میں نہایت نرمی سے گفتگو کرنا۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمہاری طرف خشمگیں نظروں سے دیکھا تو ان سے ڈرنا مت' سمجھ لینا کہ وہ بھی ہماری طرح ایک بادشاہ ہیں۔ اور اگر خوش خلقی اور نرم گفتاری سے پیش آئے تو وہ یقیناً خدا کے نبی ہوں گے۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہوں گے تو وہ مرد و عورت میں تمیز کر سکیں گے۔ خمدار مہرہ میں دھاگا پرو دیں گے۔

ادھر منذر بلقیس کے تحفے تحائف لے کر روانہ ہوا' اور ادھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آگاہ کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیوؤں کو حکم دیا کہ سونے چاندی کی اینٹیں فوراً تیار کر کے فلاں میدان میں (جو ۳۱ میل لمبا تھا) بچھا دو اور کچھ حصہ خالی چھوڑ دو اور چار دیواری تیار کر کے سونے چاندی کے کنگرے بنا دو جس روز منذر بلقیس کے تحفے تحائف لے کر پہنچا تو اس میدان کے چاروں طرف چوپائے صف بستہ کھڑے ہو گئے۔ اس میدان کے وسط میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت بچھایا گیا۔ سونے چاندی کی کرسیاں بچھائی گئیں۔ آدمیوں' پریوں' جنات سب کے سب آپ کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوئے۔ پرندے فضا میں بادلوں کی طرح جم گئے۔

جس وقت منذر نے میدان میں قدم رکھا تو اس کی حیرانی کی کوئی حد نہین رہی کہ سونے چاندی کی اینٹوں پر پرندے پیشاب اور مینگنیاں کر رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر اسے اپنے تحائف حقیر معلوم ہونے لگے اور وہ دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کرنے لگا۔ جس وقت وہ فرش طے کر کے خالی زمین پر

پہنچا تو اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میرے ساتھ جو سونے چاندی کی اینٹیں ہیں ان کے متعلق کہیں مجھ پر یہ الزام نہ عائد ہو جائے کہ میں نے یہ اینٹیں یہیں سے چرائی ہوں گی اس خیال سے منذر نے سونے چاندی کی اینٹیں وہیں پھینک دیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے خندہ روئی سے اس کا استقبال کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ ڈبہ پیش کرو جس میں در ناسفتہ اور مہرہ خم دار ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے لکڑی کھانے والے کیڑے کو حکم دیا کہ ان موتیوں اور مہروں میں سوراخ کرو۔ انہوں نے سوراخ کر دیئے۔

پھر اور دو کیڑوں کو حکم دیا کہ ان کے اندر دھاگا پرو دو۔ کیڑوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد پانی منگوا کر غلاموں اور کنیزوں کو حکم دیا کہ منہ ہاتھ دھولو تاکہ سفر کا گرد غبار دور ہو جائے اور بقیہ تحائف کے متعلق فرمایا۔ ہمیں ان چیزوں کی حاجت نہیں ہم کو خدا نے علم و دولت' حکومت سب کچھ عطا فرما دیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ منذر اب تم واپس چلے جاؤ اور بلقیس اور اس کی قوم سے کہنا کہ وہ میری اطاعت قبول کریں ورنہ میں اپنی فوجوں سے ان کے ملک کو روند ڈالوں گا۔ بے عزتی الگ ہوگی۔

منذر نے سبا پہنچ کر بلقیس سے سارا حال عرض کیا۔ بلقیس بولی' وہ بلاشبہ پیغمبر ہیں۔ ان سے مقابلہ کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ بلقیس نے اسی روز اپنا تخت سات تالوں کے اندر بند کر کے پہریدار مقرر کر کے اپنے ماتحت

بادشاہوں کو ساتھ لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گئی۔

بلقیس دربار سلیمانی میں

دیوؤں کو جب بلقیس کی آمد کی اطلاع ملی تو انہیں فکر ہوئی۔ بلقیس نہایت حسین و جمیل خاتون ہے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا اور اس سے لڑکا پیدا ہوا تو وہی آپ کے بعد آپ کا جانشین ہو گا' ہمارے لئے مصیبت کا سامان ہو گا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے بلقیس کے متعلق اس کے حسن و جمال کی برائی کریں۔ عیب نکالیں تاکہ بلقیس کی طرف رغبت اور توجہ پیدا نہ ہو۔ چنانچہ بعض بڑے بڑے جنات نے حاضر دربار ہو کر عرض کیا۔

حضور ! بلقیس تو بڑی ہی کم عقل عورت ہے۔ بہکی بہکی باتیں کرتی ہے اور اس کے پاؤں ایسے ہیں جیسے کہ گدھے کے کھر اور اس کی پنڈلیوں پر اس قدر بال ہیں کہ وہ نہایت ہی مکروہ نظر آتی ہے۔

جس وقت بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام سے ایک فرسخ فاصلے پر آ گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو بلقیس کا تخت اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے اٹھا لائے۔

ایک دیو نے عرض کیا۔ حضور دربار برخاست ہونے سے پہلے پہلے لا سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس سے بھی جلد منگوانا چاہتا ہوں۔

ایک اور شخص نے اٹھ کر کہا کہ میں چشم زدن میں حاضر کر سکتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس تخت کی ہیئت تبدیل کر دو۔ جواہرات ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ پر لگا دو۔ چنانچہ

بلقیس کے پہنچنے سے پہلے پہلے یہ سب کام مکمل ہو گیا۔

بلقیس دربار میں پہنچی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے اس کا تخت رکھا ہوا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ازراہ امتحان بلقیس سے دریافت کیا۔ کیا یہ تخت تمہارا ہے ؟

بلقیس نے جواب دیا۔ ایسا ہی تخت میرا بھی ہے۔ روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی آزمائش کے لئے ایک محل حوض پر بنوایا تھا۔ جس پر شیشے کا فرش تھا۔ نیچے پانی بھرا ہوا تھا۔ مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے ملاقات کے لئے یہی محل تجویز فرمایا تھا۔ اسی محل میں حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر تشریف فرما تھے۔

القصہ جس وقت بلقیس نے اس قصر عالی میں داخل ہونا چاہا تو اسے پانی ہی پانی نظر آیا۔ بلقیس نے پانی سے بچنے کے لئے اپنے پائجامہ کے پائنچے پنڈلیوں سے اوپر چڑھا لئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نظر جونہی پنڈلیوں پر پڑی تو واقعی اس کی پنڈلیوں پر بال نظر آئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ پائنچے اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جس چیز کو پانی سمجھ رہی ہو یہ پانی نہیں ہے۔ بلکہ شیشے کا فرش ہے۔

" بلقیس نے کہا ! اے پرودگار عالم میں نے آفتاب کی پرستش کر کے اپنے نفس پر سخت ظلم کیا ہے۔ اب میں تیرے حکم کے آگے سر خم کرتی ہوں اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لاتی ہوں۔"

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تم

اپنے لئے قوم سے کسی شخص کو منتخب کر لو۔

بلقیس نے کہا۔ یا نبی اللہ ! میں شہزادی ہوں۔ آپ سے زیادہ بہتر شوہر مجھے اور کون مل سکتا ہے۔ چنانچہ بلقیس کی خواہش پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے ساتھ عقد کر لیا۔

حضرت سلیمان کی انگوٹھی کا گم ہونا اور سلطنت کا زوال

روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جزائر کے بادشاہ کو جنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ اس بادشاہ کی لڑکی جو نہایت حسین و جمیل تھی وہ مسلمان ہو کر حضرت کے عقد میں آگئی تھی۔ اس شہزادی کو اپنے باپ کے مارے جانے کا اس قدر صدمہ تھا کہ ہر وقت روتی رہتی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس شہزادی سے بڑی محبت تھی۔

یہ شہزادی حضرت سلیمان علیہ السلام کی غیرموجودگی میں اپنے ملک کے رسم و رواج کے مطابق اپنے باپ کی مورتی کو سجدہ کرنے لگی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مورتی توڑوا دی۔ شہزادی روئی پیٹی اور جنگل کی طرف نکل گئی۔ اس شہزادی سے ایک لڑکی امینہ تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام طہارت کے وقت اپنی انگشتری اس کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔

ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام حسب عادت استنجا کے واسطے گئے ہوئے تھے۔ صخرہ نامی دیو حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل میں منتقل ہو کر امینہ کے ہاتھ سے انگوٹھی لے کر انگلی میں پہن کر تخت پر بیٹھ گیا اور بجز حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کے ہر چیز پر اس کا حکم چلنے لگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت الخلاء سے آکر امینہ سے انگشتری طلب کی۔

اس نے کہا ابھی تھوڑی دیر ہوئی آپ تو لے گئے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس انقلاب کو دیکھ کر حیران رہ گئے' نہ اب حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے نہ ان کا حکم چلتا تھا اور نہ کوئی چیز ان کے تابع فرمان تھی۔ لوگ آپ کو پہچانتے نہ تھے۔ جب آپ فرماتے کہ میں سلیمان پیغمبر اور بادشاہ ہوں تو لوگ ان کا مذاق اڑاتے اور آپ پر مٹی پھینکتے تھے۔

آخر الامر مجبور ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام بستی کو چھوڑ کر دریا کے کنارے چلے گئے اور کسی مچھیرے کے یہاں بار برداری کی خدمت کرنے لگے۔ دن بھر کی محنت مشقت کے بعد شام کو دو مچھلیاں حق الخدمت کے طور تو مل جاتی تھیں۔ آپ ایک مچھلی کو فروخت کر کے بازار سے روٹی خرید کر دوسری مچھلی کا سالن بنا کر نوش فرمایا کرتے تھے۔

غرضیکہ اسی مصیبت میں چالیس روز گزر گئے۔ صخرہ دیو سلطنت کا بار سنبھال نہ سکا۔ مجبور ہو کر اس نے انگشتری دریا میں پھینک دی۔ جسے فوراً ایک مچھلی نگل گئی۔ اتفاق کی بات کہ وہی مچھلی جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری نگل لی تھی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو مل گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب شام کو اپنے پکانے کے لئے اسے ذبح کیا تو اس کے پیٹ سے انگشتری برآمد ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو انگلی میں پہن کر سجدہ شکر ادا کیا کہ سلطنت رفتہ واپس مل گئی۔

مسجد بیت المقدس کی تعمیر اور حضرت سلیمان کی وصیت

تفسیر "کشاف" میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے مسجد بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تھی۔ ابھی وہ مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ آپ کا وصال

ہو گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وصیت کی تھی کہ مسجد کی تکمیل اور اس کی تزئین و آرائش میں کمال اہتمام کرنا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے وصیت کے مطابق سات ہزار کاریگر لگا کر سات سال کے عرصہ میں عمارت مسجد کی تکمیل کی اور چھت کے اوپر ایک نہایت ہی بلند گنبد تعمیر کرا کر سرخ گندک کا ایسا پلستر چڑھوایا جس کی شعاعیں ۱۲ - ۱۲ کوس تک نظر کو خیرہ کرتی تھیں۔ ابھی اس مسجد کی تکمیل و تمیم میں ایک سال کا کام باقی رہ گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو پیغام اجل آیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگوں کو وصیت کی میری موت کا راز فاش نہ ہو۔ مرنے کے بعد مجھے کپڑے پہنا کر لاٹھی کے سہارے کھڑا کر دینا تاکہ جنات مجھے سامنے کھڑا دیکھ کر اپنے اپنے کام میں مصروف رہیں۔ دیو اور جنات دور سے حضرت کو کھڑا دیکھ کر اپنے اپنے کام میں مصروف رہتے تھے۔ کسی کی طاقت اتنی نہ تھی کہ حضرت کے قریب آئے۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا۔

اسی دوران میں حضرت سلیمان علیہ السلام جس لاٹھی کے سہارے کھڑے ہوئے تھے اس میں کیڑا لگ گیا تھا۔ لاٹھی کو گھن کھا گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام گر پڑے تب دیو اور جنات جنگلات اور پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے اور ہوا خدا کے حکم سے تخت کو اٹھا کر لے گئی۔ حضرت کعب احبار کے قول کے مطابق آپ کی عمر بوقت وصال ۱۸۰ سال تھی۔ قبر مبارک بیت المقدس میں ہے۔

حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام

حضرت زکریا علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد امجاد میں

سے تھے۔ بڑے اونچے درجہ کے پیغمبر اور حق تبارک و تعالیٰ کے بے حد عبادت گزار تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بنی اسرائیل کی پیغمبری عطا فرمائی تھی۔ شریعت توریت کے متبع تھے۔

تفسیر "مدارک" میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام عبرانی زبان میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تحمید و تقدیس میں مشغول رہتے تھے۔

روایت ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک روز بیت المقدس کی محراب میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہو کر مناجات کی۔

"اے پرودگار! میں بوڑھا ہو گیا ہوں سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے۔ قویٰ ست اور مضمحل ہو گئے ہیں' ہڈیوں میں کھڑا ہونے کا دم نہیں رہا۔ پروردگار تو نے ہمیشہ میری دعا قبول فرمائی ہے۔ میرے بعد میرے چچا زاد بھائیوں میں کوئی بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا ہے جو تیرے دین کی خدمت انجام دے سکے۔ مجھے ان لوگوں سے اندیشہ ہے میرے بعد خلافت کے فرائض انجام نہ دے سکیں گے۔"

پرودرگار! تو مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرما جو میرے بعد میری جانشینی کر سکے۔ میری بیوی کی عمر ۹۰ سال اور میری عمر ۱۳۰ سال ہے۔ مگر تیری قدرت بہت بڑی ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام سر بسجود دعا میں مشغول تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو بشارت عطا فرمائی کہ تمہارے گھر میں یحیٰی نام کا ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ جو بہت بڑا عالم' حلیم' صاحب تقویٰ اور پیغمبر ہو گا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کیا۔ مجھے کیونکر علم ہو گا؟ کہ اب

لڑکا پیدا ہونے والا ہے کوئی علامت اور نشانی ارشاد فرمایئے۔

خطاب الٰہی ہوا کہ استقرار حمل سے تین روز پہلے تم کسی شخص سے بات چیت نہ کر سکو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نو ماہ بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام تولد ہوئے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کے شائق تھے۔ ذرا سا ہوش سنبھالتے ہی آپ نے ٹاٹ پہننی شروع کر دی۔ ٹاٹ پہننے کی وجہ سے آپ کے جسم پر سوراخ سے ہو گئے تو ایک روز والدہ محترمہ نے آپ کو اونی کپڑا پہنا دیا۔ اسی وقت وحی آئی کیا ہمیں چھوڑ کر دنیا کو اختیار کر رہے ہو۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے وہ اونی کپڑا اسی وقت نکال کر پھینک دیا' رونے لگے اور زہد و ریاضت میں زیادہ کوشش کرنے لگے۔

ایک روز آپ کے محلّہ کے لڑکوں نے آپ سے کہا چلو کھیلیں تو آپ نے فرمایا۔ ہم کھیل کود کے واسطے نہیں پیدا ہوئے۔

تفسیر "بحر المواج" میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام خوف خدا سے اس قدر روتے تھے آپ کے رخساروں کا گوشت گل کر دانت ظاہر ہونے لگے تھے۔ اسی لئے آپ کی والدہ محترمہ آپ کے چہرے پر نقاب ڈالے رکھتی تھیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام چونکہ نہایت رقیق القلب تھے اسی لئے حضرت یحییٰ علیہ السلام گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو ان کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے وعظ میں دوزخ کے حالات بیان فرمائے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام آپ کا بیان سنتے ہی آہ مار کر جنگل کی

طرف نکل گئے اور بہت عرصہ تک آپ کا پتا نہ چل سکا۔

ایک روز کسی چرواہے نے آپ کی والدہ محترمہ سے ذکر کیا میں نے فلاں پہاڑوں پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ والدہ محترمہ فوراً حضرت یحییٰ علیہ السلام کو تلاش کرنے کے لئے تشریف لے گئیں۔ شام ہو گئی' ایک غار کے کنارے بیٹھی ہوئی انتظار کر رہی تھیں کہ سامنے سے یحییٰ علیہ السلام آتے نظر آئے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نظر جونہی والدہ محترمہ پر پڑی تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھاگنا چاہا۔ والدہ محترمہ نے ان کو آوازیں دے کر پاس بلایا۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام تشریف لے آئے۔ والدہ محترمہ اپنے ساتھ ان کو گھر لے آئیں۔ اس وقت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عمر سات سال تھی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے آجانے کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام صومعہ میں عبادت میں مشغول ہو گئے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی شہادت

ایک مدت بعد بنی اسرائیل میں فتنہ و فساد شروع ہو گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے ان لوگوں کو ہر چند منع کیا مگر وہ باز نہ آئے۔ بلکہ حضرت زکریا علیہ السلام کے دشمن ہو گئے۔

ایک روز حضرت زکریا علیہ السلام تن تنہا کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ یہودیوں نے آپ کو پکڑ کر قتل کرنا چاہا۔ حضرت زکریا علیہ السلام بھاگ پڑے۔ یہودی آپ کا پیچھا کر رہے تھے۔ ایک درخت نے آواز دے کر کہا۔ آپ میرے اندر آجائیے۔ درخت بیچ میں سے پھٹ گیا۔ حضرت زکریا علیہ

السلام اس کے اندر گھس گئے۔ درخت برابر ہو گیا۔

اتفاقاً" آپ کی ازار کا ایک کونہ باہر نکلا رہ گیا۔ شیطان تاک میں تھا ہی جب بنی اسرائیل آپ کو تلاش کرتے کرتے اس درخت کے پاس آئے تو شیطان نے کہا کہ حضرت زکریا علیہ السلام تو اس درخت میں چھپے ہوئے ہیں۔

بنی اسرائیل نے کہا کہ کیوں نہ اس درخت کو آگ لگا دی جائے ؟ شیطان نے رائے دی کہ آگ لگانے کے بجائے درخت کو آرے سے بیچ سے چیر دیا جائے۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے اس درخت پر آرا چلا دیا۔ جس وقت آرے کے دانت حضرت زکریا علیہ السلام کے سر مبارک پر پہنچے تو اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی زبان مبارک سے ایک آہ نکلی۔

اس وقت خطاب الٰہی ہوا۔ خاموش بیٹھے رہو' آرے کو چلنے دو۔ اب اگر ذرا بھی آہ اور سسکی بھری تو میں تمہارا نام انبیاء علیہم السلام کی فہرست سے خارج کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام اس خطاب کے بعد خاموش بیٹھے رہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے جسم پر آرا چلتا رہا۔

حضرت کعب اخبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ۳۰۰ سال تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت

روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ملکہ نامی ایک عورت تھی۔ تمام بنی اسرائیل اس کے مطیع فرمان تھے۔ اس عورت کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی تھی۔ یہ عورت چاہتی تھی کہ اس بیٹی کا نکاح بھی اپنے شوہر کے ساتھ کر دے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فتویٰ طلب کیا۔ احکام شریعت کی رو سے

چونکہ یہ نکاح حرام تھا حضرت یحییٰ علیہ السلام نے منع فرما دیا۔ ملکہ نے اپنے شوہر سے ذکر کیا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اس شادی کے خلاف ہیں تو اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی گردن میں رسی ڈال کر طلب کر کے سر قلم کر دیا۔ آپ کے تن مبارک سے سر جدا ہونے کے بعد بھی یہی آواز آرہی تھی کہ اپنی بیوی کی لڑکی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کے بعد ملکہ نے اپنی بیٹی کا عقد اپنے شوہر کے ساتھ کر دیا۔ اسی وقت زور کی آندھی چلی اور اس کے شوہر کو اڑا کر لے گئی اور صحرا میں لے جا پھینکا اور اسی وقت ایک شیر اس کو کھا گیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی اور ملکہ سے انتقام لینے کی باتیں ہونے لگیں۔ شدہ شدہ یہ خبر اس زمانہ کے بادشاہ تک بھی پہنچ گئی۔ بادشاہ نے اسی وقت بیت المقدس پر چڑھائی کر کے ۷۰ ہزار بنی اسرائیلی تہ تیغ کر دیئے۔ شہادت کے وقت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عمر ۷۸ سال تھی۔ مزار مقدس جامع دمشق میں ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

حضرت مریم کا شجرۂ نسب ۱۷ یا ۱۸ واسطوں سے حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملتا ہے۔ کتب تفاسیر میں مذکور ہے کہ حضرت مریم کی والدہ کا نام حنہ اور والد کا نام عمران تھا۔ یہ خاتون بنی اسرائیل میں حضرت زکریا علیہ السلام کے عہد میں اپنے وقت کی بڑی عبادت گزار خاتون تھیں۔ اس زمانہ میں دستور تھا کہ لوگ اپنے لڑکے کو خدمت بیت المقدس کے لئے خدا کی نذر کر دیا کرتے

تھے۔ حنہ جس وقت حاملہ ہوئیں انہوں نے خدا کی نذر مانی کہ میرے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہو گا وہ تیری نذر ہے' تیری عبادت کرے گا۔ بیت المقدس کی خدمت کرے گا۔ اس سے دنیا کا کوئی کام نہ لوں گی۔

حضرت عمران کو جب پتا چلا کہ ان کی بیوی نے ایسی نذر مانی ہے تو وہ کہنے لگے' اگر لڑکی پیدا ہوئی تو کیا کرو گی۔ حنہ نے کہا کہ میں نذر مان چکی ہوں لڑکی ہو یا لڑکا خدا کی نذر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ جس وقت وضع حمل ہوا تو لڑکی پیدا ہوئی۔ حنہ کو بہت رنج ہوا حسرت سے کہنے لگی۔

"اے پروردگار! یہ تو لڑکی ہے' لڑکا اور لڑکی برابر نہیں ہو سکتے۔ میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا۔ اے اللہ! میں اس لڑکی کو اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ اسے شیطان کے شر سے محفوظ رکھنا۔"

پیدائش کے بعد حنہ اپنی بیٹی کو کپڑے میں لپیٹ کر مسجد بیت المقدس میں لے کر گئی۔ وہاں حضرت زکریا علیہ السلام اور بڑے بڑے علماء بنی اسرائیل بیٹھے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام سے عرض کیا یہ خدا کی نذر ہے اسے لے لو۔ حضرت مریم علیہ السلام چونکہ بنی اسرائیل کے بزرگوں کی اولاد میں سے تھیں۔ اس لئے ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ مریم مجھے مل جائے اور میں اس کی پرورش کروں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا چونکہ لڑکی کی خالہ میرے گھر میں ہے اس لئے اس لڑکی کی پرورش کا حق مجھے حاصل ہے۔ فیصلہ نہ ہو سکا۔ قرعہ اندازی ہوئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکلا۔ آپ ان کی پرورش فرمانے لگے۔ دودھ پلانے کے لئے ایک دایہ مقرر کر دی۔

دودھ چھڑانے کے بعد جب حضرت مریم نے ذرا ہوش سنبھالا تو

حضرت زکریا علیہ السلام ان کو مسجد بیت المقدس میں لے آئے اور ایک اونچا کمرہ ان کی رہائش اور عبادت کے لئے مقرر کر دیا۔ آپ نے اس کمرے کے دروازے کو تالا لگا کر چابی اپنے پاس رکھ لی۔ وقتاً" فوقتاً" دیکھ بھال کر لیا کرتے تھے۔

تفسیر " بحر المواج " میں ہے کہ جس وقت حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے کمرے میں تشریف لے جاتے تو ان کے آگے سردیوں کے میوے گرمیوں میں اور گرمیوں کے میوے سردی میں رکھے ہوئے نظر آتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام ان سے پوچھتے کہ یہ پھل تمہارے پاس کہاں سے آئے تو وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ القصہ نو سال کی عمر میں مریم عبادت میں مسجد کے تمام علماء سے بڑھ گئیں۔

بیس سال کی عمر میں حضرت مریم نے غسل کیا۔ غسل کر کے کپڑے پہنے ہی تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں سامنے کھڑے نظر آئے۔ حضرت مریم علیہ السلام اس اجنبی مرد کو دیکھ کر ڈر گئیں کہنے لگیں۔

" اے اللہ مجھے اس مرد کے شر سے بچائیو۔"

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کا اضطراب دیکھ کر فرمایا ڈرو مت۔ میں خدا کا فرستادہ فرشتہ ہوں' تمہیں لڑکا دینے آیا ہوں۔

حضرت مریم نے کہا۔ میں تو کنواری ہوں۔ نہ میں زنا کار ہوں' نہ میری شادی ہوئی ہے ؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بغیر باپ کے بھی اولاد پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قریب آ کر حضرت مریم کو پھونک ماری اور اسی وقت حمل رہ گیا۔

کچھ عرصہ بعد جب آثار حمل اچھی طرح نمایاں ہونے لگے تو حضرت

زکریا علیہ السلام نے اپنی بیوی سے مریم کا ذکر کیا کہ وہ پیٹ سے ہے۔ نہ معلوم یہ بلا کہاں سے نازل ہوئی۔

بیوی نے کہا ایسی باتیں کیوں کہتے ہو۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے مریم کے پیٹ سے پیدا ہوں گے۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہی ہیں۔ اچھا کل انہیں میرے پاس لانا۔ اگلے روز حضرت زکریا علیہ السلام مریم کو ہمراہ لے کر مکان پر گئے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی نے کہا تھا کہ تمہارا حمل نہایت اتہام طرازی نہایت غلط بات ہے۔

حضرت مریم چھوہارے کے ایک خشک درخت کے پاس بیٹھی سوچ رہی تھیں کہ میرے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہو گا تو احبار بیت المقدس مجھے کیا کہیں گے۔ حضرت مریم اس سوکھے درخت سے کمر لگا کر بیٹھ گئیں۔ تھوڑی دیر میں وضع حمل ہو گیا۔ اسی وقت وہ سوکھا درخت تر و تازہ ہو گیا۔ اس درخت کی جڑ میں سے چشمہ بہنے لگا۔ سبزہ اگ آیا اسی وقت فرشتے نے ندا دی۔ مریم! گھبراؤ اور ڈرو مت' اس درخت کو ہلا کر تازہ بہ تازہ چھوہارے کھاؤ اور اس پانی کو پینے کے کام میں لاؤ۔ فرشتوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو غسل دے کر بہشتی حریر پہنا کر مریم کی گود میں لٹا دیا۔ فرشتوں نے کہا کہ اگر لوگ تم سے دریافت کریں کہ یہ لڑکا کہاں سے آیا تو ان سے کہنا کہ میں نے نہ بولنے کی خدا کی نذر مان رکھی ہے۔ میں کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔ فرشتوں سے بات چیت اور خدا سے مناجات کروں گی۔ اس زمانہ میں روزہ ترک طعام و کلام کا نام تھا۔ روزہ کی نذر کرنے والے کے لئے صرف اتنی سی گفتگو کی اجازت

تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور بعض معجزات کا بیان

تفسیر " مواہب علیہ " میں ہے کہ جب لوگوں نے حضرت مریم کو محراب میں موجود نہ پایا تو انہیں حضرت مریم کی جستجو ہوئی۔ کسی شخص نے بتایا کہ میں نے مریم کو فلاں گاؤں میں دیکھا تھا۔ لوگ وہاں پہنچے تو وہ حضرت مریم کی گود میں بچہ دیکھ کر کہنے لگے تمہاری نہ شادی ہوئی نہ تمہارا کوئی شوہر ہے' یہ بچہ کہاں سے آگیا۔

مریم نے کہا اس بچہ سے پوچھ لو۔ جواب دے گا۔ لوگوں نے کہا بھلا بچہ بھی کہیں باتیں کیا کرتا ہے؟

جس وقت یہ باتیں ہو رہی تھیں اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دودھ پی رہے تھے۔ آپ نے اپنے منہ سے پستان نکال کر نہایت صحیح زبان میں فرمایا۔ میں خدا کا بندہ ہوں۔ خدا نے ازل میں مجھے انجیل عطا فرمائی تھی۔

تفسیر " مدارک " میں ہے کہ اس وقت آپ صرف سوا مہینہ کے تھے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت عطا فرمائی ہے اور مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے۔ لوگ یہ معجزہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ تین چار سال کی عمر میں والدہ محترمہ آپ کو مکتب میں بٹھانے لے گئیں۔ استاد ایک ایک لفظ کی تعلیم دیتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے آگے کا لفظ خود ہی پڑھ لیتے تھے۔

استاد کہتا تھا بسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے۔ بسم اللہ الرحمٰن۔ استاد نے کہا پڑھو ابجد۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہیں معلوم ہے ابجد

کے کیا معنی ہیں۔ (الف) علامت احدیت حق سبحانہ ہے۔ (ب) اس کی بزرگی پر دلالت کرتی ہے (ج) کنایہ ہے ا کے جلال کا (د) اس کے دوام و ہیشگی پر دلالت کرتی ہے۔

استاد نے کہا یہ بچہ مجھ سے بھی زیادہ عالم ہے۔ میں اس کو کیا تعلیم دوں۔ حضرت مریم نے کہا اچھا انہیں اپنی نگرانی اور تربیت میں رکھو۔

حد بلوغ پر پہنچنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو دعوت دینی شروع کی مگر کسی نے بھی آپ کی دعوت پر لبیک نہ کہا۔ بلکہ یہ کہتے رہے بھلا ہم بن باپ کے بچے کے کہنے پر اپنا آبائی مذہب کیسے ترک کر دیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ بعض دشمنان خدا و رسول آپ کے قتل کے درپے ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام سے مصر تشریف لے گئے۔ دریائے نیل کے کنارے دھوبی کپڑے دھو رہے تھے۔ آپ ان کے پاس جا کر فرمانے لگے تم کپڑوں کو سفید اور پاکیزہ بنا دیتے ہو اگر تم میرا کہا مانو تو تمہارے دل کفران نعمت سے پاک صاف ہو کر ایمان اور توحید کی روشنی سے منور ہو جائیں۔ یہ لوگ سب کے سب آپ پر ایمان لے آئے۔

الغرض حضرت مریم علیہا السلام نے آپ کو بہت سے اساتذہ کی خدمت میں تعلیم کے لئے بٹھایا مگر آپ نے کچھ پڑھ کر نہ دیا۔ مجبور ہو کر ایک رنگ ریز کی دوکان پر چھوڑ دیا کہ یہی ہنر سیکھ لیں۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ رنگ ریز کسی کام سے کہیں گیا ہوا تھا۔ آپ نے رنگ ریز کی غیر موجوگی میں تمام کپڑے نیل کے ماٹ میں ڈال دیئے۔

اتنے میں رنگریز آ گیا اور یہ منظر دیکھ کر سر پیٹ لیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ غم نہ کرو جس جس کپڑے کو جس جس رنگ میں رنگنا تھا ویسے ہی ملیں گے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک ایک کپڑا ماٹ سے نکال کر دینا شروع کیا ہر کپڑے پر علیحدہ علیحدہ رنگ چڑھا ہوا تھا۔ رنگریز حیران تھا۔ رنگریز نے خیال کیا کہ شاید یہ بھی کوئی شعبدہ ہو مگر ان کپڑوں پر اتنا پختہ رنگ چڑھا ہوا تھا کہ دھونے سے بھی نہ چھوٹا اور نہ ہلکا پڑا۔ یہ معجزہ دیکھ کر رنگ ریز آپ پر ایمان لا کر کاروبار چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو لیا۔

کچھ عرصہ گھومنے پھرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شام واپس تشریف لا کر بنی اسرائیل کو دعوت دینی شروع کی۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے کئی معجزے عطا فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ مٹی کی چڑیا بنا کر میں پھونک ماروں گا وہ اسی وقت زندہ ہو کر اڑنے لگے گی۔ بنی اسرائیل نے کہا۔ اچھا شپرک بنا کر دکھاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی کی شپرک بنا کر پھونک ماری وہ زندہ ہو کر اڑنے لگی۔

دوسرا یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے مادر زاد نابینا اور برص کے مریضوں کو اچھا کر دیتا ہوں۔

روایت ہے کہ بعض اوقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پانچ پانچ ہزار مریضوں کا مجمع ہو جاتا تھا اور جو مریض ایسے ہوتے کہ وہ حاضر خدمت نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ ان کے علاج کے لئے مریضوں کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔

انطاکیہ والوں کی ہدایت کیلئے دو نائبوں کی روانگی

تفسیر "مدارک" میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو آدمی شہر انطاکیہ کے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے۔ جب یہ دونوں بزرگ شہر کے قریب پہنچے تو وہاں ایک بوڑھا آدمی بکریاں چراتا ہوا نظر آیا۔ ان دونوں بزرگوں نے بوڑھے کو سلام کیا۔ بوڑھے نے سلام کا جواب دے کر پوچھا۔ تم کون ہو اور کہاں سے آرہے ہو؟

انہوں نے جواب دیا کہ شام سے۔ ہم بفضلہ تعالیٰ بیماروں کو اچھا کر دیتے ہیں۔ اندھے اور برص کے مریض بالکل صحت یاب ہو جاتے ہیں۔

بوڑھے نے کہا میرا لڑکا سخت بیمار ہے۔ اطبا اس کے علاج سے مایوس ہو گئے ہیں۔ اگر میرا لڑکا صحت یاب ہو گیا تو میں واقعی تمہارے خداوند پر ایمان لے آؤں گا۔

ان بزرگوں نے مریض کے سرہانے کھڑے ہو کر خدا سے دعا کی۔ مریض صحت یاب ہو گیا اور وہ بوڑھا مسلمان ہو گیا۔

اس لاعلاج مریض کی صحت یابی پر سارے شہر میں چرچا ہو گیا۔ ہزارہا مریض آنے لگے صحت یاب ہونے لگے اور انطاکیہ کے بت پرست بادشاہ کو جب ان بزرگوں کی دعوت اور مریضوں کی صحت یابی کا علم ہوا تو اس نے دونوں بزرگوں کو گرفتار کر کے جیل خانہ بھیج دیا۔

ان دونوں حضرات کی گرفتاری کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا مبلغ شمعون کو بنا کر بھیجا۔ شمعون انطاکیہ پہنچ کر بادشاہ کے مقربین سے ربط ضبط پیدا کر کے دربار میں رسائی حاصل کر کے مقربین میں شامل ہو گئے۔

شمعون بادشاہ کے معتمد خاص بن گئے۔ بادشاہ ان سے مشورہ کئے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا۔ اکثر بادشاہ کے ساتھ بت خانہ میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

ایک روز شمعون نے موقع دیکھ کر بادشاہ سے کہا کہ آپ نے دو عرب آدمیوں کو قید کر رکھا ہے۔ ایسا کیوں ہے کیا بات ہے ؟ بادشاہ نے کہا کہ وہ دعویٰ کر رہے تھے کہ بتوں کے سوا بھی کوئی اور خدا ہے۔

شمعون نے تعجب سے کہا اچھا تو آپ ان کو بلوایئے میں بھی ذرا ان سے بات چیت کروں۔

شمعون نے ان لوگوں سے پوچھا۔ تم کس کی عبادت کر رہے ہو ؟ ان دونوں قیدیوں نے جواب دیا۔ ہم اس خدا کی عبادت کر رہے ہیں جس نے زمین و آسمان ساری ہی مخلوقات کو پیدا کیا ہے !

شمعون ... تمہارا خدا کیا کرتا ہے ؟

دونوں قیدی ... ہمارا خدا مردہ کو زندہ' نابینا کو بصارت عطا کرتا ہے۔

شمعون نے بادشاہ سے کہا۔ اچھا ایک نابینا کو بلاؤ چنانچہ ایک نابینا آگیا۔ شمعون نے کہا اچھا اپنے خدا سے کہو کہ یہ نابینا صاحب بصارت ہو جائے۔ لہٰذا ان دونوں قیدیوں نے اللہ رب العزت سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس نابینا کی آنکھوں میں روشنی بحال کر دی۔

" معالم التنزیل " میں ہے کہ ان دونوں قیدیوں کے سامنے وہ نابینا پیش کیا گیا تھا کہ جس کی آنکھوں کے ڈھیلے تک نہیں تھے۔ بادشاہ سخت تعجب اور حیرت میں پڑ گیا کہ یہ کیا ہوا ؟

شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ انہوں نے آپ کو اپنے خدا کی قدرت کا

مشاہدہ کرا دیا۔ اب تم بھی اپنے خدا کی قدرت کا مشاہدہ کراؤ۔ اب تم بھی اپنے خدا کو پکار کر دیکھو۔

بادشاہ نے آہستہ سے شمعون سے کہا۔ تم جانتے ہو یہ پتھر کے بت نہ بولتے ہیں نہ سنتے ہیں۔ ان میں قدرت کہاں سے آئی۔ شمعون نے بادشاہ سے کہا۔ اچھا تو پھر ہمیں ان کے خدا پر ایمان لے آنا چاہئے۔

اس کے بعد شمعون نے ان لوگوں سے کہا کہ تمہارا خدا مردہ کو بھی زندہ کر دیتا ہے ؟ ان دونوں قیدیوں نے کہا ہاں۔ بادشاہ نے اپنی بیٹی کے متعلق کہا (جس کو مرے ہوئے پانچ سال گزر گئے تھے) کہ اسے زندہ کر دو۔

ان دونوں قیدیوں نے خدا سے دعا کی۔ قدرت الٰہی سے وہ اسی وقت زندہ ہو گئی۔ اس لڑکی نے بیان کیا کہ مرنے کے بعد مجھے ساتویں دوزخ میں طرح طرح کے عذاب دیئے گئے۔ صرف اسی وجہ سے کہ میں مشرک تھی۔ خدائے برحق کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ میں تم سب لوگوں کو نصیحت کرتی ہوں کہ اس غلط مذہب کو چھوڑ کر خدا کے مذہب کے پیروکار بن جاؤ لور میری زندگی کی واپسی کا قصہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ آسمانوں کے دروازے کھل گئے۔ ایک خوبصورت نوجوان نظر آیا۔ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) وہ خدا تعالٰی کے سامنے ان تینوں آدمیوں کی سفارش پیش کر رہے تھے۔

بادشاہ نے پوچھا وہ تین آدمی کون تھے ؟

لڑکی نے جواب دیا ایک تو یہ شمعون ہی تھے اور دو آدمی یہ تھے جو سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔

بادشاہ یہ حیرت انگیز ماجرا سن کر دم بخود رہ گیا۔ موقع غنیمت دیکھ کر

حضرت شمعون نے بادشاہ کو نصیحت کرتے ہوئے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ بادشاہ اور درباری لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت مشرف بہ اسلام ہو گئی۔ جن لوگوں نے اس موقع پر اسلام قبول کرنے سے گریز کیا وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی چیخ سے اسی وقت ہلاک ہو گئے۔

القصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر کچھ تو یہ کہتے رہے کہ یہ سب سحرکاری ہے۔ بعض معجزات کی صداقت کے قائل ہو کر مسلمان ہو گئے۔ بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقدیس میں اس درجہ غلو کرنے لگے کہ انہوں نے یہ اعتقاد قائم کر لیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر آیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا ہیں۔ بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ اور مریم کو خدا کی بیوی اور حق سبحانہ تعالیٰ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ (نعوذباللہ)

بنی اسرائیل پر نزول مائدہ

ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین نے درخواست کی کیا اچھا ہوتا اگر آسمان کے کھانے کا خوان ہمارے واسطے آجایا کرتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ایک مہینے کے روزے رکھو۔ مہینہ پورا ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پشمینہ پہن کر سربسجود خدا سے دعا کی۔

اللہ تعالیٰ نے دو بادلوں کے درمیان ایک خوان نازل فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بسم اللہ خیرالرازقین پڑھ کر خوان پوش اٹھایا تو خوان میں تلی ہوئی مچھلی (جس میں سے گھی ٹپک رہا تھا) رکھی تھی۔ اس کی سر کے پاس نمک دم کے پاس سرکہ تھا اور پانچ روٹیاں تھیں۔ جن میں سے

ایک کے اوپر روغن زیتون دوسری پر گھی۔ تیسری پر شہد رکھا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم نے جس چیز کی فرمائش کی تھی وہ تمہیں مل گئی۔ خدا کا شکر ادا کرو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر آپ اس موقع پر کوئی اور معجزہ دکھا دیتے تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تلی ہوئی مچھلی کو اشارہ کر کے فرمایا۔ زندہ ہو جا' وہ اسی وقت زندہ ہو گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقراء کو بلا کر خوان نعمت ان کے آگے رکھ دیا تیرہ سو اشخاص اس خوان سے سیر ہو گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ خوان نعمت آسمان پر اٹھا لیا۔

تفسیر " زاہدی " میں ہے کہ اتنے آدمیوں کے سیر ہونے کے بعد بھی خوان پر وہ سامان خورد و نوش اتنے کا اتنا ہی تھا۔ جس بیمار نے کھایا شفایاب ہو گیا اور تمام فقراء مال دار ہو گئے۔ یہ معجزہ دیکھنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کرنے لگے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے بد دعا کی۔ پانچ ہزار آدمیوں کی صورتیں مسخ ہو گئیں۔ خنزیر بن گئے اور گلی کوچوں میں نجاست کھاتے پھرنے لگے اور تین دن بعد سب مر گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ ایک روز حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کیا بات ہے آپ ہر وقت خوش و خرم رہتے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو بھول گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ ہر وقت کیوں روتے رہتے ہیں کیا آپ خدا کی رحمت سے مایوس ہو گئے ہیں۔ اسی وقت وحی آئی کہ مجھے وہ شخص پسند ہے جو لوگوں سے خندہ روئی سے پیش آئے۔

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک روز مسلمانوں کی ایک

جماعت کے ساتھ کسی صحرا سے گزر رہے تھے کہ سامنے سے ایک لومڑی نظر پڑی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا۔ لومری کہاں سے آ رہی ہو ؟ لومڑی نے جواب دیا گھر سے، یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لومڑی کو تو گھر میسر ہے مگر مریم کے لڑکے کو نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حکم فرمایئے تعمیل کے لئے حاضر ہیں جگہ متعین فرمایئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کو دریا کے کنارے ایسے مقام پر لے گئے جہاں موجیں آ کر ٹکرا رہی تھیں۔ فرمایا اگر تم گھر بنانا چاہتے ہو تو اس جگہ بناؤ۔ عرض کیا گیا یا نبی اللہ یہاں مکان کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ پانی کی موجیں بہا لے جائیں گی۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا بھی گھر بنانے اور رہنے کی جگہ نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھومنے پھرنے کچھ عرصہ بعد بیت المقدس میں تشریف لائے اور بنی اسرائیل کو جمع کر کے فرمایا کہ یہودیوں پر شنبہ کے دن تعظیم واجب تھی۔ میرے نبی بننے کے بعد توریت کی شریعت منسوخ ہو گئی ہے۔ لہٰذا اب تم نئی شریعت پر چلو اور جو میں کہوں اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ لوگ یہ سن کر بھنا گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بد دعا سے تمام منکرین کی صورتیں مسخ ہو گئیں سب کے سب بندر بن گئے۔

بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے جو آپ کے قتل کے درپے تھے۔ ایک روز آپ کو پکڑ کر ایک مکان میں بند کر دیا کہ آپ کو کسی وقت قتل کر دیا

جائے گا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس مکان کے روشن دان سے آپ کو اٹھا کر آسمان پر لے گئے۔ رات کو بنی اسرائیل کا سب سے بڑا سردار حضرت کو دیکھنے مکان میں داخل ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جگہ نظر نہ آئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا۔ قبیلہ کا سردار جس وقت مکان سے باہر آیا تو انہوں نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر پکڑ لیا۔ وہ ہر چند فریاد کرتا رہا کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہوں۔ میں تو تمہارا فلاں افسر ہوں۔ مگر انہوں نے ایک بات بھی نہ سنی اور اس کو سولی پر چڑھا دیا۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۳۳ سال کی تھی۔

اس واقعہ کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے یا نہیں۔

صحیح روایت یہ ہے کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں نزول ہو گا۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

تصنیف

علامہ غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

تحقیق
علامہ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے
مدیر مسئول مجلہ الحقیقہ پاکستان

قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور

رضوان اللہ علیہم اجمعین

قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور

اس کتاب میں اہل سنت وجماعت کے عقائد واعمال کو اُن کے مخالفین کی تصانیف ورسائل سے ثابت کیا ہے تاکہ اُن پر کفر و شرک کے فتوے لگانے والے غور کریں کہ اس کفر و شرک میں وہ خود کس قدر ملوث ہیں۔

تحقیق
علامہ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے
مدیر مسئول مجلہ الحقیقہ پاکستان

حضرت سید آل رسول حسنین میاں برکاتی

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ

علامہ غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

قادری رضوی کتب خانہ